

عشور
 اک دن بابر جن کو ہوئی سزا غرور
 تاجی ہے تم کو پھول سے زخا پگھلند
 مرجا دیا موسم ملامت نے آگتے ہی
 سرسبز بنال ہوا ہے عشور کا
 زندہ ارم ہے نہ وہ شوکت نہ وہ شہی
 شدا کو ملا یہ شیب غرور کا
 ہیں جو مغرور دن کو غیروں سے
 آرزو سے سلام ہوتی ہے
 جو خاکساری سے گزرا ہوا وہ خاک
 آسے فلک نے مٹا یا ہے غرور آیا
 ہے مجرور خاکساری پسندہ خدا
 انسان کا غرور ہے باعث زوال کا
 مدتوں کی تھی عبادت کچھ جو غرور آگئی
 رائدہ درگاہ فوراً دیکھ تو شیطان ہوا
 وہ چاہے پل میں گدا کر دے شاہ کشور
 گھنڈ بیچے اہل گرز نہ تاجدار کی کا
 غرض کبھی نہیں اچھا کسی طرح کا گھنڈ
 غرور و بیل

باغ جہان میں گل خوشترنگت ہیں ہزار
 اے گل پس بہار خزاں ہے لگی ہوئی
 کبر و نخوت وہ بلا ہے جس کے دستِ سلیم سے
 پستہ نے نوچا قہر سے مرود کا داغ
 ہے سید کی ہر دم یہی آرزو
 جہل اور عجب و تکبر تو نہیں ہیں بھلے
 اے دیوانے نہ تکبر کر خدا کے واسطے
 بد تکبر سے نہیں خلقت انسان میں کچھ
 بولا ہے جس نے بول بڑا سرنگوں ہوا
 جو دبزاں ہو بشر اس سے کیا کلام کریں
 تم کو نیاز چاہیے ہر شخص سے شفق
 سرکش زمیں پر رکھتے نہیں پاؤں کبر سے
 سرکش کو باغ دہر میں نیکی کا پھل کہاں
 کرنا تو ہیں کسی شخص کی ازراہ غرور
 جب کوئی دانا ہوا مغرور یہاں
 یاد رکھ لائے مرعہ کے بھی تو مضمون کو
 خودی کو کبر کو جس نے کہ چھوڑا
 دنیا کے اختتام پر جس کو غرور ہے
 ذکر فخر نسب کل آدمی یکساں ہیں خلقت میں
 تکمیل ہونہ بچپاں میں غرور سے
 ڈوبدے عاقبت بدھینتوں کو لافکتائی
 بلبل بہار گل پہ نہ مغرور ہو کے پھول
 نہیں دیتی کسی کا ساتھ دنیا عجب سر ہرگز
 مانند حسد اذیل وہ شیطان بنا
 جابول سے زبان موج کہدے بحر ہستی میں
 جلاوے سوز نخوت اس کو مثل شمع اے طاہر
 سرو ساں یہ ہے کیا کبر غافل اک دن
 اتنا نہ اپنے جامہ سے باہر نکل کے چل
 تھے دعوے خدائی جنہیں انکے اے ظہیر
 دل میں کبھی نہ کبر نہ سر میں غرور تھا
 غور ہا کسی کا نہ دنیا میں اے پری
 ہونہ مغرور ماہ کو دیکھو
 اس قدر کہتا ہے نخوت سے تنفر روزگار

رنگیں تر ایک توڑنے کو ایک کا گھنڈ
 پھولا ہے کس ہوا پہ یہ اڑ جائے گا گھنڈ
 بتلا قہر خدا میں عمر بھر ضحاک تھا
 چڑیوں کا سنگریزا ہوا جسم فیصل کا
 خودی سے بچانا خدایا مجھے
 بن نہ حیوان ذرا خصلت انسان میں آ
 خیمہ گر پہنچے فلک تک آسماں ہوتا نہیں
 شکر اللہ کہ نہیں نام کو پندار مجھے
 حق کو نہیں پسند رعونت کی گفتگو
 جو پر غرور ہو سر اس کو کیا سلام کریں
 زیبا ہے گر کرے کوئی اہل ہنر گھنڈ
 مرنے کے بعد ہوگی غبار زمیں جسیں
 دیکھو کہ سر و میں کبھی ہوتا اثر نہیں
 ہے معیوب نہایت شرفا کے نزدیک
 آسیائے چرخ میں پیسا گیا
 پاؤں رکھا کر ذرا او اہل نخوت دیکھ کر
 خبہ رکھتا ہے وہ راہ فنا کی
 کچھ شک نہیں کہ عقل میں اسکی فتور ہے
 دکھا کچھ جو ہر سر ذاتی کہ اس میں ہر شرف تیرا
 اک سر ملا تمام جہد میں جباب کو
 ہوا فرعون کی داڑھی پہ قبضہ دستِ موسیٰ کو
 آخر خزاں ہی مونگے فنا جس میں کے پھول
 نہ ہو مغرور اے منعم حصول گنج دولت پر
 جو اپنے کیے پر کبھی مغرور ہوا
 ہوا میں جو ابھرتا ہے سر مغرور ہوتا ہے
 جہاں میں جو ہو سرکش گردن مغرور کی صورت
 جسم سے ہے سر جدا کرے توار جدا
 دنیا ہے چل چلاؤ کا رتبہ سنبھل کے چل
 پامال ہڈیاں ہیں سر پر غرور کی
 افتادگی کی راہ سے میں بے تصور تھا
 کیا بیکیسی ہے آج سیلماں کی گور پر
 حد سے بڑھ کر زوال آتا ہے
 جو چلاتن کر یہاں پستی اے دکھلائی ہے

سید
 شاداں
 شفق
 شیدا
 شیفہ
 شایق
 صادر
 صابر
 ضیا
 ضمیر
 طالب
 طاہر
 ظفر
 ظہیر
 عاشق

غور و ریا عیش چھ نہیں ہیں
خود پندی شیوہ شیطان ہے
جاتے ہیں خالی ہاتھ جہاں سے گد ادا شاہ
جلے جبر سے بیکر نہ کریں دولت پر
ان کا آخر کو بکرنے مٹایا نام تک
ایک پر ایک کو خالق نے فضیلت دی ہے
موج اس قلم امکاں میں ہے مرکوب حباب
ساغر کے آگے مٹ گئی مینائے مے کی کشتی
وہ کون ہے جس کو نہیں یاں غرہ بے جا
وائے نادانی کہ ہیں انجام سے کیا بے خبر
بیجا ہے زعم دولت دنیا پہ لے جیس
جس کو کہ قدا دولت دنیا کا ہے غور
ہرگز خودی کسی کی خدا کو نہیں پسند
جو ہر ذاتی پہ گر ہو خسر تو زیبا بھی ہے
اے دل مغرور سوچ انجام کو
مہ کامل کو ذرا غور سے دیکھے انسان
تیری حمست سے وہی دور نظر آتے ہیں
نہ کر غور تو منعم کہ ایک گردش میں
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جا پر ظہور
گھٹ کر ہلال ہو مسر کامل غور سے
یہ ماؤنی چھوڑیہ سودا نہیں اچھا
فرون اور تجھ سے ہو دعوائے ہمہری
شاعری پر گھمنڈاے قدر تو بہ کیجئے
محیط عالم فانی میں فائدہ منعم
قدرت خدا کی دیکھے انسان اور غرور
سر غرور اٹھاؤ نہ سرکش اتنا
اے منمو غرور سخاوت نہ چاہیے
بیجا غور اس کے نقش قدم میں کیا ہے
دنیا کے مال و جاہ پہ غافل نہ کر دماغ
ٹھو کریں کھانیکا اک نہ کشتی اتنی نہ کر
قاروں کا رہ گیا دم مردن یہیں گھمنڈ
بشر ہے وہی جس میں نخوت نہیں ہے
ساتھ ہے بحر جہاں میں چارون مثل حباب

برا کبر کو کبریا جانتا ہے
کذب گوئی غارت ایمان ہے
انسان کو گھمنڈ نہ دولت پہ چاہیے
جو غنی ہوتے ہیں اک دن وہ گدا ہوتے ہیں
فی الحقیقہ اس جہاں میں جن کو زیبا تھا دماغ
سیح وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ بیکتا ہوں میں
کیوں نہ زیر و بم کیسی سر مغرور رہے
سیح ہے نہیں نبھتی کبھی نخوت کسی مغرور کی
خالی نہیں پاتا ہوں میں پندار سے کوئی
دوہی دن کی زندگی پر ہو گئے مغرور ہم
ہے معرض فنا میں ترا جاہ اور حشم
تحقیق اس کی شان ایالت خراب ہے
کوئی نہ منہ سے بات نکالو غرور کی
باپ دادا کی فضیلت پر حاکمیت گھمنڈ
ٹھو کریں کھانا سر فقور ہے
جو کہ بڑھ جاتے ہیں حد سے وہی گھٹ جاتے ہیں
اپنی طاقت پہ جو غرور نظر آتے ہیں
فقر کا سا پیالہ ہے تاج شاہی کا
اپنی اپنی حد میں جو پشہ تھا اک نمرود تھا
کامل وہ ہے جو سر نہ اٹھائے کمال پر
کیوں ہوتا ہے تو مورد الزام خدا کا
شاید بگڑ گیا ہے کہیں پانسیل کا
اب بھی دنیا میں پڑے ہیں لاکھوں بہتر آپے
سر غرور رہا اگر حباب دار بلند
اک مشت خاک کا ہو دماغ آسمان پر
لے گا خاک میں سیاچین زمیں کے تے
دو ہاتھ ہیں تھکے خدا کے ہزار ہا
دم بھر میں کیا ہوا تھا دم بھر میں طے کیا تھا
کیوں چڑھ کے اس فیل پہ بیتا ہے خردماغ
او سر ہم بغیر کیوں پھولا ہے اس دستار پر
کچھ مال کام آیا نہ زیر زمیں گھمنڈ
وہی دل ہے جس میں کدورت نہیں ہے
تن کو ہے کس روح کی پھر آشنائی پر گھمنڈ

عیش
عاجز
عالم
عزیز
غافل
فیض
فدا
فرخ
فوق
فروغ
قام
قدرت
قدر
قلق
قول
کمال
کیف
گوریا
میکش

غور

جنہیں زندگی پر غور ہے انہیں عقل ہے غور ہے
سفر اس سر سے ضرور ہے کہ قیام عمر و اس نہیں
مکبر علم کا الجیس کو تھا جو گیب لمحوں
انست اپنی بختی سے خدا نے کیسے جاہل کو
جو ہو غور شکر کو تو دیو باری ہے
وگر نہ خاک کا تپنا ظہور باری ہے
مندوب سے خدا تو بھلے آدمی کو ہے
جو بے جا و بیکہ پاپ اپنے وہ بیل ہے
دور و ز کے شباب پر اگر ہے اس قدر
سب سے چھلی ہوئی جو ہے تو کمر ہے
دنیا کی سلطنت نہیں کچھ مال غافل
اتنی ہی کائنات پہ اتنا غور کیا
جولا ہوا ہے کس کے جبر سے پر آدمی
اس مشت خاک کو ہے الہی غرور کیا
دانش پر گھمنڈ اپنا جو کرتا ہے پشت
دانش کہ وہ شخص ہے مجوں سے آگے
نہ ہو مغرور اتنا زندگی پر سوچا ہے غافل
قضا کا وقت ملتا ہی نہیں کتبائے آیت میں
کرنے ہیں جس قدر کہ فقیروں سے یہ غور
ان مغرور کی شست دجاہ اس قدر نہیں
کرتا ہے

میکش
نہ
مکبر
انست
جو ہو
وگر نہ
مندوب
جو بے
دور و ز
سب سے
دنیا کی
اتنی ہی
جولا ہوا
اس مشت
دانش پر
دانش کہ
نہ ہو
قضا کا
کرنے ہیں
ان مغرور
کرتا ہے

عسکر دور
سری بھر اٹوا ہے ترے بادۂ غم دور
سوج شراب تازہ ہے چین حبیب نہیں
دل میں سمجھے ہوئے ہیں اپنے سرمہ بھی نہیں
غواب وہ دکھایا ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں
جوڑا بول ایک دن بولے تھے پیش آیا دی
گنبد گردوں سے کھرا کر صدا الٹی پیری
مرا سکا م میں دنیا کے گندے
غور و کبر میں اپنا زین و
انگبر میں نہ کر عمر اپنی برباد
چاند اپنے ہاتھوں واد بیدا
منور نہ ہو شکر و شمشیت پر ویزو
اس دوست و اقبال نہ پھولا امیر و
کھینچتا ہے دور آپ کو کیوں ماہ و آفتاب
ہوتا ہے سچ غور و بہار ہم دوز کے وقت
ماقت ہے غور جاہ اہل فقر کے آگے
یہ تاج و تخت ہے رد کردہ ابراہیم اودھم کا
ہوا جو خود اس باغ میں جلدی قفا بولگا
قیام زنگی گل تاہستی بو ہو نہیں سکتا
کے فصاحت جتنے ہیں کتنے یہ جوش و خروش
توڑ پڑتا ہے کسی دریا میں کب بیلاب کا
کمال نشان ہے

کس بات پر ترا ہے دماغ آسمان پر
سنبھل کے گور غریباں پر کھ قدم مغرور
جسم خاکی کے تگ و تاز پہ معر و مہو
مان کہنے کو مرے ترک رعونت کر کہ یاں
کا سے سر غرور کے کھاتے ہیں ٹھو کریں
نہیں نشہ جاہ میں مست منعم
مغرور جو اتنا ہے تو اس بے ہنری پر
اس عروج چند روزہ پر عجب شے، یہ غرور
دماغ جھڑ گیا آخر ترانہ اسے نرود
بس ایک دم کے ہیں آسٹنا ابھر کے نہ چل
پامال ٹھو کروں سے ہے وہ کاسہ ہائے سر
انسان ہو تو کام نہ شیطان کا کرے
کیا بڑے محلوں پہ کرتا ہے غرور اے بے خبر
وہ شخص فرشتہ نہ کہیے اُسے انسان
آنکھ پر پردہ پندار پڑا رہتا ہے
جسم خاکی میں کب بجا ہے پندار
چھوڑا ہے تہر خوی اور یہ سب نحو بینی
منہ سے نکلتے نہ کبھی حرفِ تعلیٰ ہرگز
سراٹھیا جس نے مینا کی طرح اس دہر میں
نہ کر جسم گلی پر ناز ناداں
سرکشی سے فسو نہیں آتا
جس سر کو غرور آج ہے یاں تا جوری کا
تو جہاں کے بحر عمیق میں سر پر ہوا نہ بلند کر
مر گئے پر خاک سے سب کبر و ناز
کیا کوئی زیرِ فلک اونچا کرے فرق غرور
فرو آتا نہیں سرناز سے اب کے امیروں کا
غفلت سے ہے غرور تجھے وزن ہے بھی کچھ
تھوڑی ہی دور کھینچنا ہے کیا آدم آپ کو
پیش حضرت آدم اگر اک سجدہ کر لیتا
شیطان بن گیا ہے فرشتہ غرور سے
کمال زہد و تقویٰ پر نہ پھولے آدمی ہرگز
بحر ہستی میں جابوں نے ابھر چلنے پر
رکتے ہیں کہیں پاؤں تو پڑتا کہیں ہے یہ

کہ فقیر و تواکیر د میں میں ہے
 قدم پہ ہے اک سریاں زمیں کے تھے
 باتا ہے جو رستہ میں یہی مرکب ہے
 بازی بشیر دیکھا ہے سر مغرور کا
 جھکائے نہ یہاں سر اٹھائے
 جم کہہاں جام جم دیکھتے ہیں
 بر و غنا سے تری طینت کا ہے خمیر
 گرا پھر صاحب جاہ و حشم اٹھتا نہیں
 پیشہ سے کچھ بس تری خدائی کا
 سے آنکھ یہاں پر نہ اسے جواب ملا
 ماتھا ہم نے جن میں سر سر بھرا غرور
 رشت خاک سے تو نہ ہو یا خدا غرور
 دم اک دن رواق آسماں ہو جائیگا
 میں نہ اٹھے جس کے خیال میں مائی
 کس طرح مجھے چشم بصیرت ہوگی
 یزی انانیت کرے گی تجھے خوار
 حق کا نہ دل سے اگر ہے خواہاں
 ل دیکھے جو کبھی غور سے انساں اپنا
 منے آنکھوں کے اک دن اس کا نیچا سر ہوا
 رشت خاک سے اک دن ہوا ہے
 جف بندے ہوئے خدا نہ ہوئے
 اس پہ ہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
 یہ پنجرہ جو بود ہے کسی موج پر کا جاب ہے
 جھکے سر کو کسی مغرور کا
 ایک پتھر حادثہ کا آگسا سر چر گیا
 اگرچہ آسماں تک شور جائے ہم فقیروں کا
 یاں وہ سماں ہے جیسے کہ دیکھے ہے کوئی خواب
 اس مشت خاک کا ہے دماغ آسماں پر
 تو ابلیس لعین شیطان پھر مشہور کیوں ہوتا
 کیا فائدہ ہوا جو پڑھی جا بجا نماز
 کہ انساں کو برا کر دیتا ہے یہ بانگین اپنا
 ہر قدم کھائے ہیں موجوں کے تھیرے کیا کیا
 سنبھلو زمین ہے فلک مفتیں نہیں

کمال انسان نے پیدا کیا جو گاؤں زوری سے	تفاخر کیا ز میں اک گاؤں نے سر پر اٹھائی ہے	ناخ
آخر غذا کے مور ہے ہر جہت قوی	اٹھار زور کرتے ہیں پیل دماں عبث	"
کا چینی پہ اے منم نہ کرتا عسور	ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سرفقور کو	"
غور اور دور زہ عبث ہر تجھ کو اے اسفل	میں مثل ماہ گردوں ہوں تو مثل ماہ مقنع ہے	ناخ
چونہ بتیں گی خاک میں منسم کی ہڈیاں	بیجا غور کرتے ہیں دہر خراب میں	"
مرد خدا سے منعمو اچھا نہیں غرور	فرعون کو ڈوبو دیا موسیٰ نے آب میں	"
تاقم و نیجاہ پر اہل دول کو کیوں ہے ناز	اک کفن مرنے پہ ملتا ہے گدا و شاہ کو	"
ٹھوکریں کھائے گا اک دن سرکشی اتنی نہ کر	ادھر بے مغز کیوں بھولا ہے اس رفتار پر	"
بھری ہے باد نخوت جس کے سر میں	جباب آسا ہے وہ دم بھرا بھرتا	وقار
نہیں دم کا بھروسہ نکلہ میں بحر ہستی کے	فقط اک جام مے پر کیا جباب آسا بھرتا ہے	"
یہ اہل کبر مئے باد کا رنگ نہ رہا	مکان کیسے کسی کا مزار تک نہ رہا	واسطی
اہل نخوت کی رکھے دور فلک کب نخوت	نیشہ بادہ سمجھ ہوتا ہے انجسام تہی	ہمد
اے شمع نزم دہر میں اتنا نہ سہ اٹھا	گلگیر دیکھ لے کہ ہے رکھا لگن کے پاس	ہوش

غریب

غریب میں کس طرح نہ پریشان ہو غریب	اک عمر ہو گئی نہیں آیا ہے گھر کے خطا	امیر
شگفتگی کے ہوں سااں نہار غریب میں	پرایک سی ہے خندان و بہار غریب میں	"
امید و بیم غم بیکسی و درون سراق	یہی رفیق ہیں دو تین چار غریب میں	"
تہید ستوں کو کیا خوف بلا آسانی ہے	کف افسوس مل کر رہ گئی برق اپنے خرمن پر	"
میں غریب اور غریبوں کا خدا والی ہے	ہونے دوسارے زمانے کو ادھر ہونے دو	"
خنجر کھچا جو میان سے چمکا میان صف	جو ہر کھلے جو مرد وطن سے نکل گیا	"
نازاں ہے وہ قسمت پر یہ ہے شاکی قسمت	ظاہر میں یہی فسق ہے محتاج و غنی میں	ابر
سااں اگر نہیں تو حوادث سے کیا خطر	جو نخل بے ثمر ہے وہ ہونگساں کیا	امیر
دروپش ہم سے دولت دینا ہے اس لیے	رہ جائے روئے زشت کا پردہ نقاب میں	"
یار و غریب کا کوئی اس کے سوا نہیں	وہ آشنا جس کا کوئی آشنا نہیں	"
ہم ہیں مفلس مفلسوں کی ہے ہیں معلوم قدر	اہل زر جو ہیں کریں وہ اہل زر کی آبرو	"
مکان کہنہ میں کیونکر غریب کی ہو سیر	جو سقف ایک ہی چھٹیے میں چار سو ٹپکے	"
چھین لیگا کس طرح کوئی زبردستی اسے	مفلسی بھی کیا کسی زردار کی دولت ہوئی	"
امیروں سے کہو بھولیں نہ کنواں و مشجر پر	گزر جائیگی تجا جوں کی بھی ایک ایک چادریں	"
ہے ایک دیدہ مادر میں طفل خرد و بزرگ	گدا و شاہ میں کچھ فسق نہ یر خاک نہیں	"
مفلسی موائی سیروں کو کرے کون سلام	کسی سرکش سے جھکاتی نہیں گردن مجھ کو	"
مفلسوں کو دیدہ کم سے نہ دیکھو منعمو	گنج سے خالی نہ سمجھو اس کو جو دیرانہ ہے	"

غریب

منعموں کو ہر مبارک شمع کا فوری آبیہ
 چہ ہمارے خانہ تاریک میں روشن چراغ
 تنگ دستی سے ہاں ہے رزق شام کی تدبیر میں
 دن گزر جاتا ہے بیکسی نے لطف دکھایا
 غریب کام آتی بیکسی پہ پوچھا بھوکا
 مے خالق نے سب سے پہلے پوز افلاک
 امیروں سے فقروں میں زیادہ سوز افلاک
 دو شلے میں کہاں وہ جب قدر گرمی کے کھل میں
 دعوت درویشی ہی مشکل ہے سلطان اک طرف
 تنگ کیا بویا بھی اپنے مسکن میں نہیں
 غریب بس رہی ہے ہاتھ نہار
 کچھ احتیاج حاجت ابر کا کیا
 ہم غریبوں کا خدا ہے نا خدا اور کا کیا
 طالب علاج کسی رستہ کیل نہیں
 مے افلاس سے سب مال مجھے مان نہ کیا
 وہ پیاسا ہوں کہ جس نے آبر بخشی ہے دریا کو
 مرد بے زر مرغ بے پر ہے غریب
 مفلسی میں زندگانی ہے غریب
 غفلت کی نہ رہے دل کی مفلسی کے سبب
 خزاں نے رنگ اڑا دیا چھتیاں سے
 حال غریب میں

غریب

مفلسی اپنے کو بیگانہ بنا دیتی ہے
پوچھنا کون ہے ان کو جو ہیں نادار غریب
عالم غربت میں ہوں وہ خاطر ہے آرزو
بس کی قسمت میں تنہا ہے وطن تک بھی نہیں
کس سے کہے مصیبت اپنی ہاں
کوئی سنا نہیں غریب کی بات
ہم نے غریب پہلے پہل گھر سے نکالے تھے قدم
مفلوں کو غریب کو غریب اتنا بھی
خدا کے بے بسی کو غریب نہیں
کہ میرے نام کا دانہ سے دھن میں نظر
پہلے بس اللہ قدم رکھتے ہی منزل میں نظر
دوسرا آئے تھے اہل وطن کوئی بھلا
کبھی جو گردش قسمت سے جا نکلتا ہوں
پکارتی ہے غریب کی کہ میں میں نہیں
اہل وطن نے مجھ کو جھٹلایا تو کیا ہوا
کافروں گرنے ہوئے دل میں وطن کی یاد
وطن میں بھی نہ چھوڑا کشمکش نے یاد غربت کی
کبھی ہم آہوئے نشوونما غربت میں
جہاں آہوئے کبھی اشک نہ پوچھیں ہوا
گرے آنکھوں سے کبھی اشک نہ پوچھیں ہوا

تجلی
توفیق

غریب

غریب

=

=

=

=

=

=

=

=

حال غربت میں کہوں اہل وطن کا کس سے
کچھ عجیب عالم غربت نے دکھایا نقشہ
رخ افلاس خدایا نہ دکھانا مجھ کو
جان بچتی نظر آتی نہیں غربت میں آسیر
راہ غربت میں کس نے ساتھ دیا
اوقات کا نہ حال غریبوں سے پوچھیے
کیا غم اگر وطن میں نہیں صورت آشنا
تنگدستی نے زمانے میں یہ پایا ہے رواج
انہیں کیا نعمت الوال سے جن کو عرش سے آترا
درد دیوار پر حشر سے نظر کرتے ہیں
آسمان پر سے پھر گیا پھر جائے
ہزار تیغ کے جوہر ہوں دیدہ بیٹا
مفلوں کے دل سے پوچھا چاہیے حصر ہوا
مفلسی کا دور ہے کیا لباس فخر
مفلوں کو امن ہر جا ہے سفر ہو یا حضر
مفلوں سے کیا ملے کوئی بازار دہر میں
وہ مجھ فقیر سے زر کا سوال کرتے ہیں
غریبوں کو سر آرام ہے نہ پائے قرار
افلاس سے ہے باب ملاقات مقفل
پاک رکھا ہیں دنیا میں تہیستی نے
مدتیں گزریں چمن چھوٹے ہوئے
خدا کھوئے غریب کو کہ میرا کھوج تک کھویا
یہ ما عیش غربت سے وطن کی ذلتیں اچھی
حال غربت میں دیکھے کیا ہو
نام ذلت نہ رکھیں کس لیے ناداری کا
ہو گئے زرد غم و رنج سے خود صورت زر
تسلیم مفلسی سے دم وزن منزلت
بے زری سے زرد ہو جاتا ہے انساں دہر میں
مفلسی سے اہل منی کا نہیں گھٹا وقار
غربت میں مر کے رہ گئے بے گور بے کفن
آئی نہ بھول کر بھی ہوائے وطن کبھی
ہم سفر کوئی ہو غربت میں بھل جاؤں گا
اتنی مدت گزری غربت میں کہ دل تک بھول کر

وہ یکس دور رہے سب و مکاں دور رہے
کہ مجھے نقشہ یاران وطن بھول گیا
پانچ دن زسیت میں ہفت ہزاری کھنا
مرگ ہم کو لیے جاتی ہے وطن سے باہر
سایہ مجھ سے چلا جڑا ہو کر
ہے زسیت نان توشہ و آب سبیل پر
پہچانتے ہیں وادی غربت میں سب مجھے
یوسف اس راہ میں تکتا ہے خدیار کی راہ
یہی اک جو کی روٹی اورا بے ساگ کا جوڑا
خصت لے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں
ملاکبہ و حشم نہیں رکھتے
غریب کا کسی سفاک کو خیال نہیں
گرد بادوں کے تنق ہیں خانہ برباد میں
گر گیا کہنہ دوشالہ بھی کنارے اندنوں
زر نہیں تو ڈر نہیں سارق ہو یا قسراق ہو
سودانہ ہاتھ آئے جو مٹھی میں زر نہ ہو
مرا ہو عسرق انفعال کرتے ہیں
بگوئے بن گئے ہیں ہر دان کوئے فراق
مہان بھی آتا نہیں نادار سمجھ کر
آپ زر سے کبھی دامن نہ ہوا تراپنا
آشیاں کس شاخ پر تھایا دیکھا
نہ دنیا میں ٹھکانا ہے نہ عقبی میں کوئی گھر ہے
مگر لطف سفر وہ ہے حضر خود جس کا شعبہ ہے
رہ خطرناک اور منزل دور
مال آیا اگر اس دور میں عزت آئی
مفلوں کو جو کبھی خواب میں زیاد آیا
ماند حرف وصل نہیں اعتبار میں
پوچھتا ہے کون لے تسلیم مفلس کا مزاج
کس جگہ رتبہ سے حرف جملہ جاتا رہا
آکر بجو لا خاک میں ہم کو ملا گیا
غربت زدوں کا دشت بھی سنان ہی رہا
لے کے میں داغ وطن گھر سے نکل جاؤں گا
اب تو یاران وطن کی یاد بھی آتی نہیں

اسیر
آتش
انشا
اختر
بحر
بیدل
بیان
پرتو
تسلیم

اشکِ خوں دل سے نکلتے ہی گرے آنکھوں سے
خیرمِ شامِ غریبی کی مناتے ہیں جلیل
ہیں تو یاروں سے بچھڑے ہوئے زمانہ ہوا
شگفتہ خاک ہو غبت میں غنچِ خاطر
کارواں کا دشتِ غبت میں نہ پایا کچھ تپہ
یارانِ وطن کچھ ایسے بھولے
پاؤں اٹھتے نہیں افلاس کی زنجیر پری
بجِ غربت کی کوئی آوارہ وطن سے پوچھے
ہم کو غربت میں بھی ایسے رنگ آتے ہیں نظر
کہتا ہے سروشاخِ ثمر در کو دیکھ کر
اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گونفلک
دنیا میں فکرناں ہے عدم میں عذاب ہے
ہم صغیر و کچھ نہ پوچھو رعب کا غربت میں حال
کوئی میری خبر لیتا نہیں دور از وطن ہوں
غربت سے جو پلٹے تو رہا کچھ نہ ہمیں یاد
غربت میں جز خدا کے کسی کا نہ تھا خیال
زاد راہِ پاس نہیں اور سفر ہے درپیش
سمو رو قائم و سنجاب ہے مرا میں محرم کو
دشتِ غربت میں ہوں آوارہ بگولے کی طرح
غربت میں رنج کھاتا ہوں ہو کر ہیں گھر سے دور
غربت میں مل کے کہتی ہے یہ یادِ اتر با
تکلیف ہی ہیں ہوتی ہے آسائشوں کی قدر
لاشہ ہمارا دادی غبت کو تھا عزیز
چرخِ بے ہر نے رہنے دیا اک جانہ سراج
اہل صفا کی قدر ہو غربت میں بیشتر
بر باد ہوں جب علمِ غربت میں سبکبار
خانہ بدوش جو کہ ہیں ان کا ہے یہ کلام
بے برگِ درخت کی نہیں قدر
غربت کے فزوں ہوتی ہے قدر اہل ہنر کی
یوں تو سب اپنے دوست ہیں سب کے ہر سہم و راہ
آئے قرار کیونکر ان کے دلِ حسریں کو
بے پایہ مر بھی جائے تو حاصل نہ ہو فروغ
گو ہر نکل کے بطن سے ہوا عزیز

کیا بڑی چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
جن کے سایہ میں غریبوں کی بسر ہوتی ہے
ہماری یاد بھی اب بزم دوستاں میں نہیں
جلیل اپنے چہنم کی ہوا نہیں آتی
میں جس کی طرح سے لے جوش نالاں ہو گیا
اک دن بھی صبا نہ آ کے جھانکی
بہر پرواز عطا کر مجھے شہیدِ یارب
ہوش اڑا دیتی ہے اتناں کے ہوائے غربت
بسکہ ہو جاتا ہے دل یاد وطن سے باغ باغ
مفلس ہے بے وقار تو انگر کے روبرو
لعل کیوں اس رنگ سے آتنا بندھتاں چھوڑ کر
سیح تو یہ ہے غریب کی مٹی خراب ہے
عندلیب خوشنوا ہے محوِ داستانِ وطن
درو دیوار بھی روتے ہیں اب تو میری غربت پر
اجاب کہاں اور کہاں تھا وطن اپنا
اجاب یاد آئے جب آیا وطن کے پاس
میں یہ کہتا ہوں کہ ہنگام مرا کیا ہو گا
رکھتے ہیں اسرا غریبے لنگ و لہج آتش کا
ڈھونڈھتا ہوں پر نشانِ کارواں ملتا نہیں
ہے آشیانہ بلبل بے بال و پر سے دور
کم بخت کس لیے تو وطن سے نکل گیا
غربت میں مسافر کونہ کیوں آئیگا گھر یاد
خود شامیانہ قبر پر چرخ کہن ہوا
روتے ہیں عالمِ غربت میں بٹے گھر والے
گوہر کو آبرو نہیں حاصل وطنِ من خاک
جوں نکھت گل خاک ہو پھر قصد وطن کا
غربت میں وہ مزا ہے کہ یاد وطن نہیں
پرسان نہیں کوئی تغلسی میں
در خواہ گہرے کہ عدن میں نہ رہوں گا
جس سے نہیں ہے میل وہ غربتِ وطن میں ہے
بے خانماں جو ہو کر رخصت ہوئے مکاں سے
جلتا نہیں چہرہ اغ بھی مفلس کے گور پر
قدراں نے پائی جو کہ غریب الوطن ہوا

غریب
 گھیری ہیں بہت راہ میں غربت کی بلایں
 مثل ہے پہنچ جائیں مست لاجو وطن تک
 غربت میں جان دی نہ ہوئے بارشِ بے پیر
 اٹھے سبک کہ چار کے کا ندھے چرھے نہیں
 اے آسماں کہاں تک ایذا سے دشتِ غربت
 غور کر ہے جسم اپنا آسائشِ دہن میں
 زمانہ ہو گیا غربت میں اے خدا ہم کو
 کرم سے تر سے ریاضت کا پھل بھی حاصل ہو
 ہو گئے احبابِ غربت میں گجائوں سے سوا
 یوں سفر میں بھول جاتا ہے وطنِ ثابت ہوا
 تقدیر لائی عالمِ غربت میں کھینچ کر
 اہل وطن کی ہائے وہ صحتِ بے پیری
 جو گزرتی ہے مجھ پر غربت میں
 بیکسی کوئی اس کو کیا جانے
 غربت میں ہو گئی بس اپنی عمر تمام
 ہم کو تو یاد بھی نہ رہا وہ وطن کہاں
 محروم ہیں غریب کریموں کے فقیں سے
 بانی ہے ہر کے لبِ صل نہ تر ہوا
 غریب میں عاقل کے نکلا ہے دم
 وطن بھیں پہنچے خبر کر تکلیف
 افلاس

غصہ

اسیر	سایہ جن میں یہ انسان رہا کرتے ہیں	سے بجا اہل جنوں اہل غضب کو کہنا
زمانہ	ہے علم مثل گل کے گویا ہے خار غصہ	ہے علم و چہ عزت کرتا ہے خوار غصہ
راز	ریخ کھاتا ہے پے غیر جو ہوتا ہے نجیب	غصہ پی جاتا ہے ہوتی ہے شرافت جہیں
ثبیتہ	کرتا ہے سوا فادو شکر کو غصہ	کھودیتا ہے عقل و ہمت کو غصہ
"	دیوانہ بناتا ہے بشر کو غصہ	شیطان جو کرتا ہے رگ دلیں جلول
فدا	توہین خویشتن ہے لقب اشتعال کا	تکیر نفس میرے وظیفہ کا نام ہے
قدر	وہ آدمی ہے رکھے جو وقت غضب لحاظ	خنجر کے مثل جامہ سے باہر ہوا تو کیا
تعلق	ندامت غیظ سے ہوتی ہے خوشنودی تحمل سے	یدی کا بدآل کار ہے نیکی کا نیک آخر
واسطی	زر جو کشتہ ہو گیا اطلاق زرجب تار ہا	کیا بشر اس کو کہیں غصہ سے جو بجائے جن

غفلت

اسیر	مار کھائے جو سبق طفل دبستاں بھولا	کیوں نہ پائے وہ سنا جو ہو خدا غافل
"	دیتا ہے ہر سحر یہی پیغام آفتاب	چونکہ شب خواب تغافل سے غافل
"	ہمیشہ غافل کو کہتے ہیں اہل قریب	آتی ہے کان میں یہ لب گور سے صدا
"	کوچ کی صبح نمایاں ہوئی سوتا ہے عبرت	اہل غفلت سے یہ کہہ دو کہ ہوئے بال سفید
"	کور و کر بنجاتے ہیں کیسے سینکر دیکھ کر	صبح تو ہے یہ اہل عالم کیا تغافل پیشہ ہیں
"	دولت کسی کو ہاتھ لگے جیسے خواب میں	غفلت تجھے دکھائے گی دنیا کی عشرتیں
"	کھلتے ہی آنکھ کچھ نہیں رہتا حباب میں	اس بحر بے ثبات میں غفلت ہے زندگی
"	شب کٹی صبح ہوئی کوچ میں تاخیر نہیں	خواب غفلت سے ذرا کھول مافرا نکھس
"	خاک ہو جاؤ گے اک روز ہوا جانے دو	غافل کو کچھ تو ڈرو آب سے آتش نہ بتو
"	کچھ خیال عدو نہیں رکھتے	اہل ہمتی ہیں کس قدر غافل
"	رہ سیلاب میں غافل بناتا ہے مکاں کوئی	نہ کر فکر قیام اس میں کہ آفت گاہ ہے دنیا
"	دن چڑھ گیا ہے دھوپ بھی بالیں پہ لگی	منزل ہے دور سوتے ہو کیا غافلوا اٹھو
"	کہ کہاں سے ادھر آئے تھے کہا آئے چلے	وائے غفلت ہیں اتنا بھی نہ معلوم ہوا
"	مسافر بھولتا ہے خواب میں تکلیف منزل کی	اسیر اس بزم میں غفلت سے بھی ہر منفعت کیا کیا
"	شب کو سویا کئے ہم صبح کے ہنگام چلے	مر گئے شب میں غفلت میں کٹا عہد شباب
"	جاگ غافل صبح پیدا ہو گئی	ہیں پیام مرگ پہ موئے سفید
"	زاد راہ عدم نہیں رکھتے	کیا چلیں ہم کہ ہاتھ خالی ہے
"	یہ سراسر شب کے شب میں رہ گیا تو رہ گیا	غافل اس دنیا سے فانی میں نہ کر فکر قیام
"	کوچ کا وقت ہے یہ خواب سحر خوب نہیں	غفلت اچھی نہیں غافل کہ ہوئے بال سفید

غفلت
مردوں کو زوال و ہر سے غفلت نہ چاہئے
روباہ جلیہ سار ہے شیروں کی گھات میں
دن جوانی کے گئے موسم پیری آیا
چونکہ غافل کہ بھر ہوتی ہے رات آخرت
کس طرح آئے نظر کیفیت بزم فنا
پیر غفلت ہے آنکھوں پر نقاب زندگی
ابو اس غافل مصیبت پر مصروف باز
آگیا وقت زوال آفتاب زندگی
محفوظ ہے دوری عالم ایشام ہے
نے صبح نہیں مقصد سے اگر غافل ہے
جرم جاہل نہیں مقصد سے کہ ہر منزل ہے
راہ بھولا ہوا کیا جانے کہ ہر منزل ہے
چاروں کے لئے رہتا ہے قیامت بانی
کام وہ کر کے رہتا ہے دنیا پرست
غافل نہ بھول دولت کا ہے جھلا اعتبار ہے
اس دہو پہ چھاؤں کا ہے جھلا اعتبار ہے
توان بیکار رہنے زندہ بعد از جنگ باد آید
جوانی جا چکی پیری میں اب سمجھ کر رہیں
غفلت سے اہل کبر بھی چو نکلتے نہیں
ان کا بھی خواب کم نہیں مردہ کے خواب ہے
غفلت دنیا

عظمت

پیش

غفلت
 خدا کی یاد جوانی میں غافل کر دو
 دگر نہ وقت فضیلت تمام ہوتا ہے
 ہمیشہ بھاڑتے ہیں گرد پیرن غافل
 نہیں سمجھتے کہ ہے زیر پیرن مٹی
 عطر کیا ملتا ہے غافل آخر کار ایک دن
 بسے آب سودہ رکھا وہ پیرن کیچھے نہیں
 گفتگو سے اہل غفلت کی حقیقت کیچھے نہیں
 خواب میں چلبے مرخند آدمی خاموش ہو
 جانتے ہیں اہل جہاں گل کی طرح کیا پیش
 شبنم گئے اس باغ سے کہاں رو کے
 گناہوں سے تو کر لے غافل
 دہ فرست ہے دم باز ہیں تھوڑی سی
 کچھ رکھ نہ پا کو جادے سے غافل
 پھیرا اس نے کھایا جو راہ بھولا
 جوانی کو غنیمت جان غافل
 ہری ہوئی نہیں پھر کھڑا شاخ
 گاہ ہستی میں عدم کا دیوان ہے کس کو
 تماشہ گاہ ہستی میں خلوت خانہ آتا ہے
 کسے اس بخت میں یاد خلوت خانہ آتا ہے
 سوئے ہوا ہم رہ گئے انوس آہ
 قافلہ یاروں کا سفر گر گیا
 عالم میں

غفلت دنیا کہاں آسائش عقبہ کہاں
 نرمی اہل جہاں پر نہ ہو غافل اسے دل
 آنکھ پیری میں کھلی کھو کر شباب
 چھوڑ کر گنج عبت سانپ سے مشغول ہے تو
 جانا ہے دور قافلہ منزل سے جا چکا
 اجل سر پر ہے بالوں میں سپیدی جاگ اٹھا
 یہ گنبد خمیدہ نہیں جائے اعتماد
 خیال ہستی موہوم دل سے دور کر اٹھ
 حیف ایام جوانی کے چلے جاتے ہیں
 دائے قسمت غافل آیا میں ایسے
 تن سے باہر آ کے دھیان آیا عدم کا راج کو
 وقت سفر ہے شور ہے چیت سا فر قافلہ راہی
 پیری میں بھی ہم تہرا افسوس
 اس قدر ہو رہو کیوں پاؤں پھیلائے ہوئے
 دیکھ غفلت میں جوانی کو نہ کھو
 نہ رہنے نہ جانے کی ہم کو خبر ہے
 دنیا کا یہ رنگ اور ہم کو
 افسوس آنکھ خواہ تغافل سے تب کھلی
 عین غفلت میں خوش اس طرح یہ اہل جہاں
 حال ہشیاری کا بیدار دلوں سے یو چھو
 کیا ہوا تجھ کو کہ غافل ہے او اصر سے ایسے
 جوانی اور پیری ایک رات اک دن کا وقفہ تھ
 سماں ترقیوں کے ہوتے رہیں گے یوں ہر
 اٹھ جائے جو آنکھوں سے پردہ کہیں غفلت کو
 چار دیواری عرصہ یہ نہ بھول اسے غافل
 خواب غفلت میں تجھے ایسے مبتلا
 غفلت میں ہم نے عہد جوانی کو کھود
 نفس امارہ سا کہتا ہے یہ سرکش و شہر
 کوئے مقصود سے یوں رکھتی ہے غفلت مجھے
 اخیر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کا
 پردے یہ غفلتوں کے اگر دل سے دور ہو
 مگر جانا نہیں شاید کہ یاں سے اہل عالمہ
 نہ خوش ہو فرہی تن سے غافل

خواب راحت اور ہے خواب پریشاں اور
موم ظاہر میں تو باطن میں ہیں نو لاد یہ سب
شام کو سوئے ہوئے بیدار صبح
فکر کر دین کی دنیا کی محبت کب تک
کھولو اسیر آنکھ کہ کم رات رہ گئی
سحر پیدا ہوئی خورشید آیا تیرے بالیں پر
اے بیخبر نہ سوتے افلاک اینڈ اینڈ
سفر درپیش ہے تجھ کو تو اس پر آہ غافل ہے
ہر گھڑی دن کی طرح ہم تو ڈھلے جاتے ہیں
عمر بھر غافل رہا غافل گس
قید سے چھٹ کر مافر کو وطن یاد آگیا
واہ ری غفلت فکر نہیں کچھ بیٹھے ہیں اب تک کھوئے کو
بچپن کی نیند سو رہے ہیں
زنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے
عمر بھر میں اک ہی تو رات ہے
یہ کیسی اقامت یہ کیسا سفر ہے
کچھ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں
جب آفتاب حشر نمودار ہو چکا
جیسے ہنس پڑتے ہیں لڑکوں کو جو آجاتی ہے نیند
ہم تو غافل گئے غافل رہے غافل آئے
حرص سے طبع ہے مشتاق نوا ہی تیری
خمار و نشہ میں دونوں کو کھویا ہائے کیا سمجھے
ہم میٹھی میٹھی نیند میں سوتے رہیں گے یوں ہی
مہر شے میں نظر آئے جلوہ تری صورت کا
کہیں ایسا نہ ہو لڑکوں کا گھر وند اہو جائے
ابستہ میں کچھ نہ سو جھی انتہا
اب بیٹھے ہاتھ ملتے ہیں کھو کر تمام رات
آدمی کے لئے غافل نہیں رہنا بہتر
جیسے سو جانے سے ہو جاتے ہیں بیکار قدم
بہار عمر ہوئی کب خزاں نہیں مسلم
مائل سو سجود سیر پر غم و ر ہوں
یہ دو دن کے لئے کیا قصور و ایواں مول لیتے ہیں
سبک کرتی ہے مردہ کو گرانی

عالم ہیں خوش آیا از بسکہ اس جہاں کا
صورت ریگ رداں گرم سفر ہوں رذائب
حال پر اپنے کسی وقت تو کر چشم کو تر
راحت طلب کو رنج کشوں کی خبر کہاں
صد آتی ہے کیوں غفلت میں تم لے اہل تباہ ہو
کھو کر کے جوانی نہ کرو پیری میں غفلت
مستی سے سو ملک عدم جانا ہے اک دن
سو گئے کب تک بس اب اٹھو نہیں
قرین مہر کے ہے آفتاب قیامت
حق سے اگر ہے غافل ہرگز نہیں ہے عاقل
پھنسا یا جھوٹی باتوں سے مجھے دنیا نے غفلت
غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی
کچھ قدر نہ کی عہد جوانی کی صدا فوس
کون ہے ایسا نہیں ہے موت کی جس کو خبر
خواب غفلت سے نہ چونکے اہل عالم یہ غضب
چھپر کھٹیاں جو سونے کی بنائی اس سے کیا حاصل
اکبر غافل اٹھو یہ خواب غفلت تا کجا
کیا تم سے کہیں جہاں کو کس یا یا
عبادت نہ کی اور کئے فعل زشت
کئے جاتے ہیں عمر کے پورے دن
اپنی منزل کو پہنچ بھی گئے جانے والے
نیک نامی کی نہ پانی نگہی اس نے خوشبو
پٹے بے خبر ہائے سوتے رہے
غفلت میں ہیں سرمست بدلتے نہیں کوٹ
کٹی عمر غفلت میں اپنی تمام
یہ تھا مرحلہ جس کو سمجھے تھے گھر
گئی راہیگاں مفت عمر عزیز
گیا وقت اور ہاتھ آیا نہ کچھ
فکر دین کے ساتھ رکھنا فکر دنیا بھی ضرور
غافل یہ لوگ چین سے بیٹھے ہیں ہے غضب
ہو نہ غافل کہ ہر اک شخص ہے ہماں بیٹھا
فصل گل اگر گئی فصل خزاں حاصل ہوئی
بعد نہ کوئی امر نہ ہم سے ہوا اے بحر

آکر عدم سے بھولے نقشہ بھی ہم وہاں کا
کچھ نہیں معلوم جاتا ہوں کہ ہر منزل کہاں
ہے پھر اندھا وہ کنواں جس میں نہیں پانی ہو
آگاہ کیا سوار ہے تو سن کے بوجھ سے
برنگ بوئے گل اس باغ میں وودن کے مہاں ہو
شب کا ہے نہیں خواب یہ ہے نیند سحر کی
اودل تجھے کچھ فکر بھی ہے زاو سفر کی
دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا
عبرت قبر پر سائباں کھینچتے ہیں
ہنری جو ہے تو پھر کیا پرویز ہے تو پھر کیا
سایا مجھ کو اس مکار نے افسانہ خواں ہو کر
عاقلوں کو بے غم عقبہ مزہ ملتا نہیں
ہم رہ گئے غفلت میں یہ آیا بھی گیا بھی
پھر جو غفلت ہے تو یہ دنیا کا اک دستور ہے
گو بہت نیرنگی شام و سحر دیکھا کئے
کر کچھ غافلوں کچھ قبریں تدبیر سونے کی
عمر کی شب ہو چکی وقت سحر ہونے لگا
غفلت ہی میں آدمی کو ڈوبا پایا
ہم آئے تھے کیوں اور کیا کر چلے
نہیں معلوم جائیں گے کہاں تک
فقر و فاقہ میں تو اے قوم رہے گی کب تک
چڑھ گیا مغز میں جس شام کے غفلت کا ہر اس
عبرت نقد اوقات کھوتے رہے
گوسر پہ اٹھائی ہے زین شور درانے
گیا دن کو زور ہونے آئی ہے شام
جہاں کس کچھ نہ زاد سفر
نہ کی چیز نا چیز میں کچھ تمیز
بہت کھو کے بھی ہم نے پایا نہ کچھ
ہیں بہت دشمن کہیں دھوکا نہ دیجائے کوئی
کوس رحیل کی ہے صد اور زیاں بلسند
گوریں پاؤں کو لٹکائے ہے انساں بیٹھا
وائے غفلت دونوں ہاتھ اپنے گریبا نہیں ہے
نا کام رہے کچھ نہ کیا کام خدا کا

غفلت
اہل بازار جہاں گندم نامیں بوز و ش
غافلوں سے کب ہوا سودا خد کی راہ کا
جو دار فانی میں گھر بنائے کچھ تو کو بھول جائے
بنائے پوشاک ٹھکان لائے خیال رکھے ذرا کفن کا
آدمی گردش پایم سے غافل نہ رہے
کس ہو گا خدا جانے سحر کیا ہو گا
شام کی دال میں ہے سب کچھ یہ خواب ہو گا
اک دن خیال میں ہے سب کچھ یہ خواب ہو گا
دل سسکتی جب ہوا بگاڑ ہو گیا
چشم غفلت نظر میں باغ خالی ہو گیا
بلخ خبر اپنی نظر میں جب بے خبر ہو گیا
اپنے مال کا رستے جو فاضل ہوئے تو کیا
حافظ ہوئے تو خاک ہو کون ایسا ہے
اپنی غفلت سے خبردار ہو کر آیا
عبد طفلی نہ جوانی میں کبھی یاد آیا
دامی منزل تھی ہے تمام غفلت
جو بیاں آیا اسے پھر وطن یاد آیا
موت کو بدبختی جان کے ایسے بھولے
گور یاد آئی کسی دن نہ کفن یاد آیا
مناظر و مخصت جی ہم ہے غافل
چلے تو بھول گئے توشت سفر اپنا
خواب غفلت

دنیا کے بکھڑوں میں پھنسے کیوں تھیں
ساری شب متی میں گزری غافل ہوا
ہماری عمر غفلت کے سبب برباد جاتی ہے
تا کجا ہمارے دہریں تسلیم خواب
لحد کونشہ دولت میں بھولے ہیں شمع
آوارگی میں عمر دوروزہ گزر گئی
بتائیں کیا کہ ہو غفلت شباب میں کیا
اہل غفلت لذت راحت سے دیکھتے ہیں
غافل و ہشیار ہیں عالم میں مثل حرف خط
ہو چکی شام جوانی صبح غفلت تا کجا
کس قدر تسلیم اس ہستی پہ ہیں بھولے ہو
عالم کی ہے خبر مگر اپنی خبر نہیں
یہاں فریب و شیب و فرار اکثر ہے
گٹھڑی دولت کی رکھی جس کے بڑی ہے سرو
رات دن جو خواب خوریں کرتے ہیں اوقات صرف
عجب غفلت و کالی میں تراب
مرد غافل اس کو کہنے جیسے ہے طول اہل
صبح سے شام دن بھر خواب غفلت میں کٹا
جو دنیا میں رہ کے ہو حق سے غافل
اے دل غفلت زدہ بیدار ہو سوتا ہے کیا
دم غنیمت ہے نہ ہو غافل خدا سے یکدم
جو غفلت ہی میں جاگا اور سویا
نہی میں جس کی گزری عمر ساری
زندگی تھوڑی ہے کیا جانے کب آئے تو
کر و دن رات بیداری کہ غفلت ہر سہ کاری
پھنسے ہیں لذت دنیا میں اہل دنیا یوں
کیوں بڑھاپے میں نہیں واں کی تجھے فکر تراب
کیونکر نہ خفتہ بخت ہم ان کو کہیں تراب
غفلت و عصیاں میں جکی ہو گئی اوقات صرف
عمر بخبری و غفلت میں چلی جاتی ہے
منتظر ساعت کا رہ غافل نہ رہ حق سے تراب
بے طرح ہوگی اسے داں شرمساری ہائے
ہم تو غافل تھے ہو اب تجربہ

آغاز میں سب کر چکے انجام کی ٹہری
وقت طاعت آبِ حجلت میں نہانا چاہئے
خدا کی یاد دم بھر بھی نہیں بھولے سے آتی ہے
دیکھ آغاز سحر بیدار ہو بستر اٹھا
خبر نہیں کہ وہاں کام زدن نہیں آتا
اپنا کہیں غبار کے مانند گھر نہ تھا
خبر نہیں ہے کہ ہم دیکھتے تھے خواب میں کیا
دیدہ تصویر کا بنتا نہیں غمخوار خواب
غیر کو دیتے ہیں خبریں خود خبر رکھتے ہیں
اس قدر ہے بخر خواب گراں اچھا نہیں
وقت آخر ہے مگر فکر عدم رکھتے نہیں
غفلت بھری ہوئی ہے دل ہوشیار
خدا کے واسطے اتنا نہ منہ اٹھائے چلو
کچھ خبر اس کو نہیں موت کھڑی ہے سر پر
آدمی ان کو نہ کہے وہ تو گاؤں میں ہیں
چلے جاتے ہیں عمر فانی کے دن
الاماں غفلت میں جس کی عمر سب باد ہو
رات آئی اب تو جاگو کار بیداری کرو
نتیجہ اُسے کیا ملا زندگی کا
عمر آخر ہو چکی ہشیار ہو سوتا ہے کیا
زندگی نعمت ہے غفلت میں اسے کھوتا ہے کیا
کہانی کچھ نہ کی سب اس نے کھویا
وہی دنیا سے چلتے وقت رویا
اس قدر طول اہل موت سے غفلت ہے بحث
جو کوئی سویا روئے گا ہنے گا وہ جو ہے جاگا
ہو جیسے طمرہ مراد پر غراب کا حال
وقت آیا نہیں کیا کوچ کی تیاری کا
جو یاد حق سے غافل و چیدار ہو گئے
ان سے پوچھو تم نے کیا پایا یہاں کیا کھو گئے
موت سایہ کی طرح چھپے لگی آتی ہے
آئے دن چلنے کے تھوڑی زندگی گانی رہ گئی
کٹ گئی غفلت میں جس کی عمر ساری ہائے
صبح آئے گھر میں بدلے شام کے

غفلت

جوانی اندر پیری کھو کے اسے غافل و مومن
خیال پریش روزِ شہدائے کرباں کیا
غفلت طلبی کے دل تیار کیا کہاں تک
انوس تغافل و مومن نہیں بھی
غفلت جدا شربتِ شہر سے نہیں بھی
بعد فنا بھی خواب اہل ہے فرار میں
جانب غفلت کا تھا اک انوس کو دیکھا غفلت میں
اٹھا جو پردہ کھلا یہ بھی نہیں غفلت میں
لطف اساتذہ دنیا بھی دیدہ تصویر میں بھی
راحت افزا ہے کہاں دیدہ تصویر میں بھی
کھلا جس وقت منہ غفلت نے بڑھانے نہ دھا تھا
کھلی چشمِ حقیقت جب جانیے بڑھانے نہ دھا تھا
داد دم میں یہاں بیٹا اپنے کو ہے ڈاکا
خبردار اسے ماضی میں موقع نہیں آرام لینے کا
جلیل اس راہ میں مہر پہنچ جانا جو منزل پر
حکمن اپنی مٹا لیا پہنچ جانا جو منزل پر
آدمی وقف کار دنیا ہے
میان میں بیان ہے گویا
اس آپ کی غفلت پر انوس جلیل فرس
کیا کہ چلے دنیا سے کیا آپ کو تھا کرنا
ہم کو ہے

غفلت

حالی

انہوں نے غفلت میں گناہ عظیم جوئی
تھا آبِ ثقیل گھر میں گھر میں نہ جانا
جب وقت صبح اور دوپہر بھی یاں شام ہے
آخر ہوئی رات اور ابھی یاں صبح ہے
اس دارِ ثبات میں غافل نہ بننا
بھولا ہے اور جاتا ہے یاں پائیدار ہے
تقریریں کو نہ ذرا میں بنا کر کیا ہوگا
عالم خواب میں بسر ہوتی ہے یاں بیدار ہیں
غفلت میں بسر ہوتی ہے یاں بیدار ہیں
کچھ نہیں معلوم ہم کبھی غفلت میں بسر
نہ کر دوں ہم پیری کو بھی غفلت میں بسر
فائدہ ہاتھ سے منگام خرچ ہوتا ہے
نوشہ عقبات کو نہ خراک نہ جانے دیا ہوگا
تجھ کو نہیں فکر خراک نہ جانے دیا ہوگا
غافل جہاں کی دید کو منت نظر ہے
پھر دیکھنا نہیں ہے اس عالم کے خواب کو
پھر دیکھنا نہیں ہے اس عالم کے خواب کو
سیر کر دنیا کی غافل زندگی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو جو انی پھر کہاں
وہ غفلت کہ اب کیا ہم نے
جو ہیں پہلے کام کرنا تھا
نہ آدمی

غافل

تعلیم

غافل

داغ

آنکھ سے پردہ غفلت جو اٹھا کر دیکھیں
راہ رہی غفلت نہ چونکا گور تک
ہوس رہتی نہ دنیا کی نہ رہتا شہ دولت
پڑا ہے پردہ غفلت ضرور آنکھوں پر
عہد پیری میں مناسب نہیں غفلت اسے دل
مکان تہی کا کیا غفلت سراسر ہے
نقد ہوش و خرد و دولت دین و ایمان
پیش خالق شب کے سونے سے ہے بہتر جاگنا
نہ کچھ فکر طاعت نہ یاد خدا ہے
رہے ہم محو آواز جرس ہاے
کہیں ایسا نہ ہو یکبار دیوار فنا بیٹھے
گئی سب عمر غفلت میں کیا سامان نہ منزل کا
جو کچھ سمجھتے تو یہ رنج کیوں اٹھاتے ہم
جانتے سب ہیں کہ مرنا ہے ہیں اکدن ضرور
واں سے تو کیا کہے آیا کیا گیا یاں آن کر
فکر عقبہ کی نہ واں کی یاد یہ غافل ہوا
کھو دے غفلت میں طفلی و شباب
عمر کو لہو و لعب ہی میں گنوا یا ہم نے
بھولے بیٹھے تھے خودی میں جو خدا کو خود ہر
جگا کے تھک گئی عبرت بھی خواب غفلت سے
زندگی تو نے عبرت کھیل میں کھوئی حیرت
چلتے چلتے جو یہاں راہ میں ٹھہرے یارو
یہ دنیا ہے کیا دل لگانے کی جا
سراسر فانی میں دل لگا کر تماشا دنیا کا خوب بکھا
غافل کرتے ہو کیوں دنیا سے فانی میں بنا
کبھی وحشت نہ کرنا چاہئے گور غریباں سے
خبر اس کی نہیں سر پر خزاں کے دن بھی آئے
ہوس میں دنیا ہی کی بسر کی نہ اسکے انجام نظر کی
ہشیار جو مشہور ہیں دنیا کے طلب کار
ارے اے غافل کیا حشمت دنیا تمھاری ہے
رہ گئے وہ جو بجالانے تھے فرمان ہم کو
شب چلی موئے یہ ہونے لگے حیرت سفید
عقبہ کی بھی کچھ خبر نہیں ہے

دل کے آئینہ میں لاکھوں ہی سکندر دیکھیں
سوتے پاؤں سے میں تا منزل گیا
کوئی منعم قے غفلت سے گریب راہو جاتا
زمانہ جام بدست و خوارہ بروش ست
صبح طالع ہوئی جاگ اب ترسونا ہر عبت
جو غافل اس کے رہتے ہیں کیسے
ایک غفلت تری سب کے تی ہے ناواں تاراج
ہوش یاروں کو نہیں لازم کریں غفلت کی حرا
گئے بھول سب کچھ یہاں آتے آتے
گیا آگے غب رکارواں تک
یہ کیسے سائے غفلت میں ہیں یاں آشنا بیٹھے
اٹھو کچھ کام واں کا بھی کر دیتے ہو کیا بیٹھے
خزاں کی کس کو خبر تھی بہار کے آگے
بادہ غفلت سے لیکن ہر کوئی مخمور ہے
کیا کہے گا جاگے واں کس بات پر مغرور ہے
کچھ خبر تجھ کو نہیں کس کام پر مامور ہے
جوش اب پیری میں پچھتاتے ہیں ہم
آگے اس بزم خراباں میں نادان رہے
دم میں اے چرخ اخیس زیریں دیکھ لیا
مگر نہ ہونکے ہم اس پر بھی اُف ری بے خبری
گلشن عیش کا دم بھرنے تاشا دیکھا
دیکھنا کوئی نہ یاں گو ہر ایساں بھولے
جو بیٹھا ہے بے فکر تکیہ لگا
وہ عہد حق سے بھی کر کے بھولا کہے کی اینو خبر نہیں
مل گئے ہیں سکیڑوں محلوں سے اٹھکر خاک میں
تمھیں اے غافل آخر یہی بستی بسانی ہے
چمن میں گریہ شبنم پہ غنچے مسکراتے ہیں
گنوا ئی غفلت میں عمر ساری آہی تو بہ آہی تو بہ
وہ سب ہمیں انجام سے غافل نظر آئے
کوئی پوچھے تو ان سے کیا عدم سے ساتھ لائے ہیں
تو نے دھوکا دیا اے عمر گریزاں ہم کو
خواب سے چونکو کہ سر پر آفتاب آنیکو ہے
دنیا سے تو بے خبر گئے ہم

جلیل

جوہر

جگر

جاہ

جنوں

جوہری

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

جوہر

حسرت

ہے آدمی کی پر وہ غفلت سے زندگی
خبردار اسے دل خبردار ہو
جب پاؤں تھکے تو جستجو کی
نہیں جز بے مزرگی کوئی مزرہ دنیا میں
برباد ہوئی عسہر عبت حضرت ذاکر
وقت فرصت کرنے انوس غنیت جانا
ریں گے کب تک اسے رند خواب غفلت میں
وہی خواہش ہے دنیا کی وہی غفلت عقیقی سے
چشم عبرت ہے ذرا سیر چین کر غافل
بے خبر بیٹھے ہو کیا منزل ہستی میں رند
عل خیر کرے کچھ غافل
مند ہو گئے سفید سیہ کاریوں میں رند
غنیمت سمجھو وقت فرصت کو غافل
دیکھا بھی نہ ہم نے خواب غفلت میں تھے
ساعت معلوم اجل کے آنے کے نہیں
شہد میں جیسے گس ہم حرص میں پابند ہیں
تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے
مثال بیت سب کے رہیں دیکھو تہر خدا کی نیندیں
پڑے ہیں کیسے یہ غافل خبری ہیں کس بلا کی نیندیں
دیکھئے واماندگی اب کیا دھکے
اعمال سے میں اپنے بہت بے خبر چلا
اتنے دنوں تک کہ جہاں میں کارنایاں کچھ نہ کیا
کچھ فکر عاقبت نہیں افسوس ہے سخن
کچھ کام نہ ہم سے دین و دنیا کا ہوا
فکر سے توشہ عقبے کے ہے غفلت کیسی
سعیہ جاتی ہے غفلت میں عمر خوش ہیں آ
اس قدر کس نے غفلت ہوئی کیوں بھول گیا
بن کے ہشیار پڑے بھول ہیں اہل دنیا
خدا سے ہیں محروم دنیا کے طالب
غفلت میں ساری عسہر سر کر چکا سراج
آج تک بیٹھے تھے ہم غافل مال کار سے
کھلاتب یہ کئی سب عمر جب بے سود گذشتہ ہیں
نہیں اٹھتے ہیں جگاتا ہے زمانہ ان کو

مرجائے گزرا بھی ہو غافل کو اطلاع
نہیں اب نہیں تیری غفلت کے دن
جب دل نہ رہا تو آرزو کی
پر مزرہ دار بناو بیٹے میں غفلت کے مزرے
جز بے مہری تم کو کچھ آیا نہ ہر خاک
کل جسے سہل سمجھتے تھے وہ اشکال ہے آج
ہیں کس خیال میں اہل جہاں نہیں معلوم
نہیں کرتے ہیں اب تک فرق بد میں اور بہتر میں
مل گئے خاک میں لاکھوں گول رعنا کیسے
کوچ در پیش ہے تیاری کر دچھنے کی
وقت فرصت دگر نہ جانتے
کس کام کو تم آئے تھے اور کر کے کیا چلے
نہ ہاتھ آئے گا پھر یہ موقع جواب ہے
اب آنکھ کھلی کہ جب جوانی نہ رہی
پھر بھی کچھ فکریاں سے جانے کی نہیں
وائے غفلت اس سیہ زنداں میں یوں خرتیاں
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے
یہ جاگے تھے ابتدا میں کس دن جوئے میں اہل کی نیندیں
نیم غفلت کی چل رہی ہے اندر ہی ہیں بلا کی نیندیں
قافلہ یاروں کا سفر گر گیا
آیا تھا آہ کس لئے اور کیا میں کر چلا
ہائے ری غفلت ہم نے تو مرنے کا بھی سا کچھ نہ کیا
کیوں کھو رہا ہے عمر کو غافل رادھر رادھر
اوقات یہ مفت میں گزاری اپنی
اہل جاگیر یہ دنیا کی ہے جاگیر عبت
کہ ہر خیال ہے دنیا ہے خواب کے ماند
پاد کیا روز ازل کا تجھے استدار نہیں
زر کے طالب ہیں کوئی زر کا طلب گار نہیں
خرابی کے طور اب ہمارے ہوئے ہیں
دو دن تو اپنے ہوش میں آکاہی کو چھوڑ
دیکھ کر حال جہاں و چشم عبرت پھر ہوئی
ہماری آخری منزل ہے تربت جھوکتے ہیں
خواب غفلت میں بیدار نہ ہونے والے

غفلت

ابن کے خواب کے کچھ نہ تھی مری غفلت
شانہ لانے سے ہو اختیار ہوا
سبھی کہتے تھے یہ عالم میں رہے
جان کب تک گزشتہ کے عالم میں رہے
جو گیا حشر گزری جوانی آئی ہے پیری
بس اب ہشیار ہو کر اسے سرور میں خواب غفلت میں
جہاں کب تک رہے میں دنیا میں شہید
کس واسطے ہم کوست نہ خیال ہے
اس کا جو دیکھتے توست ایک ذرا ہوش میں آ
چھوڑ غفلت کو شہید تو خواب میں ہے
قافلہ چلنے کو تیار ہے تو خواب میں ہے غافل
دھوکا جہاں میں زیت ہے اسے خواب ہے
دریا جسے سمجھتے ہیں ہم وہ سہرا ہے
جو کہ نام حق نہ لیا بھلا وہ کیا نہ جیا تو کیا
کہ جو کام نہ تھا نہ کیا ذرا وہ کیا تو کیا نہ جیا تو کیا
زردار ہونے میں ہیں جھلنے میں ہیں جھلنے میں ہیں
صحیح کلام نے اس قدر ہوا کہ بے خبر ہیں
غافل نہ اس قدر ہوا کہ بے خبر ہیں
گر چاہتا ہے اپنا بھلا کچھ تو کر رہا ہے
غفلت اچھا نہیں بیداری طالع سے ہیں
پہلے اک برق مناسب ہے کہ بیدار ہو

جاگ ایدل

ہے یہ معلوم کہ ہم پیش خدا جائیں گے
پس مردن جو ہم نے آنکھ کھولی جاگے تربت میں
وہ بادہ شبانہ کی سرستیاں کہاں
بے خبر موت سے اپنی ہے یہ ناواں کیا
عہد پیری میں بھی غفلت نہ گئی اپنی دین
نزع میں آنے لگی ہے نکرزاد آخرت
عمر غفلت میں گنوائی میں نے
آغاز سے آگاہ نہ انجہام سے واقف
عہد پیری میں بھی غفلت ساتھ ہے
دام غفلت میں جو فرخ نہیں ہم آئیں گے
غافل و دنیا سے دوں رکھتی نہیں پائے ثبات
اٹھوئی لے فوق سب فرست اپنے اٹھارے ہیں
جو ہوتی کیفیت غیب کی خبر اے قطب
مجھ کو غفلت نے خبر ایام فرصت کی نہ دی
طلب میں عشرت دنیا کی بہت کھو عمر دور و
وہ نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
تو صید گاہ دہر میں غافل ہے کس لئے
کچھ نہیں سوچتا طلعت کدہ عالم میں
کچھ بھی غفلت کا نہ ثمر پایا
جاگ اے دل خواب غفلت سے کہ شیطان ساتھ
کہاں تک خواب غفلت قدر آنکھیں اپنی ڈالو
کیا کہو گے قدر بو تو جو چھپے گا خدا
بند ہو جائے گی جب آنکھ تو پتیا لے گا
کچھ من خنک ہنی نہیں ہے
پتلیاں آنکھوں سے اٹھتی نہیں چلنا کیا
مہوں میں حیراں کبر صلاپے میں غفلت کیسی
کوئی رکھ محل میں بھول نہ جائے
پھنسنے ہیار ہو کر دینوی غفلت کے پھندے میں
اہل دنیا بھولے ہیں اللہ کو
اتنی بھی فکر نہیں بیٹھے ہیں پا برکاب
عافل ہے تو تودیت ہی میں بند و بست کر
فکر مال کار تو کچھ زیت بھرنے کی
ریاض دہر میں اس رنگ کے گزرتی ہے

کیسے غافل ہیں کہ انجان بنے بیٹھے ہیں
تو اس دم دہیان آیا آج تک غفلت میں
اٹھئے بس اب کے لذت خواب سحر گئی
آکے یاں بھول گیا آپ کو انساں کیا
خواب میں ہم رہے اور صبح کا آغاز ہوا
وقت رحلت ہم نے اسباب سفر یہ کیا
یہ مثل سیرج ہے کہ سویا چوکا
افسوس کہ ہم لوگ بھی کیا بیسرو پا ہیں
دن نکل آیا ابھی سوتا ہوں میں
جس جگہ جانا ہے فی الفور پہنچ جائیں گے
مرتے ہو کیا چار دن کی زندگی کے واسطے
یہ خواب غفلت رہیگا کتنا جان بولے میں جا رہے ہیں
تو اس کی یاد میں غفلت ذرا نہ کرتے ہم
آہ جب جاتے رہے دن تب میں پتیا لے لگا
یہ عشرہ ہے دے کا سا اسے غم میں بسرے جا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو نا افسانہ تھا
پھندہ لگا ہوا ہے ترے بال بال پر
پر دے پڑ جاتے ہیں ہو جاتی غفلت کی
علی تنخواہ نہ بیکاری کی
چور کا کھٹکا ہے اس عالم میں غافل کیلئے
پڑے ہیں آج تکے میں کل تک تھے چھپر کٹ میں
عمر غفلت میں گزاری تو ملے لے غافل کہاں
خواب غفلت سے نہ چوڑکا کبھی لے دل انوں
غافل نہ کسی پہ تو ہنس کر
یوں ہی بیکار ہیں سب مردم آرام پسند
ننید آئی مجھے ہنگام سفر کیا باعث
یاد رکھے مزار کی صورت
یہ ہم نے جاگنے میں خواب دیکھا خیالوں کا
ہر کوئی بندہ کا بندہ ہو گیا
سفر گور میں بے زاد سفر کیا ہوگا
انساں کو بعد مرگ بھی ہے گھر کی احتیاج
زاد سفر کا اب ہے دم اختصار سوچ
خبر خزاں کی نہ فصل بہار سے واقف

غفلت
معلوم کا کوچ تو درپیش ہے قاتل لہکن
نہ موت رہا پس نہ کچھ زاد راہ دیکھتے ہیں
عہد غفلت طفلانہ غفلت اے غافل
یہ مہر درجہاں بس کو دہیان
آغاز میں مال کا ہوتا ہے کس کو دہیان
پیری میں یاد آتے ہیں دن کب شب بیکار
غفلت یہ ہے کسی کو نہیں قبر کا خیال
کوئی ہے فکر ناں میں کوئی دیکھ کہاں
پتیا لے گا منزل ہے کڑی دیکھ کہاں
کچھ زاد سفر باندھ لے راہان سفر میں
پاؤں پھیل کر نہ سو دو غافل و شبانہ ہو
غافل و میدان ہونی ہے یہ بستی ایک دن
کچھ نہیں فکر خجاست علی بدان کو
کس قدر جال میں دیکھے ہیں زردار اچھے
کھلی خواب غفلت سے پیری میں آج
شب نو جوانی سحر ہو گئی
نفید ہو گئے موسے باہ غفلت چھوڑ
ہوئی ہے صبح کوئی دم چراغ ہستی ہے
خدا کو بھول کر یہ خود پرستی ہے
تو اور کام میں ہے موت بھیجے پتیا لے

عقبت

غفلت
 کہیں کیا جو پوچھے کوئی مسکراہٹ
 جہاں میں تم آئے غفلت سے رفتکار کی
 کچھ قدر میں نہ جانتی غفلت سے رفتکار کی
 آنکھیں ہی کھل گئیں اب جب میں نہیں خواب
 غافل نہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے گوش
 حالانکہ رفتی ہیں سب اس کارواں کے گوش
 انوکھا ٹوکے یاں فکرِ افاست بچھ کو ہے درد
 کلش جگہ سے سخت اینا بار کر تیں
 سب اس دلکش جاہش یار چاہے تھا
 اس میکدہ میں جس جاہش یار چاہے تھا
 رحمت ہے ہم کو ہم بھی کیا ہے خبر ہے
 غفلت ہے اپنا عمر سے تم مست غائب ہو
 کارواں جاتے ہیں تم نے رہ گئے
 جاگن تھا ہم کو سو بیدار ہوئے رہ گئے
 کارواں جاتا رہا ہم کو ہے تیرے جدا
 مجھ بے نوا کی یاد رہے تیرے دوست
 ان میکدہ میں رہو بہت ہو تیرا دوست
 جب دور گیا قافلہ تب شہیم ہوئی بار
 کیا پوچھتے ہو دیر جس جدا رہا تیرا
 اسے غافلان دہرے کچھ راہ کی عیبات
 اپنے کو فانی ہیں یہاں تم سے ہو سو
 ہوا نہیں

لائق جو کوئی ہے خواب میں غفلت کے روز
 یہ بے خبری کہ یاد جس کی
 مونسیدی کے قریب اور ہے غفلت موت
 عمر ساری تو کئی عشق بستیاں میں موت
 جبہ تم ہی نہیں کرتے ہو خود اپنی مدد
 تغیر سر گھڑی ہے تبہم میں انجام ہوتی ہے
 کیا ہی دوبار نے غفلت میں دبوچا اگر
 بھوکوں مر جائیں گے تمام غریب
 آدمی کیا کہے کوئی اس کو
 کریں خواب غفلت کی کیا ہم تکایت
 غفلت وستی و خود بینی و خود رانی و جہل
 نہیں کی علم میں غفلت جفا کی
 نذر حینہ گئی عسیر رائگاں ساری
 عمر ساری یوں ہی گئی بیکار گئی کچھ نہ کیا
 خاک میں مل گئیں غفلت ہی تو میں اگلی
 خواب و نور عشق طرب سب سے ہمیں فرصت کیسی
 نہ سمجھے اپنی ہی غفلت کے یہ سارے نتیجے ہیں
 کر جوانی کھو کے پیری میں خیال انجم کا
 داناسے گرتو کر کوئی دنیا میں کا خیر
 ہم کو اپنی جلی کچھ سب سے ہی نہیں
 پیری میں علم و فن کی ہوئی ہے ہمیں ہوس
 ذرا سی عمر وہ بھی صرنا سنگ و حشت کرتے ہیں
 کیا بٹانے کی ہماری سعی کرتے ہیں اعدو
 عالم کہے لوگوں کا ہے تصویر کا سا عالم
 تب کھلی آنکھ میری جب
 کاروان ہائے صبح ہوتے گیا
 تغیر چلنے سے کیوں ہوا تم غافل
 کھول آنکھیں صبح سے آگے کہ شیر اللہ کے
 خواب غفلت ہیں یہاں سب تو عبت جاگا تیر
 صبح پیری شام ہونے آئی میر
 فکر تعمیر میں نہ رہ منعم
 ہم سے کچھ آگے زمانہ میں ہوا کیا کیا کچھ
 غفلت میں گئی آدمی ساری جوانی

بیدار کب کرے اسے تعبیر کی ترپ
تھی واجب و فرض اسے بھلایا
نیند آتی ہے بارام اگر آنحضرت
آخری وقت میں کسی خاکسماں ہونگے
غیروں سے محبت اسکی شکایت کیسی
خدا جانے کہ پھر کیوں جان دیتا عیث گل
کچھ بھی جہالت نہ ملے ہم کو سنبھلنے کیلے
ان امیروں کی پر بلا جانے
جو نہ اپنا برا بھلا جانے
ہمیں جس نے مارا و قاتل یہی ہے
یہی اسباب تو ہیں خاک میں مل جانے کے
یہی ہم نے خود اپنی فنا کی
رہ گیا تا بہ قیامت یہی ملال مجھے
ہائے برباد گئی وقت کی دولت کیسی
بخیر سوتی ہے اسے قوم غفلت کیسی
وقت کی مفت لٹی جاتی ہے دولت کیسی
یہ کرتوتوں کو اپنے چرخ کے جور و جفا سمجھ
ہے غنیمت صبح تک آئے جو بھولا شام کا
ناداں خیال خام ہے بچتے قبور کا
ایسے دنیا میں ہیں کہاں مذہب
افسوس یہ خیال نہ آیا شباب میں
مکال رہتا ہے صدیوں اور تہتیں کس پر لیا
آپ ہم غفلت سے اپنی خاک میں مل جائیگے
ظاہر کھلی ہیں آنکھیں لیکن ہیں بے بصیرت
جاچکا کارواں دلخوش
میں ستم دیدہ محو خواب رہا
سب کے ہاں ہو رہی ہے تیاری
دیکھتے رہتے ہیں غافل وقت گرگ و میش کو
نئے خبر دیکھا انھیں میں جیسے آگاہ سنا
تو نہ چونکا اور بہت دن کم رہا
زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد
تو بھی ہم غفلوں نے اسے کیا کیا کیا کچھ
اسے عمر گذشتہ میں تری تو زندگانی

غفلت

کس نیند پست غم تو نے جو بوجھ بھاری ہے
 کچھ نہ نہیں اپ آہ نظیر یا مٹھری سواری ہے
 کوزا دراہ سے کچھ کھو گیاں بے خبر خدا
 عمر کو غفلت میں مت کھو غفلت کا کارخانہ
 دنیا بھی ہے عزیز غفلت احوال مہر جان
 کس سے عدم کے پوچھوں احوال مہر جان
 بستر تھی میں نہ ابھڑا کس قدر اے غفلو
 دم میں ہو جاتی فنا ہے جان بایں جواب
 غفلت میں عبت اپنی تو کھولے زنجیر
 گل زشت کی ہوتی ہے مسکات کی بات
 اپنی فرصت پہ نہ ابھڑوں جواب اے غفلو
 خاک میں مل جا سکے غافل چند روز
 منزل آسائیں دنیا سے ہو غفلت کا ہاں نیند
 کام نہ کر جس سے نیند پر کھکے چل غافل
 قدم نہ ننگ کے جوگا یہ ننگ نیچے پی
 کہ غفلت کس نیند تو ہے زنجیر
 اٹھ کیوں بیدار ہو کوزا دراہ کر
 غم سے بیدار ہو غافل غافل غافل
 تو میں نہ یہ جید کے خبردار تار

غفلت

کھویا بہار عمر کو غفلت میں منتہی
 نخل یاغ جہاں کے او غافل
 بوقت نزع کھلا ہم کو یہ ہزار افسوس
 طفلی و عہد جوانی کا نہ پوچھو احوال
 ہوا پیری میں ہوش عہد شباب
 افسوس ہے کہ ہم کو دم واپس کھلا
 وحشت کا قافلہ یاروں کا چل چکا
 دیکھے جو آنکھ کھول کے غافل تو جان لے
 بھولے ہیں اس کو جس سو ہے سب جہاں کی رونق
 آہی لسیا بے خبری نے ہیں
 اے مصحفی کل قافلہ یاروں کا ہے راہی
 سب اپنے مہرباں منزل پہ پہونچے
 اجل لگائے ہوے گھات مہر کسی پر ہے
 اٹھ مصحفی آفتاب نکلا
 جو بندہ کہ یکچند فراموش زبیں ہے
 غافل نہ آتھناشہ دولت میں مت ہو
 عمر دوروزہ پہ یہ طول اہل اے غافل
 بحر دنیا میں تو غافل نہ ابھڑا جواب
 پڑے ہوتے ہو غفلت میں ذرا کچھ تو کھولو
 غافل یگو شش ہوش تو سن تو سہی ذرا
 تاسف کر نکلتے پن پر اپنے
 کب خبر غافل کو ہو تقارے گو بختے رہیں
 خواب غفلت سے تجھے نکلیں
 گھات میں ایماں کی شیطان ہے غافل نو
 طرہ نہیں ہے اہل تجسس کے فرق پر
 زندگی بھر عیش کے سامان میں مصروف ہیں
 آج کچھ ہو نہیں سکتا ہے توکل کیا ہوگا
 انگلیاں کانوں میں رکھ کر اے مافرین ذرا
 سراے دہریں سوو گے غافل کو کب تک
 دیدہ بیدار میں ہے ہو کا عالم مہر جان
 رستے ہیں سدا فکر عمل سے غافل
 کیونکر نہ رہیں فکر اجل سے غافل
 طائر تو سب یاد کریں اور غفلت میں ہیں اسیر

گزار جہاں نظریں تری خواب کی طرح
 جتنے بڑھتے ہیں اتنے گھٹتے ہیں
 جہاں ہمارے لئے تھا نہ ہم جہاں کیلئے
 بخودی آگے تھی اب بے خبری رہتی ہے
 کھلی آنکھ جس دم سحر ہو گئی
 کیا کر چلے ہیں آئے تھے کس کام کے لئے
 ہم سے ابھی ہوا نہیں ساز سفر درست
 ہستی تری برنگ شر ہے بھی اور نہیں
 یوسف کو گم کیا ہے اندھوں نے کارواں میں
 کون ہے یاں کس کو خبر کیجئے
 کچھ تو مئے بھی چلنے کا سر انجام کیا ہے
 رہے اک ہم ہی پیچھے کارواں کے
 بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے
 تو وقت تھر بھی خواب میں ہو
 اک دم میں جو دیکھو تو ہم آغوش میں ہے
 چڑھ کر اتار ہی تو برا ہے سرور کا
 تھوڑی راحت کے لئے سخت بیمار کیجئے
 ایک دم میں خدا جانے یہاں کیا ہو جا
 ہوئی ہے شام اٹھ بیٹھو ماسر کھر کو جانا ہے
 آوازہ سر پہ ہے تے کوں رحیل کا
 تو دانتوں سے یہ دست بے منہ رکاٹ
 کوچ ہو گا صبح دم ہر سو صدکے کوں ہے
 دل ہشیار جگاتا ہی نہیں
 چور کا قابو نہیں چلتا ہے کچھ ہشیار پر
 یگرٹی جلی ہے برق تغافل کی آگ سے
 کور باطن ہو رہے ہیں جو جھٹکا کچھ بھی نہیں
 سر پہ جب آن ہی پوچھ کیگی اجل کیا ہوگا
 آرہی ہے صاف آواز در اچھی طرح
 اٹھو تو کیا تمھیں جانا نہیں وطن کی طرف
 بزم ہستی خواب ہے اور دیدہ غافل میں ہے
 سب آجکی فکروں میں ہیں کل سو غافل
 کیا کم ہیں شہر کو زندگی کے افکار
 ہم سا غافل دنیا میں اب کوئی نہیں ہے آہ نظیر

منتہی
 مصحفی
 مجروح
 مذہب
 مضطر
 محو
 مسکین
 مقبول
 نظم

عمر غفلت میں کٹ گئی افسوس
 قطع کرنا ہے رہ ملک عدم کو چھو
 اے غافل کس بات پہ بھولے ہو کہ اکل
 کہاں کا وصل کس کا عیش کیسا لطف او غافل
 ہے سرت راحت دنیا سے غفلت کے سبب
 جو نصیحت نہ سنے اور نہ آخر بین ہے
 کہاں ہوتی ہے رویا میں تمیز خواب بیداری
 خبر نہیں جنہیں کچھ انقلاب گردوں کی
 اہل غفلت جو کہ ہیں دنیا میں نابینا ہیں وہ
 اجل سر پہ کھڑی ہے خواب غفلت میں زمانہ
 اہل غفلت کا ہے ہر جزو بدن تک دشمن
 قید غفلت میں جھلا قطع ہو کیا راہ طلب
 گریز اپنے خدا سے کیوں ہے بندوں کو میں حیران
 پیری آئی کو دکھی سے ہے مگر غفلت رہی
 اپنے گرنے کی نہیں تم کو خبر اے غافل
 کیا سوئی کی طرح سے ہو گئے ہیں دل سیاہ
 تاوانوں کے الم سے اہل غفلت کو ہے عیش
 اے غافل کھل جائیں اگر گوش حقیقت
 زندگانی ہے علامت مرگ کی اے غافل
 غفلت اہل جہاں ترد امنی کی ہے دلیل
 لوگ دنیا سے جو دن رات سفر کرتے ہیں
 ہو گئی بالکل ہماری عمر غفلت میں گزر
 اسی صندوق میں کل ان کی لاشیں بند ہوتی ہیں
 توقع ہے شب فرقت میں مجھ کو صبح ہونے کی
 نقش ہستی محو ہوتے ہیں برنگ نقش پا
 عیاں پیری ہونی موئے سفید اب بڑھتے جائے
 یاد اس کی تری دلیں ہے تو ہے وہ یاد بھی
 آیا کس واسطے ہے اور یہ کیا کرتا ہے
 فکر عبثی ابھی کہ کچھ ہے نشان
 ہر چکی رات ہوئی صبح بس اے غافل چونک
 مینا بیہوشی ہے ہشیار نہ سمجھا چاہئے
 منعموں نے صرف کی تمیر میں عمر عزیز
 باغ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا

آہ افسوس صد ہزار افسوس
 غافل عمر کا ہر آن فرشتہ شمع نہ مٹ
 کھینچے گا قضا کا تھیں پیغام تیرے
 قریب آیا زمانہ روح و قالب کی جدائی کا
 کون خوش ہوتا ہے بیداری میں عیش خواب
 اس کو ہم کو بھی کہتے ہیں جو کہتے ہیں
 نہاں ہے اہل غفلت سے معاصی و باطل کا
 غرور و نیر اقبال و جاہ کرتے ہیں
 بند ہو جاتی ہیں آنکھیں خواب کی تاثیر سے
 چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنا ہوا
 ہاتھ بھی خواب میں ہے سینہ کو اک سل بھاری
 پانوں میں خواب گراں کے ہے سلاسل بھاری
 رعیت کو محبت ہوتی ہے سلطان عادل سے
 کیا ہمارا ہاں ہے یہ خواب پریشاں ہو گیا
 ہو گئی جمہیریت خاطر خزانہ کاڑ کر
 کس قدر ہم غفلوں کو ہو گیا سوداے زر
 خوش ہوا ہے ناخن مطرب لگا جب تار پر
 آئے دہن غیر سے بھی یار کی آواز
 اور کچھ اس خواب کی تعبیر کی حاجت نہیں
 غلبہ ہوتا ہے رطوبت سے مضر خواب کا
 کوچ کی بے خبری و بے خبر کرتے ہیں
 عرصہ اپنی زندگانی کا مگر اک خواب تھا
 یہ غافل آج کیوں بیفائدہ زر بند کرتے ہیں
 معاذ اللہ کتنا موت سے انسان غافل ہے
 کچھ خبر ہے راہ چلنے میں کسی پامال کی
 غضب ہے سر پہ آیا آفتاب تنگ میں غافل ہو
 کس لئے تو دوڑتا پھرتا ہے غافل ہر طرف
 دیکھ پتھارے گا اے دل تو ذرا ہوش میں آ
 نقش بر آب زندگانی ہے
 چھوڑ غفلت کہ ہوئے تو سے یہ نام نصیر
 اہل غفلت کی تو بیداری بھی کہلاتی ہے نیند
 یہ نہ سمجھے خانہ تن کی بنا کم نہیں
 دیکھنا آنکھوں کا کانوں کے لئے افسانہ تھا

غفلت

ہیبت نہ تیار ایک دم بھی عجیب غفلت میں عمر کاٹی
 ہوئی شمع کی کیسی عمر ضائع جمع دولت میں
 کھلی جب آنکھ غفلت سے نہ چاندی بھی نہ نور تھا
 منعموں سے کہو آمدن ہے مکان زیریں
 بھولے بیٹھے ہیں عیش و عشرت کی گلی کاری پر
 غم انجام ہو ہر دم تو بہ ہم بزم عالم ہو
 نہیں ہے بے سبب غفلت ہماری داریاں
 جب تک رہے جہاں میں ہمیشہ ہم ہے
 اتنی ضرب نہیں کہ ہر اکے کدھر چلے
 باعث غم ہے جہاں میں ہمیشہ ہم ہے
 عاقلوں سے بڑھ کر راحت خفتہ غافل میں ہے
 عمر بھر آنکھ غفلت سے کھلی دل نصیب
 وعدہ روز ازل مجھ کو کھولے تواسے کیا
 جاگ آنکھیں کھولے تواسے کیا
 زندگی کے دن عیش و عشرت تواسے کیا
 زنجیری جوانی ہو چکی
 پستی پیری غافل پیا تواسے کیا
 چونک اسے غافل پانوں اسے غافل دراز
 خواب میں کتب تک کر گیا پانوں اسے غافل دراز
 جاگ آنکھیں کھولے تواسے کیا

<p>فراق</p> <p>وہ چیل و نہار اور سب زمین و آسمان وادی پھر اس بن جوئی کچھ آدمی صورت زمانہ کی لطف لے جا رہیں اس کے گل خان کب بے وہ بچنے دیدہ گریاں اور انجمن آرائی ہے تم ہو اور غیر میں اور گوشتہ تنہائی ہے میں ہوں اور درد ہے اور گوشتہ تنہائی ہے وہ صبری کہ نہ تاب لے کو نہ قدر و قیمت پر آئیں ہے عزم صبری سے جان میری مجھ طرح کے خدا ہیں ہے گل و گلزار خوش نہیں آتا پانچ بے یار خوش نہیں آتا بچنے بچنے نہ بچتی چرخ ہاک کے رنگ تفرقہ وہ ہم نہیں جو کہیں سیر وستان تنہا بہشت ہو تو نہ منہ کیے باغبان تنہا کوئی تھی جبر کی ساعت کہ تبت سے عموماً آرزو سے دل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا صبر و تکیہ ہے اب نہ تاب توں درد و فرقت ہے اب نہیں جاتا شب جبر کی نہیاں کوئی جو دم نہ تھا ایس مونس جو تھا تو اک غم بجاں تمام رات کوئی تو</p>	<p>حالی زنگ شارقی شفق ظفر عاشق لائق ماہ مضطر ناسخ نسیم نشاط ولی</p> <p>جتنے ہنرتھے اپنے عالم میں آشکارا کون تھا کس چیز سے کیا ہوگا یعنی کرو تیز سفید و سیاہ کی بشر کو چاہئے سب کام کرنا سوچ کر پہلے پانوں ہر کام میں تم سوچ کے اول ڈالو ظفر کیجئے بھلائی یا برائی سوچ کر پہلے کہ چلتی ہے زیاں جلد اور قلم آہستہ آہستہ دل سکندر ہے تو آئینہ بھی ہے زانو کا تھوڑی سی فکر کی تو بہت سا سمجھ گیا انسان کے لئے ہیں یہ عقل شعور پر اگر آغاز کھویا ہے بخیر انجام ہونے دے نادان ہے بے خطر جو مسافر مغرب پر لازم ہے آدمی کو ہر اک بات کا لحاظ ہمیشہ نیک و بد کو تولد ناسخ اس ترادوس سچ گرے تو بے خبر کیوں رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک وقف تو کم ہے ہستی بے اعتبار کو گو ہر بحر نکتہ دانی ہے</p>	<p>انصاف ہے جو دیکھا نکلے وہ میرا ہے اصل کو بھی غور کرے آدمی لیل و نہار سے یہ غرض ہے الکی نہ کر عجلت کہ عجلت کا نتیجہ ہے پشیمانی کچھ بھی ہو جہلے قدم پر نہ ہٹے واں سے ظفر نہیں ہے بے تامل خوب کوئی کام دنیا میں ہوا کہنے سے لکھنا معتبر باعث تامل کے نظر آتے ہیں دم فکر جہاں کے مضموں مطلب کوئی رہا نہ کبھی ذی شعور سے عش آشیانہ طائر فکر رسا کا ہے تو آیا کس لئے نادان وہ تو کام ہونے دے ہستی میں نیستی کا تردد و ضرر دے بے سوچے سمجھے کچھ نہ نکالے زبان سے تری آنکھیں نہیں یہ دونوں پلے ہیں ترادو دم غنیمت سمجھ خبر لے نسیم اے شمع نہ سوچے گرد و نیک پیر خود صلاح دے اب مجھ کو کیا کروں اے ولی فکر صاف صاحب دل</p>
<p>آصف انجیل انجم امیر بیان جرات</p>	<p>یہ دن وہ دن نہیں جو بڑھا اور کم ہوا فرقت میں کچھ حساب نہیں صبح و شام کا اگر اپنی زندگی پر مجھے اختیار ہوتا خون دل پیتا رہا نخت جگر کھاتا رہا وصل میں وہ مزہ نہیں ہوتا لب سے لب آشنا نہیں ہوتا عمر اپنی یوں نہیں کٹائی ہے ٹھیس لگتی ہے تو چینی بھی صدا دیتی ہے بہار اور خزاں باغ و دروغ تازہ و خشک گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روزہ ہجران کا کہ لوگ دیکھتے ہیں دست و پا کو سارے دن نہ بچنے کی نہ مرنے کی نہ آنے کی نہ جانے کی</p>	<p>روز فراق کا تو گزرنا آہم ہوا ظلمت میں کیا تیز سفید و سیاہ کی میں کبھی کافر بھی رہتا نہ غم فراق ہوتا پوچھتے کیا ہو ہوئی فرقت میں کیونکر زندگی ہجر میں جو کہ ملتی ہے لذت حال فرقت بیان کروں کیونکر آج کیا رویں شام فرقت کو صد مہ ہجر سے کیونکر نہ ہونا لان مرادوں جو تجھ سے دور ہیں نزدیکان کے ہر ایک نہ آیا اور کچھ اس چرخ کو آیا تو یہ آیا غم فراق سے کٹتے ہیں یوں ہمارے دن گئے ہو جب سے تم یاں سے نہیں سدھ بدھ ہیں</p>

فضل خدا

جس گناہ میں کشتی اب دگر گاری ہے
 تیرے بغیر کبھی نہ کون بکری میں
 وہ کرم کی ہو بھرن جس سے گناہ دہل جائیں
 دور کیا ہے تیری رحمت کی گھٹکے نزدیک
 جنت میں پہنچے سب ماں والے
 لا تقططوا کا مژدہ سنایا
 گنہگاروں پر تیری رحمت کا پانی چاہیے
 ہم گناہ چل جائیں گے رحمت کی حشر میں
 سب گناہ کی اجتم تیرے دل کی حشر میں
 سب نیک جائیں کون و مکان ہو جائیگا
 سب فضل خالق کون و مکان ہو جائیگا
 جب کے فضل پر اجتم پر کے اے داوڑ
 نہ کیوں کر ہم آتا تجھ کو اجتم تیری رحمت کا پانی تھا
 نہ کیوں کر میں تھا کین تیری رحمت
 گناہ گاروں میں تیری رحمت
 گناہ گاروں میں تیری رحمت
 جو بھی ہوئی غصہ سے کرم گناہ کا کیا
 معاذ مرے جرم گناہ کے تو نے گناہ
 مہر خدا پوچھے گا کیوں اجتم تیری رحمت
 صاف کہہ دوں گا کہ رحمت پر تیری رحمت یہ کرم
 مجھے عاصی پر بخشش یہ کرم
 بندہ پر تیری رحمت ہی تو ہے

کوئی تو ہمد شریک رنج و راحت چاہئے
 کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے
 دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
 وحشت آتش دل سے شب تنہائی میں
 ہوتی نہیں شمار نفس میں کہیں تمام
 اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر
 اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف
 نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی
 شاہد رہیو تو لے شب ہجر
 اپنی تورات گریہ و زاری میں کٹ گئی
 اے شب ہجر کہیں تیری محراب کہ نہیں
 آتی ہے مجھ کو یاد جدائی روح و تن
 دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے فراق دوست
 ہوا ہے کیا پس ڈال دیا کبر و تنہائی
 کیا بیاں کیجئے کہ کیا ہے فراق
 لوگ کہتے ہیں جان کنی ہے سخت
 ہاویہ میں بھی ہے عذاب الیم
 ناتواں ہم ہیں دیکھئے کیا ہو
 دشمن بھی اپنے دوست سے یارب جدا ہو
 غم فراق جو ہر دم لحد جھنکاتا ہے

نہی ہے ایک کی اچھی نہ زاری ایک کی
 مجھے کیا بُرا تھا مرنے اگر ایک بار ہوتا
 خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں
 درد کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے
 یارب یہ شب ہے یا کوئی روز صاب ہے
 کھچے سر ملیں گے اگر خدا لایا
 گل سے چمن بھریں ہوں نہ ہو تو ہزار حیف
 گو بہت طاقت آزمائی کی
 جھپکی نہیں کہ مکھ مصحفی کی
 اور یونہی کچھ تارہ شماری میں کٹ گئی
 نالہ نیم شبی تجھ میں اثر ہے کہ نہیں
 ہوتا ہے آشنا جو کسی آشنا سے دور
 کیا تھا ہمارے ہجر میں جان پر عذاب تھا
 نہ کھتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ ہٹتا ہے نہ ملتا ہے
 قہر سے ظلم ہے بلا ہے فراق
 سخت تر ایک جائگزا ہے فراق
 پر زیادہ الم فزا ہے فراق
 طاقت صبر آزما ہے فراق
 نا آشنا کو بھی الم آشنا نہ ہو
 یہ رفتہ رفتہ مجھے خاک میں ملا دیگا

فضل خدا

واہ رے شان کریمی ترے صدقے قرباں
 مرے حال بد پر کرم کرنے والا
 بے ٹھکانوں کے ٹھکانے ہیں ترے لطف و کرم
 بندوں پہ اپنے شان کریمی سے رحم ہے
 رحمت کا تری رات دن امید وار ہوں
 اسیر ملتی ہیں بے مانگے نعمتیں کیا کیا
 یہاں تک صاف کر ڈالا ہے جوش ابر رحمت
 نیکیوں سے ہیں سوا جرم ہمارے یارب
 بشر ہو یا ملک ہو کام کا ہو یا نکتا ہو
 ہم عاصیوں کو بخش گئی پاک کر گئی

جس گناہ گار کو دیکھا وہ گناہ گار نہ تھا
 خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے
 بے سہاروں کے لئے ہیں یہ سہارے پیارے
 کیا فضل فیض میں مرے پروردگار کے
 نادم میں اپنے فعل سے غفار ہو چکا
 بڑا کریم ہے جس کا امیدوار ہوں میں
 پتہ بھی اب نہیں ملتا مرے عصیاں کے ذکر کا
 پر سوا دونوں سے ہے جرم کا دیر یا تیرا
 و اچھا ہے وہ اچھا جو ترے نزدیک اچھا ہو
 آئی جو موج رحمت رب غفور کی

ظفر
 غالب
 " "
 قائم
 میر
 " "
 مومن
 مصحفی
 " "
 " "
 ماہ
 مہر
 ممنون
 مضطر
 " "
 " "
 وزیر
 ہنر بر

گدا کو دم میں مل جاتا ہے رتبہ بادشاہی کا جو تیری مدد ناخدا کی کرے اگر فضل کا ترے لنگر ملے	رہے انسان ہر دم تنظر فضل الہی کا تو پھر کوئی طوفان سے کیوں ڈرے تلاطم سے پھر کشتی کیونکر ہے	امیر اسماعیل
ازل میں نہ تھا جز ترے مدعا خدا یا نہیں ہے کوئی غم گسار نہ تھا کوششوں کا ہمارے صلہ	ترا لطف تھا اور تیری عطا مگر تو کہ ہے سب کا پروردگار غنایت سے تیرے ملا جو ملا	"
دیا تو نے کیا کچھ بغیر التماس ترے لطف کا ہو سہارا اگر جو تیری غنایت کا فالووس ہو	غرض تیرے الطاف میں یقیاس تو غالب ہو تنکا بھی سیلاب پر تو آندی سے کیا خوف پر شمع کو	"
شرم گناہ نے تو ڈبو یا ہی تھا مجھے تری عطا ہے مری احتیاج ہے سابق البتہ اس کے فضل پہ موقوف ہے نجات	گردستگیر مژدہ لا تقنطونہ ہو کبھی سوال کی نوبت نہ تو نے آنے دی کچھ زندہ خشک میں ہے دامن تریں ہے	"
جو شامل ہے کرم اس کا تو کیا غم کشت عقیقی کا غم حوادث دوران اور سے نہیں لازم وسیلہ ہے نہ نجات اور کا کوئی	سید نامہ سے اپنے کام نوگاہ بر رحمت کا ہے جس پہ سایہ فگن ظل ایزد متعال توقع ہے فقط تیرے کرم سے	بحر باسط بنحماق
دشمن ہوں اگر لاکھ تو کیا خوف ہے اس کو انسان خاطر ہے تو خطا پوش خدا ہو مہربان تو مہرباں ہوتے ہیں دشمن بھی	وہ دوست ہو ہر وقت جس انسان کا کسی فضل سے یا غفور تیرا ہمارے کام اکثر آساں ہی نے نکالے ہیں	باقی باریق
اپنے بندوں کی خیر خوب خدا لیتا ہے دیکھو انسان جو شمس رحمت کا گنہگار بے حد ہوں لیکن خدا	دہوتے آتا ہے منہ نہ امت کا مرے جرم سے تیری رحمت زیادہ عرصہ شر سے غالی تری رحمت نہ گئی	تسلیم تحقیق توفیق
یار بے ناس ہے جب سے تو بندہ نواز ہے ہم سمجھتے ہیں کہ دشوار ہے تفسیر قضا وجود قطرہ یہ مانا نہیں ہے بحر مگر	تقوئے شعاریوں پہ گناہوں کو ناز ہے وہ اگر چاہے تو توفیق کوئی بات نہیں مرے کریم بتا پھر ترا کرم کیا ہے	"
توفیق کو نواز دے اک بات پر جو تو گرچہ بندہ ہے گنہگار خدا سے غفار نہ ہوتا اگر خدا کا نام غفار	کیا دور ہے الہی تری بارگاہ سے رحمت حق سے کسی حال میں مایوس نہ ہو گنہگاروں کی بخشائش ہوتی	تراب
کبھی وہ لطف نہ محمود سے ایاز پہ ہو کرم سے جو مولا کے ہو سرخرو رہے جس پہ یارو خدا کا کرم	جو اپنے بندوں سے پروردگار کرتا ہے وہ دنیا میں کیونکر نہ ہو سرفراز جہاں میں وہی سب سے ہے محرم	"
ہو فضل الہی سے اگر خاتمہ بالآخر یاد پڑتی ہے گنہگاروں کو جب رحمت تری	کچھ چیز نہیں پھر تو یہ دنیا کے مصائب دل سے سب خطرے عذاب گور کے مٹجاتے ہیں	"

فضل علی

قرآن تری بندہ نوازی کے لیے کیم
 ہے ہر عاصیاں در تو کبھی ہوا
 گناہ لطف کی تیرے یادنی کار سازی ہے
 کہ میرے کام جو شکل تھے آساں ہوتے جلتے ہیں
 دار و بند کے گناہ گار کا
 کچھ جس کی مدد کو خدا نہ ہو
 اس کا ہے کون جس کا خدا نا خدا نہ ہو
 دو بے وہ ناد میں کا خدا نا خدا نہ ہو
 پس گناہ زباں پر جو یا غفور آیا
 خطا صاف کرانے کو خود تصور آیا
 جب درود سے ناز ہوں عاصی تو یا غفور
 طوبی الہم جواب ہوں من مزید کا
 مجرموں کو ناز تیرے غفور
 مجرم کو ہے ہر بانی پر گنہ
 کیوں کروں تو بیکر رات ہے مجھے
 اس کے فضل و مہربانی پر گنہ
 اور رحمت نے توجہ جو ذرا کی مجھے
 ہوا سر سبز باغ تنہا
 کرتے جو خطا ہر دم اللہ چھپا ہے
 دیکھو تو گناہ وصال اسے کہتے ہیں
 گناہوں

وہ

ذکر

رحمت

راخ

نہن

کھ رہی ہے رحمت حق صبر کر
 کرم ہے نام اس کا رحمت حق اسکو کہتے ہیں
 اس کو کیا آفتاب حشر سے خوف
 زاہد تری نظروں میں بہت ہیں میرے عاصیاں
 اسکی رحمت کی طرف دیکھو جلیل
 جلیل خستہ جاں ڈوبے گویا بحر معاصی ہیں
 شکر ہے حشر میں پریشش نہ ہوئی اپنی جلیل
 سبقت غضب پہ لے گئی رحمت غفور کی
 جہانم کا تجھے اختیار ہے یا رب
 کہاں ہم اور کہاں بخشش ہماری
 رحمت نے کی وہ آد جگت حشر میں جلیل
 تو گناہان ہے تو خوف مجھے
 کام کیا کوئی کسی کے آئے گا
 اعانت سے کسی کے کچھ نہ ہوگا
 ملک دشمن جو ہو جائے تو ہو جگت
 خدا مہربان ہے تو سب مہربان
 عجب مہربانی ہے بندہ پہ حق کی
 اقبال جس کا یار ہے کیا اسکو خوف ختم
 جانب رحمت سے متناہیں عاصیاں اپنے پاس
 ہے نردباں جذبہ توفیق درمیاں
 دورخ ہے گرد وسیع تو رحمت وسیع تر
 شرم کرم کی ہیں بھی گر پردہ داریاں
 دیکھا ہے ہم نے عالم رحمت کو غور سے
 مشکلوں کی جس کو جالی ہے خبر
 نہیں محدود بخشش تیری
 مجھ کو یقین ہے تری رحمت کے سامنے
 گناہ اگرچہ ہوئے بے شمار ہم سے مگر
 کوئی بہبود حیرت کا نہیں خواہاں خداوند
 کرم سے کھولے عقدے پڑے ہیں کام میں میرے
 وہ جس کو معصیت سے بچائے وہی بچے
 گرچہ ہے خوشدل گناہ گاروں میں تو ہے خوف کیا
 خدا اپنا حافظ ہے پھر خوف کس کا
 گناہ اپنے میں بہت سے ہونے دو خاموش

ہے بلائے آسمانی چپہ روز
 کہ گلشن بن گئی دم میں خلیل اللہ کی آتش
 رحمت حق کا جس پہ سایہ ہے
 تو نے ابھی اللہ کی رحمت نہیں دیکھی
 کیوں نظر کرتے ہو عاصیاں کی طرف
 مگر اس کو بھروسہ ہے الہی تیری رحمت پر
 وہ نہ ہم سے نہ کوئی بات بن آئی ہوتی
 پریشش نہ کچھ ہوئی مرے جرم و قصور کی
 غفور جانکے تجھ کو تصور ہوتا ہے
 جلیل اک موج تھی ابر کرم کی
 مجھ کو ہو اگمان کہ میں بے قصور تھا
 مرے پروردگار کس کا ہے
 ہے خدا ہی اپنے بندوں کا قیل
 معین گر ہو خدا تو پھر ہے سب کچھ
 خدا ہو مہربان ہم پر تو بس ہے
 نہ ہو مہربان کی تو دشمن ہے دوست
 کہ کرتے گناہ ہیں وہ دیتا ہے روضی
 ہو مہربان خدا تو کوئی کر سکے گا کب
 رکھتے ہیں عاصی گناہ صید غفراں اپنے پاس
 یہاں اعتبار کیا ہے قریب و بعید کا
 لا تقصروا جواب ہے ہل من مزید کا
 انجام ایک ہو گا شقی و سعید کا
 ہے کشش رحمت میں قحط دل ناہید کا
 مشکلیں آساں وہی فرمے گا
 زاہدوں پر نہ پارساؤں پر
 ہو جائیں گے گناہ گناہ گار سے الگ
 ترے کرم کو بھی ہم بے حجاب سمجھیں
 بہت تنگ آ گیا اب غیب سودت کرم بکھلے
 ترے آگے ہیں سب آساں میرے نزدیک مشکلیں
 حسرت نہ کام آئے کچھ انساں کی احتیاط
 اپنا اتقا اپنا مولانا رہنا ہے پر وہ پوش
 نہ دشمن ہے کوئی نہ کوئی عدو ہے
 بڑا ہے فضل کا دریا چلے چلو تو سہی

جلالی

جوش

جلیل

جری

حالی

حیرت

حسرت

خوشدل

خاموش

گناہوں سے جان تھر تھرتے رہیگی
 رحمت ہی لے لے تو لے مجھے اپنی پناہ میں
 باب تو یہ ہیں رویا جو گنہ یاد آئے
 رحمت راہ طلب رحمت نے آسان کی سراج
 سدائیش نظر رکھتے ہیں یارب
 تار تیرا دامن رحمت وسیع ہے
 مرے کریم کو منظور بخش دینا تھا
 کریم تو ہی ہر اک کا جہاں میں ہادی ہو
 یہ سمجھو جہاں نہیں سوا ذات حق کے
 جہاں میں دھوم ہے تیرے کرم کی اس مالک
 جب ترے سایہ سے ہو فیضیاب
 عجب بھولا ہوا زائد ہے تو اپنی عبادت پر
 کوئی دنیا میں نازاں ہے کوئی عقیقی کی جنت پر
 یارب تو اپنے فضل سے کروے مجھے رہا
 رحمت کا طلب گار ہے یہ سرور عالمی
 سید کوئی فقیر ہو یا اہل حباہ ہو
 وہ بیکتا نہیں گمراہ کے بہکانے سے
 ہوتا نہ جو شاہوں پہ در اقل آہی
 نام خدا کا ہے غفور بخشنے کا ایک دن تصور
 قہر کہتا ہے گنہگاروں کو جنت نہ ملے
 شان کرم یہ ہے کہ سبکداری چلوں
 تیرے سوا کسی کا سہارا نہیں کریم
 سفیر زار کو بھی بخش یارب
 جب پڑی داور مشر کی نظر ہم پہ سفیر
 شاق اس پہ خود ہے شان جیہی کو دیکھے
 نہیں کچھ مجھے پرشش حشر کا غم
 رحمت وسیع تر ہے خدا کے کریم کی
 سوار جو شش رحمت باری کو آچکا
 نہ مایوس ہو اس کی رحمت تو
 جوش آگیا ہے رحمت باری کو اسے سفیر
 جانتا ہوں کہ گنہ کرنے سے خفت ہوگی
 جو بخششیں ہوئیں خالق کی ان پر حد سے زیادہ
 لیکر درمراو اٹھوں گا میں اسے سفیر

تو رحمت کٹھنی مسکراتے رہیگی
 میں نے تو کچھ اٹھا نہیں رکھا گناہ میں
 ابر رحمت رخ مایوس ڈھلانے آیا
 زیر پاہر سنگ بھی روئی کا کالا ہو گیا
 خیال آیت لا تقنطو ہم
 کیوں عاصیوں کو خوف ہو روز حساب کا
 دعا کو ہاتھ اٹھانا ہی اک بہانا تھا
 اگر ہو فضل بشر پر تو راہ شر سے پھر
 نہیں کوئی حامی تمھارا ہمارا
 عروج وے جسے عالمی مقام ہوتا ہے
 یوم سعادت میں ہما ہو گیا
 یہاں ہم عاصیوں کو ہے بھروسا اس کی رحمت
 یہاں ہم مجرموں کو ہے سہارا تیری رحمت پر
 قیدی ہوں میں ہوا دھوس اور آزار کا
 گونیک ہے یاد یہ گنہگار ہے تیرا
 بڑھ کر وہی ہے جس کو بخشے خدا عروج
 شان رحمت سے جسے راہ پر لائے تو
 یہ ملک و تاج یہ اورنگ نہ ہوتا
 غیر سے چاہے مغفرت میری خطا کو کیا غرض
 رحم کہتا ہے کہ کوئی نہ جہنم میں رہے
 گٹھری اٹھائیں سر پہ فرشتے گناہ کی
 آئے نہ تجھ کو رحم مجھے یقین نہیں
 اسے بھی آس ہے تیرے کرم کی
 سب خطائیں ہوئیں روپوش عطائیں آئیں
 میں مرتکب ہوا جو گناہ عظیم کا
 گناہوں سے ہے تیری رحمت زیادہ
 واں کیا باطامیر گناہ عظیم کی
 نیت بھی میں نے کی نہیں اب تک گناہ کی
 کہ قرآن میں آیلے لا تقنطو
 جنت میں اک پکار ہے ہل من مزید کی
 پر نہ کیا حشر میں حامی تری رحمت ہوگی
 گناہ گاروں سے جھک جھک کے بے گناہ ملے
 بیٹھا ہوں سر جھکائے خدا کی جناب میں

فیض
 کیوں نا امید ہوں میں تیرے فضل کے کریم
 دولت بھی کوئی شے ہے تیری بارگاہ میں
 تیری مدد اگر ہو تو اٹھ جائیں گے کریم
 پر ہے در امید پہ بیٹھے ہیں یاس کے
 یمن ہو کیا جب جے سجھا ہوں میں حال
 منت میں میری تیری شہیت میں پائے
 مرے جہاز کا جب ناخدا خدا بن جائے
 تو پھر وہ موج عواطف کا ہے پکا
 بھروسا اس کی رحمت کا ہے
 میں پر ناز تو خامی بڑی ہے
 اپنی تو بخش فضل ایجا ہے نظر
 ایجا تو بخش فضل ایجا ہے نظر
 یکجہاں میں پڑے نہ بھروسا منہ کا ہے
 کچھ نہیں خوف دلا دوست اگر ہے اللہ
 نفس شیطان نشان ہو رہا ہے
 فضل حق ہو تو منزل بھی ترقی ہو جائے
 قطرہ گوہر ہو صدف سے میں نکلتے دیکھ
 جو ہو گا موزن دریائے رحمت پھولے شائق
 بہاؤ گیارہ جتنا دوش پہ ہے بوجہ عصیاں کا
 امید مغفرت کی نہ کیوں مایوس کو ہو
 شائق خدا کی ذات رحیم غفور ہے
 کبھی نہیں

فصل خدا

بہتے گا ذوق عطا خود اس کا حرکت استنا نوازی
 طلب کی خاطر مدار کرنا ضرور کیا دست آرزو کا
 خدا مہربان ہے تو کوچہ غم نہیں
 کوئی کیا کرے گا کسی کا بگڑا کر
 حال ظاہر چھپا اپنا بل باطن سے وقار
 موریں لیکن بیباکی کی خبر رکھتے ہیں ہم
 وقار اللہ اگر سیدھے کیا خطا ہے کبر و کا
 تباہی نہ نہیں ہے کچھ بگڑا کر اسکا اپنا
 امید دار لطف و فضل خیر ابھی ہیں
 محتاج اس غنی کے شاہ و گدا سب و نیاز
 چاہے اگر خدا تو ہر اک عیب و نیاز
 مونس کو دید یا دید بیضا جلا کے ہاتھ
 دل کی گزریں کے دل کون نیلے میں بچھین کر
 کہ بلا دیکھا مطلب کون خدا آہستہ آہستہ
 اصل یہ ہے کہ خدا چاہے تو مودی سے دلا کر
 سب عمل کھاتے ہیں حال ہے جو اللہ سے دوست
 کس کی انسان کو دشت ہے جو دشمن اپنے
 ہونے دو ایک زمانہ ہے جو دور یہ نہیں
 شامل ہواں کا فضل تو کچھ دور یہ نہیں
 ٹوپی ہوا قباب کی سر پوش نقش پا

نقش

نقش

نقش

نقش

نقش

نقش

نقش

نقش

نقش

نقش

نقش

ڈریں کیوں خطاؤں پہ ہم اپنے مضطر
 عجب کیا ہے جو مضطر اپنی وہ شان کی رہی ہو
 منظر گناہ گار ہے لیکن بعد نیاز
 مرجاتے ہم تو ڈکے گناہوں کے خوف سے
 ایک دن اپنی یہ رب ترومانی دہو جائے گی
 یارب تو اسے بھیج کہاں ہے تری رحمت
 سیاہ کار جو کار سیاہ کرتے ہیں
 دیکھ لینا حشر میں اتنی ہوگی مغفرت
 گناہ گار ہے میکش اور آپ ہیں غفار
 بھروسے پر تھمارے بحر رحمت کے مولا
 مجھ گنہگار کو لیجائیں گے جب دوزخ میں
 سن کے یہ کرتے رہے نامہ اعمال سیاہ
 خطائیں دیکھ کے بخشا جناب باری نے
 یونہی ڈر کر مرے جاتے ہو ناحق اے گنہگار
 ماہ داغ لے زر ہو گا مجھے مثل دم
 حق ہے اے کریم ترے خوان عام سے
 جوش میں آئے جو ابر کرم رتب کریم
 خون کیا محبوب عصیاں کا بچھے
 تری رحمت ہے وہ دریا کہ نہا کر اس میں
 آسرا ہے رحمت حق کا فقط ورنہ یہاں
 دیکھئے رحمت حق میل کہ صحر کرتی ہے
 میرا کیا منہ ہے جو خدا یا مانگوں
 پھیلائے کیا کوئی مرے پروردگار ہاتھ
 الہی کیا تعجب ہے تری ذرہ نوازی سے
 مہر بندہ ہے ترا اس پہ ہے فضل و کرم
 یوں عقیدہ رہے رحمت میں تری مستحکم
 دے تو اگر سہارا چڑھ جاؤں میں بھی بیشک
 رجوع قلب ہو تو غیب سے تائید ہوتی ہو
 ہلکا ہو جائے گا افضال خدا سے دم میں
 مہرباں گراپنا خلاق جہاں ہو جائیگا
 جب حق کا میرے حال پہ لطف کرم ہوا
 پرستش حشر سے اے نظم بچا لے گی مجھے
 تو ہو اگر م عطا کیا کہ ہوا ذوق طلب

گناہوں سے ہے اس کی رحمت زیادہ
 گدا سے مینو کو بخشدے رتبہ امیدوں کا
 امیدوار ہے ترے فضل عمیم کا
 گر کچھ امید رکھتے نہ تیری عطا سے ہم
 برسینگے رحمت کے بادل داغ عصیاں دیکھ کر
 کیوں پاک مراد اس عصیاں نہیں ہوتا
 تجھے غفور سمجھ کر گناہ کرتے ہیں
 بلہ عصیاں مرا جتنا گراں ہو جائیگا
 میں ہوں خطا کے لئے آپ ہیں عطا کیلئے
 لئے موجود سر پر بار عصیاں کی گراں سہو
 دیکھ لینا کہ لگے ساتھ ہی رحمت آئی
 ابر رحمت کا برستا ہے گنہگاروں پر
 مجھے تو پار اتار گنہگاری نے
 بہا لیجائے گا اک روز دیا تم کو رحمت کا
 جب مرے مولا کا کچھ مجھ پہ کرم ہو جائیگا
 بھوکا نہ ایک دن بھی کبھی یہاں اٹھیا
 بحر تواج سے ادفنے سا ہو قطرہ کشاخ
 آئی ہے صامت آیت لا تقنطوا
 بے خطا ہو کے خطاوار چلے آتے ہیں
 زہد و طاعت بندگی صدق و صفا کچھ نہیں
 میل ہے حضرت انسان کا عصیان کی طرف
 خود دیتا ہے تو نہ مانگوں یا مانگوں
 بندے کا ایک ہاتھ ہے تیرے نہر ہاتھ
 کہ بخشے مہر سے عاصی کو بھی تو بے نیازی ہو
 بندگی کا تری دنیا میں وہ بھرتا ہے دم
 بندھیا چل ہے حبش نہ ہو اس کو زہار
 گو میرے دسترس سے اونچا ہے بام تیرا
 خدا کو یاد کر لے میندہ مجبور شکل پر
 گو گناہوں سے تو نواب گراں بار ہوا
 غم ہے کیا دشمن اگر سایہ جہاں ہو جائیگا
 دشمن جو تھا وہ دوست ہو پھر نہ غم ہوا
 اس کی درگاہ عطا پاش و خطا پوش مجھے
 کہہ بھی سکتا ہوں کے دلیں کوئی ارماں نہ

مضطر
 منظر
 میکش
 ماہ
 محبوب
 مہر
 حب
 نواب
 نظم
 دشت

[illegible]

<p>دولت میں فقر سے بھی نہیں ہر کنارہ کش سااں تو نگری کے فقیری میں کیا ضرور یاد آتے ہیں امیری میں فقیری کے منہ مرد بے توشہ جہاں میں نام کیا پیدا کرے غنی ہیں نخر میں دولت سے ترک آرزو ہم کو نہیں درکار ہرگز فرش شاہی ہم فقروں کو پیش نظر یہاں کب نہان ہلال ہو شکر صد شکر کہ دل فقر میں رہتا ہو غنی تحت طاووس اس سے نہیں کچھ بھولی مسافرت میں رہ فقر کچھ کشور فقر وہ کشور ہے کہ جس کشور میں خواہش اسباب ہوگی باعث نقصان فقر اہل آرام فقیری کا مزہ کیا جانتیں فقر کیا گنج اگر ہاتھ لگا بالقوہ ننگ درویشی سے کیوں رکھتا ہے تیلہ خاک کا شاہ ملک فقر ہوں تحت زین ہے زیر پا فقیری میں وہی باقی ہے رفعت ارج طالع کی پروا نہیں کرتا ہوں فقیری میں امیری کوئی عالم میں نہیں مرتبہ دان درویش صاف کہتا ہے ہی وہ جو خدا کہتا ہے قطع امید جو کی بہت عالی کو سبب قدر کامل کی ہے کامل کو جہاں میں معلوم دنیا کی فکر گوشہ نشینوں کو عیب ہے سند کی نہ آرزو نہ ہمیں تحت کی تلاش وہ گداہوں میں دیا یا منعموں کو بعد مرگ اہل دیں کی اور خصلت طرز دنیا اور ہے وی فقیری نے مجھے سیل حوادث سے نجات کاشانہ فقیر میں دولت کو دخل کیا نفرت جو خلق سے ہے وہ درباں سے کم نہیں حجت اہل فنا ان کو خوش آتی ہے مگر تحلف کی نہیں حاجت ہے کچھ بار بے مٹی کو بزم سلطان کو مبارک ہو سریر شاہی امیروں کو سفارش ہو مبارک اہل دنیا کو</p>	<p>تک ہے مجھ فقیر کا نواب گنج میں خلعت کی آرزو ہے نہ ہم کو خطاب کی بوریا خوب تھا مند ہمیں درکار نہ تھی منہ میں رقم ہو تو آواز آسپا پیدا کرے کیا کشتہ اگر سیاب دل کو کہیسیا سمجھے زین قالین ہے ہر نقش قدم تصویر قالی ہو میں آسمان فقر یہ گویا کمال ہو مانگتے رتبہ شاہی تو گدا ہی ہوتی اڑ کے آند ہی میں بوریا میرا دیکھا جہاں فقیر کا تکیہ ٹہر گیا مانگتے پھرتے ہیں دارا و سکندر تکرر آرزو بوریا بوسے ریا ہو جا بیگی بوریا شیر کا مسکن ہے نیتاں کی طرح دولت فخر کہاں صفا کیسے پاس قول ہے الفقیر فخری صاحب لاک کا پھر رہا ہے چتر سر پر گردش ایام کا کہ تکیہ ہے ہمارا کوہ تکین گدا ہی پر چادر ہے گزی کی مجھے اٹلس کے برابر قہر و دلش تہید ست بجان درویش ترجمہ مصحف رب کا ہے بیان درویش کھل گئی جو ہر شہر زبان درویش ہے جو درویش وہ ہے مرتبہ دان درویش باقی اگر ہے حرص تو کل سے کیا غرض ہم ہیں فقیر جاہ و محل سے کیا غرض مقبور سے میرے قصران کا کوئی خالی نہیں مگر ان شیروں سے ہو سکتا ہے کب رو باہ کا تیغ باران کی ہوئی کھلی سپر برسات میں سلطان محل نہیں یہ سیماں محل نہیں کیا خانہ نقیب کو درباں کی احتیاج گھر جو میٹھے میں بنا کر فقرا رہتے ہیں بھلا درکار کیا حزنوں کے دامن کو کناری ہو بوریا تاک نہیں رکھتا ہے مکاں میں درویش خدا سے سلسلہ ہے مجھ گدا ہے بے تول کا</p>	<p>فقر لذت فاقستے آگاہ جو لوگ ہیں خاص بے خبری ہے یہ نعمت غلطے کسی کو فقر میں لطف ہے شاہوں کے برابر شیش یاں تخت کا ہے خاک کے اوپر ہاتھ سے سلسلہ فقر نہ چھپتا نور پیار کر دتی جو باہ دار نام کو ہیں فقیر شہر میں جو باہ دروازے کے خزانے میں دل کے لعل و گہر و خض کے خزانے میں حق ہے کچھ ہم دروازہ کی حاجت نہیں فقر کا منصب ہے جاگیر کی حاجت نہیں قدرت کی نظر سے دیکھیں شکوہ قلندریں بھری ہے نعمت کو نہیں کو قمار سے بجھ لے شیر کا بوق نہ دیکھا اس کو قمار سے گنگے ہوں ننگوں بیو نہ اگر دتی غلندریں فقر و فنا کو حرص و ہوا سے مٹا دیا پامردوں سے تورا ہے دست کو کی قناعت لکھنی چاہوں بھیلانے رہے فقر کی دولت سے یا سود کی حاصل رہی ہوں گدا نفرت ہے مجھ کو عالم اسباب سے بوریا بے خبر ہے مجھ کو قاتم پنجاب سے فقر کی</p>
---	---	---

فقر

نہ خدا اپنے کوئی اسباب بنوے
تو فقیر اس نظر سے سزاوارت و تیار
فانی اللہ کے رتبے سے پایا ہو جو آگاہی
تو کچھ جینے سے خوش ہو جائے کہ اس کا سایہ
کیوں نہ پھر شاہ پہ غالب ہو گا سایہ
یاں قدم بوسے سے بھی یاں حاضر ہیں
دین دنیا کے تارے فقیروں کے جوت میں ہیں
سب وہ کیا ہے کہ فقیروں کے دل کو تو ابھی
کون نہیں فقیراں اور یہ گھوڑے پھیر
ان کے بار بھی ہوں ببار اور یہ آتی ہے
فقر کو کوئی خوش صورت
بادشاہ و وزیر کی صورت
ہم اپنے فقر میں بھی ہیں اک ان بان سے
کلی ہماری رنگ دکھاتی ہے شال کا
حق نے غنیمت دی ہے ہم کو قرآن مجید
موتے کے نہیں وہ پیر گروں کے مرید
نعمت فقر میں بھی یاں نہیں تنہا غوری
بانٹ کھاتا ہوں جو موتے ہیں میرے
بے سوز رنگ انقلاب امید
ہر حال میں ان کو ہے خدا سے امید
ہم فقیرانہ

فقر کی دولت کو کیا خالق نے بخشا ہے وقار
فقیروں کی مجلس ہے سب سوجھا
سکندر کی خاطر بھی ہے سدباب
غنی ہوں وی ہے خدا نے بھی دولت فقر
موتے پر جب گدا و بادشاہ کا حال یکساں
جو کی روٹی میں فقیہی نے دیا ہے وہ مڑ
فقر کی دولت سے رہتا ہے ہمیشہ دل غنی
سلطنت کا ہے مزہ نفس کشی میں غافل
بادشاہت ہو تو کیا جس میں حلاوت ہی نہیں
دولت خدا پرست لٹائیں جو فقر کی
پیر فلک کے دور میں ہیں فرد ہم فقیر
خیال تن پستی چھوڑ فکر حق پرستی کر
مرد فقیر ایداد دیتے نہیں کسی کو
بسر ہو جائے گی کمل کے سایہ میں فقیروں کی
فقیری نے دیا ہے رتبہ عالی بادشاہی سے
بادشاہی سے فقیری کا ہے پایہ بالا
فقر کے کوچہ میں قدر دولت دنیا نہیں
فقیری سلطنت ہے خاک رکوے جاناں کو
کلی مری شمیمہ سے رکھتی ہے مجھے گرم
منزل فقر و فنا جائے ادب ہے غافل
فقیری جس نے کی گویا کہ اس نے بادشاہی کی
نہیں رکھتے ہیں امیری کی ہو س مرد فقیر
نعمت فقر سے موجود جسے رغبت ہو
نعمت فقر سے مخلوط ہوا ہوں ایسا
چھوڑ کر ہم نے اسی دی کی فقیری اختیار
دولت فقر سے رکھتا ہے غنی
فقیر کو نہیں درکار شال ہیروں کی
کسی کو ملک دیا ہے کسی کو مال دیا
مقام شکر ہے جو آسمان دے خرقہ فقر
ثابت قدم فقر کو ہے نفس کشی شرط
پابنہ سرعہ بیان وطن گرد آلود
مند شاہی کی حسرت ہم فقیر کو نہیں
گردش دوراں سے مردان خدا بے باک ہیں

ہاتھ پھیلاتا ہے سلطان بھی گدا کے سامنے
امیروں کا یاں تک گزارا نہیں
جو دار بھی ہے تو مدارا نہیں
یہ بادشاہ سے جھک کر گدا نہیں ملتا
سجائے تخت ہم کو بوریا دیتا تو اچھا تھا
ناز انعمت سے مجھے منعم کے نفرت ہو گئی
ہاتھ پھیلاتے ہیں کب ہم غنیا کے سامنے
عجب اکیس یہ پیش فقرارہتی ہے
نعمت فقر سے بتر کوئی نعمت ہی نہیں
پھیلا میں بادشاہ بھی آگے گدا کے ہاتھ
کمل کی آرزو ہے کنارہ ہے شال سے
نشاں رہتا نہیں ہے نام رہ جاتا ہے انکا
میں ذکر آ رہا ہرگز زیر شجر نہ کرتا
مبارک اہل دولت کو ہوشال نمدی
دو عالم میں مرادل ہے جہاں میں جام ہم
بوریا چھوڑ کے کیا تخت سلیمان مانگوں
ٹھوکر میں کھاتے ہیں یاں پارس کے تھوکر
مبارک جام ہو جیشید کو خاتم سلیمان کو
سنباب سے افزوں ہے یہ قائم سے زیادہ
بادشاہ تخت سے یاں اپنے اتر لیتا ہے
جسے ظل پہا کہتے ہیں درویشوں کا کمل ہے
شیر کی کھال ہی ہے قائم و سنباب مجھے
آب شیریں میں ہے مان نکلیں تھوڑی سی
خشک کر کے انہیں کھاؤں جو میں تر ٹھٹھے
بورے پر بیٹھے ہیں قالیں کو ٹھوکر مار کے
ہم کو آتش دل خرسند اپنا
سر بر ہنہ سر گوشا وہ کیا کرتا ہے
فقیر ہوں مجھے اللہ نے ہے مال دیا
کفن پہنکے ہے اس گھر سے جہاں نکلا
بے دیو کے مارے ہوئے رستم نہیں ہوتا
ہے کرامات گدا حال گدا سے پیدا
فرش ہے گھر میں ہمارے چادر مہتاب کا
نوح کی کشتی کو اندیشہ نہیں گرداب کا

انہیں

اشک

امانت

آتش

آتش

آتش

نقص

دریاب

وہی دنیا ہے با ایمان اسے
جو حاصل کرے کچھ عرفاں اسے
جست کوئی دین و دنیا کا سخن ہم سے کر و بار
ہم سے کچھ چھوڑ کے بیٹھا ہے جو چنگیں میں شراب
کیوں نہ ہم اس کو بکریاں سمجھیں
دیکھو اور ہی چاری اسے
مفقروں کی صحبت جو حاصل سے شراب
رشتہ ہیں شاگرد ہی اللہ کے اسان کے
بیچہ جلتے پاؤں پھیل کر وہ سلطان کی طرف
رہے جس درویش کا دست طمع کو تباہ ہو
چکر کوئی جانے نہ پہچانے نہ مانے ہم عالم ہیں
فقر کے عالم میں بتر اس سے کوئی عالم نہیں
شاہ ہونے میں پائے بوس گدا
سچے عجب سلطنت گدا ہی میں
خاک و زرجو برا ہے وہی درویش ہیں
بے نصیبوں کو انہی کی خاک و رشتی نہیں
عرفان حق سے جس کو مونی ہے نظر بند
سنت آسمان بیت ہیں اس کی نگاہیں

کیا پٹے کپڑے سے تنگے فنا فی اللہ کو
کیونکر گلیم پوش نردوشن ضمیر ہوں
زیب و زینت نہیں ار باب فنا کے گھر میں
ہر دوزا نوغیا کے پاس مت قالین پیٹھ
گدا بن کر ترے در پر رہے بس ہے یہی خوش
وحید عصر ہوتا ہے دنی کا نام کھوتا ہو
حیات جاودانی کس طرح اس کو نہ حاصل ہو
ہوا ہے مقدر جس دن سے درشتوں کا بخت اور
میں خاک نشین ہوں کیا کرونگا
بہتر از محل فقیری میں فرش خاک ہے
بے سبب نام ان کا شاہ نہیں
گدا کے واسطے ہے فرش قالین
ساہاں کی احتیاج نہیں اہل فقر کو
غصہ سے امیروں کے خطر کچھ نہیں آیا
امیروں کی خوشامد کرتے ہوا تہی عبث
کوئی ادھم سے پوچھے فقر میں کیا بادشاہی ہو
تخت پر لات جس نے مادی ترا
یوں ادب کیجئے فقروں کا
سر جھکا کے قدم پہ فقر کے
نٹ گیا جو صلہ امیری کا
فقیری کا مڑہ خوب اس نے بے رب و بیایا
کس سے کہئے مڑہ فقیری کا
امیروں کو ہے گرا میری یہ ناز
گدا ہی میں کرے جو بادشاہی
چاہئے درویش کو نازاں ہوا اپنے حال
خاک و زرجو بڑا ہے وہی درویش ہیں
دہ آدمی کیا جو سگ دنیا سے دنی ہے
رتبہ ہے فقروں کا امیروں سے زیادہ
دنیا کی سلطنت کو سمجھتے ہیں یوں فقیر
خداہ پناہ فقیریوں کی ناخوشی سے تباہ
فقر میں اس کی آن بان ہے اور
کم کوئی فقر سے ملتا ہے خدا کے واسطے
نیان خشک راغی ہوں پھٹی گدڑی پر شا کر ہوں

گور کے پیوند کو کیا بخیہ گر کی احتیاج
رکتا ہے آئینہ کو نمد کا غلام صاف
خانہ گور کو درکار نہیں جھپٹ پر دے
پاؤں پھیلا اورے پہ اپنے گھر میں سودم
نہ خوش آتا ہے بختا در کو ہرگز تھا ٹھٹھا ہانہ
خدا ہی میں خودی کر کے فانی جلتے درویش
کہ پہلے موت سے آفاق میں مچائے درویش
رکھے ہے سر جہاں پر کوئی رکھتا پائے درویش
اے صاحبو یکے کر سی وسینہ
پانوں پھیلا کر جو لیٹے ہاتھ تکب ہو گیا
کہ فقیری بھی ایک دولت ہے
بچھانے کے لئے گر بویا ہو
جب ہے زمین نہیں ہے اگر بویا نہ ہو
اللہ نگہاں فقروں کے غصہ سے
فقروں سے ملو کچھ فقر کا جاہ و چشم لے لو
غنی ہے دل فقروں کا بظاہر کوتاہی ہے
بورے پر وہ کب کرے گانا ز
جیسے آداب ہوا میروں کا
بادشاہوں کا اور وزیروں کا
جب سے پایا مڑہ فقیری کا
نہ بستر کے لئے کبھی حسد بویا پایا
فقر بے اضطراب ہے نعمت
فقروں کو بھی ہے فقیری پناہ
وہ ہے سراج شاہان ممالک
جس طرح دولت پہ کتے ہیں گھنٹا ہل دول
بے نصیبوں کو انھیں کی خاک و رشتی نہیں
درویش کو کیا چاہئے اللہ غنی ہے
درویش کی خدمت میں رہو یا روادے
تو شہ کبھی بنے کوئی جیسے بیاہ میں
وہ جس پہ گرم ہوں جھٹ پیر ہن میں اگلے
جس میں کچھ آن نامرادی ہے
دفع اعدا کے لئے یا کیا کے واسطے
یہی قوت گدایاں ہے یہی دلق گدا ہی ہے

بحر
بیان
بختاور
برق
پرتو
تجمل
تراب

<p>تراب</p> <p>فقر</p> <p>کس طرح خدا دلوں سے جو نفس پرستی مومن کو بھیبت کی پیش نہیں کرتی فقیروں کی نفس رانی سے دیر ہو کیوں نہ پھر کہ سرمد کی دعا سے بدستارستہ عالم سے درویش نہ ہو جب تک راستہ اور عالم سے بے قید ہو تو کب آزاد ہو تو کب ہوئی نہ اگر سب سے سوا عزت درویش رکھنا نہ کوئی آرزو صحبت درویش نیامنی کرے تو کھتی ہی نہیں دولت درویش دینے سے گدائی کرے۔ بندوں سے درویش پیشا مست درویش ہے اور ذلت درویش کوئی ہم سے سرکار رکھے چلے نہ رہے ذرات رہے حق سے سرکار ہمارا بے تکلف جس کو گھر بیٹھے خدا تیار ہے رزق ہمیں پھر کسی سے کرے تراب ناحق کو یار بانی کو سرکار چاہئے مولا سے اپنے اس کو سرکار چاہئے کون کہتا ہے گدا ہم کو شہنشاہ ہونے حق کے دروازے پر بیٹھے در سلطان چھوڑا</p> <p>عزت</p>	<p>تراب</p> <p>جو یہاں حجرہ میں بیٹھے ہیں نہیں گھبراتے ہیں اس قدر آرام یہ عزت نہیں جو کرے خاطر سے اپنے سد باب آرزو گلے میں جس کے کفن سر یہ جس کے تاج شاہی جو خدا کے واسطے ہم سے ملے جو ان سے منہ بگاڑے اکو حاصل رویا ہی وہ رہیں کس طرح ہو گا جو رہا دیدہ راہی ہو کیوں غرض مند وہ امیر کا ہو تراب اس بات سے یارو تمہیں آگاہ کرتا ہے جس کے قدم سے ہاتھ طریق خدا لگی جسے نہ کچھ غرض دولت و امارت ہے لذت پڑی ہو جس کو غذائے لطیف سے اس کو کیا کہئے وہ سالک ہے نہ وہ مجذوب ہے اللہ نگہیاں فقیروں کے غضب سے بہت کم ہیں خدا کی راہ والے جس کا دل اس جہان سے اٹھ جائے جس پر فقر کی مہربانی ہے خاتمہ بالخیر ہو فضل الہی چاہئے کہ ان کو ننگ ہے دنیا کی بادشاہی سے صاحب دلوں کے دل سے اگر راہ کیجئے دنیا سے جو کوئی جھاڑ کے دامن نکل جائے کہ بخود میں ہے نسبت انھیں خدائی ہو آتش آزاد طمع حرص و ہوا ٹھنڈی ہے تفسر کو ہے عالم کی آشنائی سے جگ میں وہی تراب شہ زندہ دل ہو نہ ہو جس میں کدورت کچھ وہی صوفی صافی ہو جس کو حاصل ہو فنا مردگی اس لباس فقر میں کہنے کو ہم درویش ہیں وہ عالم میں کیوں نہ ہو سرفراز شکل درویش وہ بنا بیٹھے مگر مکر سے کوئی شکل بزرگوں کی بناوے وہ آرزو بستر و بالش نہیں کرتا وہ عارف ہی نہیں دعویٰ کرے جو حق شناسی</p>	<p>تبر کی تنگی و تاریکی سے ان کو ڈر کہاں کیوں نہ درویشی میں خوش رہئے تراب خود بخود سب آرزوئیں اس کی برائیں تراب بڑی ہے ذلت اس کو جھڑی ہونا امیروں کا ہم ملا میں اس کو مولا سے تراب فقیروں کی تو جس طرف آئے وہ بن جائے فقیروں کی کتابیں پڑھ کے کوئی کامل نہیں ہوتا ہر باں جس پہ ہو تراب فقیر فقیروں کی دعائے بد غضب الاماں اس سے کیوں نہ سر جھکائے اس کے قدم پر ہم تراب کس لئے جائے وہ گھر امیروں کے ہرگز نہ پاوے ناں جویں کا وہ ذائقہ جو فقیر اپنے ہوائے نفس کا مخلوب ہے غصہ سے امیروں کے خطر کچھ نہیں ایسا نہرا روں میں کوئی دو ایک ہونگے وہی گھر بیٹھے اپنے چین کرے مہربانی خدا کی اس پر جان ہم کو کچھ دولت نہ کچھ اباب شاہی چاہئے خدا اپناہ فقیروں کی کبریائی سے راہ اصول حق تو نہیں دور کچھ تراب زر خاک برابر ہے تراب اس کی نظریں خدا کے لوگوں سے ڈرتے رہو خدا کیلئے جس جگہ فقر و قناعت کی طراوت ہو تراب مصاحبت ہے خداوند خلق سے جن کو جن کا تمام آرزوؤں سے موا ہے دل تصوف بے تکلف ظاہر و باطن کی ہر صفت جیتے جی پہنے وہی کفن تراب کام درویشی کا ہم سے کچھ نہ بن آیا تراب کرم سے جو مولا کے ہو سرخرو نہ رہے جو کسی کے کام کے کچھ چھپنے کا نہیں وہ تو نظر باز سے ہرگز یارو جو ہوا صدر نشین فقر و فنا کا زباں اس کی ہوئی ہے گنگ جس نے اکو پھینا</p>
---	--	---

2

غم
 عار ہے کبر اور کدورت سے
 ہر کدومہ کے خاک پا ہیں ہم
 شادی سے جو یاں شاد حزیں غم سے
 رشتہ اسے فردوس میں کم جہ سے
 راحت میں کر کے شکر مصیبت میں کر کے
 بندہ ہے وہی تاج مولا بہت اچھا
 بگڑ و اخلاص و تواضع ہے طریقہ امین
 کبر سے کہینہ ہے نخوت سے ہے نفرت ہم
 بننے ہیں کام اپنے لگھ کر ایسے
 اس کی قدرت کے کارخانے میں
 بانی پر بیخ و الم ہے دین چاہئے
 یک دم ویر چھ چاہئے نہ گویا خاک ہو
 خوب ہے یہ خاک ہونے سے تو پہلے خاک ہو
 خاک ہے تو خاک میں اکدن دلائل جلنے لگا
 نہ ہو آرزو آرزو کی جہاں میں
 اگر آرزو ہے یہی آرزو ہے
 نیاز مند رہوں گا جو بے نیب زوں کا
 تلے گا بھید کی دن خدا کے رازوں کا
 ہے ساوگی پسند ازل سے مرا مزاج
 مطلب نہیں فقر کو کچھ زیب و زینت سے
 رہ صراط

عجبت ہوا آرزو دنیا و دین کی
دوست و بر خدا ان سے نہ کرنا سرکشی
نیک و بد سب ہیں تراب اس کے ظہور سما
فقیہ کو تہ بکر امیر سے واجب
مجھ کو نامی و گنامی سے اپنے کیا غم
اے نام و نشان کی اپنے کیا فکر
دیکھ پڑتا ہے ان کو کچھ تو حق
جو عالم بگاڑے گا اپنا تراب
کیوں نہ دور ویش سب کا خیر خواہ
تراب اپنے مخالف پر دعائے بدر کے کیونکہ
اغنیاء سے بے نیازی کیوں نہ ہم کچھ تراب
فکر دنیا ہے نہ خوف پرش روز جزا
فقر کے سامنے شاہی کی حقیقت کیا
کام ہفتاد و دولت سے ہے توجہ کو
ترے نام کے جو ہوئے ہیں فقر
تکڑا ملا تو شکر کیا اس فقیر
مطبخ شاہی کے خاصہ کا نہیں بھوکا
ہم فقیروں کو علاقہ حشم دنیا
راحت کی خوشی رنج کا کچھ غم نہیں
بیخود رہے خودی تو وہاں ناپید
نہیں مند خصوصیت ہو جس پر اہل دولت
وہی جہاں میں رموز قلندر ری جا
کہہ سلیمان سے نیکیں پر اپنے تو نازاں
بتر ہے کہ جنگل میں بسر ہوتی تیر
کیہیائے خاکساری ہم فقیر و
کہتا ہے دل کہ عشق خدا میں فنا
محو خدا کو کب ہے دام و درم کی خواہ
جلکہ آنکھوں میں دیتے لوگ سر میر
کبھی جہاں میں ہیں سرکشی نہ آ
ہم روز ازل سے ہیں وہ پابند
کیہیائے نہ ملے دولت غیبی
سعید کچھ نہیں پروا کوئی
تارک کل جو ہیں - میں تیرے طلب

ترا اب اللہ بس باقی ہوں ہے
ہوں مرا تب اپنے زانو پر جو سر ڈالے ہو
تجھ کو یک رنگ نظر چاہئے ہر فرد کے ساتھ
کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے
طالب نیستی و فقر و فنا ہوں خوش ہوں
جو گم رہتا ہو فکر بے شاں میں
وہیاں جو اس طرف لگا بیٹھے
رہے گا بنادہ ہی عالم کے بعد
کان لطف و معدن اتفاق ہو
کہ بدخواہی تو دشمن کی فتوت کے منافی ہے
مالداروں سے فقیروں کو تکبر چاہئے
دونوں عالم سے جدا ہے بادہ خوار کوئے دوست
بوریا بدلوں نہ میں مسند قیصر کے عوض
ایک اللہ کے ہم ہو گئے یکسو ہو کر
انھیں مسند و بوریا ایک ہے
جھوٹی گوائی لب نان جوین نہیں
خوانینہا بھیج دے کھانے کھلانے کیلئے
اپنی محفل میں سکندر ہے نہ دارا کوئی
طالب ہو کسی شے کا وہ دل ہم نہیں رکھتے
دیوانہ جو بنا ہے وہی عقلمند ہے
حصیر فقر پہ بیٹھا ہوں آئے جب کا جی چاہے
بھبھوت تن پہ جو ملیبوس قیصری جانے
پیش ارباب ہم یہ دست زیر رنگ ہے
بھاتا نہیں رہنا ہیں صحبت میں کسی کی
جو چلا اس راہ پر ادا نئے سے اعلیٰ ہو گیا
بھولے سے رخ نہ کر زودینار کی طرف
زاہد تجھے مبارک باغ ارم کی خواہش
سراج کشتہ مٹ کر بے شان و نام ہونا تھا
کہ مٹ خاک سے تھے خاکسار بنکے رہے
مل جائیں خزانے بھی تو پروا نہ کریں گے
فخر اکبر ہو تو خاک ہمہ تن منکر
طاوہ چاہئے کیا غم ہے گر جہاں نہ ملا
اہل دنیا میں ہیں محسوب نہ دینداروں پر

شراب

11

4

2

11

4

✓

2

✓

2

2

1

1

1

;

1

1

1

1

1

1

10

1

1

5

1

پ

رف

پیش

اقا

1

511

یہ

44

九

2

<p>تھو کو صحت ہوئی صیانت آپ کو جس نے آپ مارا ہے آپ کو بندہ خدا ہیں گرچہ کہ نہیں جدا ہیں پر خدا سے اثر کشتش دل کی صفائی قلب زبان کا اثر کشتش دل کی پھول لہجے میں درویش کے کمال کار ہیں گرچہ خاک راہ کے شیک نشانی پر گدہوں کے رہا ہے تعظیم گدہ کو تخت سے بادشاہ اقصا ہے خلعت میں نہیں جو کلیم میں عزت سے دولت نے عالم میں وہ خشتی لباس سے عزت زریں سیدی کہ میں نے لباس سے عزت زریں سیدی خصال خدا کو نہیں پروا کے دانے کب نشوونما پاتے ہیں فقر فخری ہے بہت اور کوشت ایسا میں ہم اپنی کہلی میں نیست کوئی اپنی مثال میں بھیجے ہیں خوش تیرے گرا تیرے در کی چھانوں میں بھیجے ہیں جاتی رہی آرزو سے سب بال ہب جاتی رہی منداوس ہے میری کلیم کی راجہ حبیب ہے جام گدایانہ مرا اٹھا</p>	<p>سفر " قابل ہوں صدق دل سو خداے قدیر کا " جو لوگ بواہوس ہیں انہیں آنکے حرص " درویش کو کیا کام کلاہ تتری سے " گدا کے بھیس میں آ کے بادشاہ ملے " نیند آگئی بچھا لیا تکرہ حصیر کا " ہیں ہر انجمن میں یاد خلوت خانہ آتا ہے " بنے گا خود یہ مرا نقش بوریہ تعوید " فکر کے مری بلا ہر متاع منک " طبیعت موم کر دیں صاحب تاثیر تھری " جو بے نشان ہوا اسے نام و نشان کیا " اس قدر چاہتا ہوں رفع ضرورت ہو " ہم کو جو بھر دسا ہے سخن اپنے خدا کا " اور اس کے بعد اگر ہے تو مصطفیٰ عرض " بڑھے نور تن میں چھپا ہے جہاں تک " اس کو دنیا سے سرور کار نہ اصلا ہوگا " ہاں طلبگار ہوں تو تیرا ہوں " بگڑ کے خوب بنائی فقیر کی صورت " پھر جائے ہر طرف سے خدا سے لگے دل " بہت جانتے ہیں ریاضت عین " سمجھتا ہوں کثرت سے وحدت عزت " ان کا قابل نہیں جو صاحب تاثیر نہیں " جس کی نظر میں نور خدا ہو لیا ہوا " پیر شیطان ہے جس کا کہ کوئی پیر نہیں " اس کی عزت نہیں حرمت نہیں تو پیر نہیں " فقر چاہے تو یہ بڑا ہے کمال " فخر اس میں ہے نہ رکھ دل میں کسی کی خواہش " اللہ کا جب تک کہ طلبگار نہ ہوگا " مسنون فرمان بنی حکم خدا شرط " کبھی کے یہ دونوں کنا ہے ہوتے ہیں " کر سے جاتا رہا اس کا فروغ " گرچہ ظاہر میں انتقال کیا " جو حق آگاہ ہو تو حید حق کا مرتبا جانے</p>	<p>سفر " رہ صراط سے کیا خوف ہو سفر اسکو " کیونکر ہوں نہ ملک قناعت میں حکمراں " روز ازل سے طالب دولت نہیں ہیں ہم " ہوا فرشتا ہا نہ امیروں کو مبارک " بڑھایا فقر کی دولت نے یہ وقار مرا " پرواہ نہیں ہے بستر کنجاہ کی مجھے " نہیں دنیا سے کچھ دستگی غربت گزنیوں کو " بچوں نہ فقیر کی حالت میں کیوں بلاوں " میرے نصیب کا جو ہے مجھ کو لے گا وہ ضرور " اگر چاہیں تو پھر انسان کی تو کیا حقیقت ہے " بے فائدہ ہے فکر کہ نام و نشان رہے " طمع و حرص نہیں جاہ و حشم کی مجھ کو " ہر وقت میں ہر بات میں ہر کام میں خوش ہیں " غرض کسی سے نہیں ہے مجھے خدا سے غرض " کبھی راز حق کو نہ لائے زباں تک " حق تو یہ ہے جو کوئی طالب مولا ہوگا " دین و دنیا کا ہوں نہیں طالب " ہے دعوت فقر کا جامہ امیر کی صورت " لازم ہے یہ کہ اور کسی پر نہ لائے دل " جو آگاہ ہیں لذت فقر سے " ہے سید مزہ جو کچھ توحید کا " یو تو درویش ہزاروں ہی نظر آتے ہیں " دنیا کو سہو سے بھی نہ دیکھے گا وہ کبھی " جس سے اللہ ملے ڈھونڈ اسی مرشد کو " جس کو نسبت نہیں اللہ سے کچھ بھی لے شیخ " اپنی ہستی کی کچھ خبر نہ رہے " جبر کر نفس پہ مٹ جائیگی جی کی خواہش " حامل نہیں ہونے کا مزہ فقر میں ہرگز " درویش نہیں وہ جو نہ ہو شرع پہ قائم " نہ دنیا سے رغبت نہ عجب سے مطلب " جس نے درویشی میں کچھ پایا فروغ " کب مرے اہل فقر سے سید " خبر ہے کون محویت کا عالم کوئی کیا جانے</p>
--	---	---

قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	موجود اپنا اس کے سوا دوسرا نہیں	عاشق	کب اس کے آسائے نہ ہوں اپنا نہیں
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	قاروں کے لئے بار ہو اشوق درم کا	"	سراوج فلک پر ہے مرا فقر و غنا سے
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	جکے ہو دل میں کچھ بھی ذرا سی ادھر کی چوٹ	"	ہرگز نہ اس کے دل کو گئے سیم زر کی چوٹ
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	تختہ بیچے میں کروں خاک پر منزل جٹ	"	رتبہ اہل فن دیکھے تو منعم یہ کہے
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	ہم گھر نہیں رکھتے کہیں بستر نہیں رکھتے	"	منظور تھی کچھ دن کے لئے سیر جہاں کی
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	کبھی خیال نہیں اس کو خود نامی کا	"	جسے یقین ہے خدا تیری کبرائی کا
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	شاہی ملک سلیمان ہے بیج	"	اس کے کوچہ کے گدا کے آگے
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	یہی تعظیم بہتر ہے ہی تو قیر بہتر ہے	"	ترے در کی گدا کی اور غلام بے درم ہونا
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	اے دل بسا طفرہ چننا چنیں اٹ	"	مسند کو لات مار بچھا بوریاے فقر
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	مرے تن پر نشان بوریا ہے	"	اگر منعم تری مثال تھا ہے
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	خاک میں سوتے ہیں پر میل کفن ہوتا نہیں	"	جس کی طینت پاک ہے وہاں نہیں لگتا نہیں
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	اے اوچو آرائش یہی ہے زینت عبق	عزیز	پہن کے کسوت الفقر فخری جسم خاکی پر
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	گو صورت گردوں میں تو وضع سے جھکا ہوں	"	اک ذرہ نہیں کم ہے مری شان کی تحت
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	آسیب بن کے سایہ بال ہا مجھے	"	وہ فقر و دست ہوں کہ ڈراتا ہے خواب میں
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	اڑ ہے جو طائر روح گدا ہما ہوا	"	ہرین فقیر موئے پر بھی بادشاہ نشاں
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	طلب جو ترک کرے شاہ ہر گدا ہوا	"	اٹ دے کاسہ تو بن جائے صورتِ فر
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	یہ ملا فقر میں سامان عمارت ہم کو	"	چتر فیروزہ فلک تخت زمر و سبزہ
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	کس کو غرض بڑی ہے کہ سر پر بال	"	کیوں تاج سلطنت کی تمنا کرے فقر
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	قطع اسباب کو جو قطع منازل سمجھیں	"	ساکن رہ تجرید وہی ہیں قطعاً
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	مگر نہ نو کی وضع برہیں سر تواضع ہے خم ہمارا	"	اگرچہ رفعت میں نامور ہیں زمانہ کے مرجع نظریا
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	منعم تیکہ کسے کہتے ہیں بستر کس	"	صورت نقش قدم خاک نشیں ہیں درویش
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	کل فقر کو دیکھ سیم سر شاہ نہ کر	"	سازنخت نہ بتا کسوت درویشی کو
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	تیری الفت چاہئے - تیری محبت چاہئے	علی احمد	کچھ نہیں دنیا سے مطلب اور نہ دولت و غنا
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	درویش جہاں بیٹھ گیا بس وہی گھر ہے	عاقل	دولت کے لیے حد ہے فقری ہے وہ دولت
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	عینک لگائیں ضعف اگر ہو نگاہیں	"	نا طاقتوں کو ہوتے ہیں اہل صفا عصا
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	ہم خاکسار خاک کو بستر بنائیں گے	"	تقدیر نے بٹھا دیا مسند پہ فقر کی
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	بوریا ہی ہم کو اپنا کیسہ دلاک ہے	خاقل	ہم فقروں کا بدن آلودگی سے پاک ہے
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	فقروں کی بھی کیا ہمت بڑی ہے	فیض	کیا دنیا و مافیہا سے انکار
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	حق تعالیٰ سے کام ہے میرا	فدا	نہیں خلق خدا سے کچھ مطلب
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	انھیں دین و دنیا سے کیا کام ہے	"	جو زندہ ہیں راہ خدا میں فنا
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	گو ہے گدا جہاں میں مگر بادشاہ ہے	"	رو کا ہے جس نے سلسلہ احتیاج کو
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	ہستے ہیں جیسے گل کا قبا بیرہن ہوا	"	زنگین مزاج ہیں پٹھے کپڑوں میں باغ باغ
قبول	فقیر کی بات ہے	قبول	قوی ان کی زبردستی پہ اپنی زبردستی ہے	قبول	فقیر کی مطیع اپنا کیا ہے دوست دشمن کو

<p>فقر رہتے ہیں جو کہ صبر و تحمل کی آرزویں ناخوش رہ نہ ہوں گے کبھی مبتلا نہیں جو غواہ مشوں کو چھوڑنا عفت پر مہر ہے ان کو نہ مل جائے گی کبھی کوئی اولیٰ حرم چھپی اس لئے ہم سے دلت کی تیری کہ شاہ جہاں سے بہتر گدائی ہے تیری ایک ہم بھی ہیں کہ مرتے ہیں جو نام کے لئے اک وہ بھی ہیں کہ دریا نہیں سو کھ جائے جو یہ وہ دریا نہیں فیض مروان خدا رکھتا ہے تیری دنیا کے کب فریب میں آتے ہیں حق پرست لائے گی دام میں انھیں یہ پیراں کی ایل نظر کی آنکھ میں عالم ہے سب جہاں کہتے ہیں جس کو خشرہ تعبیر عاب ہے مری نظروں میں ہے تقاد ہوں میں پر کھنے والا ہوں تقاد ہوں میں خاک طالب ہوں گے اب ہم نصب جا کیے پڑنے کے کر ڈالے لباس عزت و توقیر کے نظر آتے ہیں جن کو سنگریزے لو لو و مرجان نہیں ہوتی ہے ان کی آنکھوں میں تویر و بیکری نہیں</p>	<p>محب " ناگنا بھیک کا عزت ہو تو ذلت کیسی " کیا کہوں تم سے کہ کسی روح کو راحت ہوئی " فقر میں لیکن ہیں اب خوشحال بھی آزاد بھی " خوشی نہ زسیت کی جن کو نہ ہو قضا کا خوف مہر " محتاج نہیں فقیر زر کا " ہم محو جلوہ ہائے سمیع و بصیر ہیں " الہی تو آنکھ میں سائے سبق کچھ ایسا پڑھا ہے مجھ کو " فکر کو دور میرے تجھے راحت ہو گی " مرے سینہ میں دل کی جا کوئی پریاں پیدا کر " داں تیرا گدراے سگ نیا نہیں تھا " یہ ہے باغ اس میں بیرے کو ہائے " مکان چاہئے کیا منت استخوان کے لئے " کیا غضب دیکھ تو ارباب فنا کرتے ہیں " یہ ہے اے تہر نشان درویش " ہم اب بھٹکے اپنے گھر دیکھتے ہیں " وہی اے غافل غفلت سے یاں بیدار ہوتا ہے " منتظر بیٹھے ہیں کس روز شہادت ہو گی " ذات واحد میں دو علمی کی نہ صورت ہو گی " دور رہتا ہے غم و رنج و الم ہم سے الگ " دیکھتا کون ہے اس عالم امکان کی طوف مہتی " میں اس جہاں کا تاج شہانہ کیا کرتا " نہ ہے پیش دل بیش و کم کی حقیقت " چٹکی بھرا اس فقیر کو بھی ہے نمک لذیذ " نان جو میں مزہ کی ہے آب نمک لذیذ " یہ مہتی ہے گد اگر مہی کسل میں نیکیش " کافی ہے ایک پارچہ مجھ کو گلیم کا " جو ذی خرد ہیں وہ کب جب جاہ کرتے ہیں " اپنی ہستی مینا کر " دنیا تو کہ صر طالب عبقے نہیں ہوتا " بادشاہوں کی جو گد انہ سننے " ظاہری شکل پہ مرتے نہیں سیرت والے " معرفت رکھتے ہیں ہر شے کی حقیقت والے " روز ازل ہی توڑ دے میں نے پائے حرص</p>	<p>فقر پر فخر ہے شاہی ہے گدائی اب تو جب سے سیکھا ہے محب تیرک خواہش کل نوکری میں تھیں محب سو طرح کی پابندیاں وہی ہیں چین سے اس خانہ حوادث میں بتا ہے خاک سے بھی سونا کانوں سن کے اور ان آنکھوں سے دیکھ کر نہ غیر کا دل میں وہ بیان آئے نہ ماسوا پر خیال جا فکر دنیاے عبث فکر ہے عجبے کا فضول الہی تیری کاوش ہو الہی تیری کاوش ہو ہے منزل عرفاں گھر ارباب صفا کا گلشن دہر کی جانب فقر آئے کب ہمارے واسطے دو گز زمیں کافی ہے مر کے پاتے ہیں محبت میں بقائے ابدی سختیاں سرے گراف نہ کرے بہت جستجو میں پھرے تیری درو جسے ملک فنا میں ہے بقائے جاوداں حاصل نفس ہم مار چکے موت کا کچھ خوف نہیں ہم نے شیطان و رحمان کا جھگڑا چھوڑا ہم وہ ہیں رہتے ہیں دنیا میں سدا غم سے الگ جب سما جاتا ہے آنکھوں میں وجود واجب کلاہ فقر اگر میرے ہاتھ آجاتی غرض شاہ سے ہے نہ مطلب گدا قند و نبات و شہد مبارک ہو شاہ کو اس دیر بے ثبات میں دانا کے واسطے سمور قائم و سنجاب شاہ کو ہونے صیب خواہش نہ مال و زر کی نہ خواہاں ہوں سیم کا جو اچھے لوگ ہیں خود کو برا سمجھتے ہیں گر طالب ہے مولا کا عالم سے نہ الا ہے نہ الا چاہئے ولا کہئے اوس کو فقیر بے پروا اور ہی باتوں پہ دیدیتے ہیں دل صاحب دل جزو کو دیکھتے ہیں کل پہ نظر کرتے ہیں ہوں وہ غنی کہ دل میں نہیں جس کے جاہ</p>
--	---	---

فقر

فقیروں کے جو ہیں خدام ان کو ہے مذاق اسکا
خدا کا قرب ہو ہر ایک کو نیت نیک ہے
کیسیا سے مجھے تیرے تھے در کی خاک
وہ گداہوں کہ نہیں ہے مجھے اکیر سے کام
دولت فقر سے حاصل نہیں اسے جان جہاں
ان کو منصب سے ہے مطلب نہ تو جاگیر سے کام
لامکاں کی سیر اک پل بھریں کرتے ہیں ہم
زادہوں کے حق میں یہ منزل کڑی ہے دوست
باقی باللہ جو ہیں وہ کرتے ہیں نظار اترا
ورنہ دیکھے ہر کوئی تجھ کو کہاں مقدور ہے
نہ حص مال نہ پروا سے جہاں رکھتے ہیں
جو تیرے فضل و کرم پر نگاہ رکھتا گدا
کم نہیں ہے افشرنا ہی سے پچھتا جگدا
گر نہیں بادور مجھے منعم تو دونوں تاج و تاج
خانہ سلطان کا ہے دل تن میں بیاضت کا چراغ
فرش و صند چاہے کیا خاک روں کو ترس
پہنیں و اسمان ہے زیر پا بالائے سر
گر او شاہ اگر چہ پناہ میں ایک ہیں پر
یہاں ازل سے ہے دونوں کے غور جاہ میں
ہاں باپ

نہیں آتی ہے اپنے دل میں زکیمی میکش
نظر میں کھبرتی نہیں اپنے دولت دنیا
کچھ بیاں ہم سے تو کر لطف فقیر کے
ہستی مطلق اب تو دائم ہے ان کی ہستی
جو گدا ہیں تیرے در کے یار انکی آنکھ میں
خود ہی کو جو مٹ بیٹھے انھیں رنگ وادست
مال و زر پر آنکھ ڈالے گانہ تیرا سیر چشم
وہ سر کو جھکائے ہو رہتے ہیں جہاں نہیں
خواہش نہ مال و زر کی نہ خواہاں ہوں ہم
اس وقت مرا سینہ عرفاں کا ہے گنجینہ
نہ دیکھ چشم حقارت سے جسم تیرہ کو
یارب نہیں ہے خواہش جاہ و چشم مجھے
مطلب نہ سلطنت نہ کرامت سے ہے ہمیں
دولت ہے کیسیا کی فقیروں کے صرف میں
جلوہ ہے ہر صنم میں خدائے کبیر کا
شاہوں کو فقیروں پہ شرف ہو نہیں سکتا
قربان ہو اس شان کریمی کے یہ بندہ
مری پاپوش ٹھکرائے نہ تاج و تخت شاہی کو
جو ہستی کو اپنی مثال ہوئے ہیں
جسے منظور ہو قرب خدا گلزار عالم میں
کس بات پر غور ہو کس بات پر دماغ
نہ ہم کو مونس و ہدم نہ آشنا کی تلاش
ہم فقیروں کو نہیں خوب لباس و زر ہو
جن کے اعمال نیک ہوتے ہیں
آپ کو خاک جو کیجے تو ملے نقد مراد
وادی فقر میں رکھ گام ادب سے کہ یہاں
نظر میں اپنی سمائی ہے شان حق محبوب
فقر اصاف سمجھ جاتے ہیں دل کی حالت
یہ بات سب میں کہاں ہے جو ہوتے ہیں کامل
جو واصل حق ہیں وہ ہر اک کو
تیرے عشاق کا تسلیم و رضائے شیوہ
آرزو ہے کہ رہوں ننگے ترے در کا گدا
وہی کامل ہے جسے لاگ ہے ستر حق سے

یہ وہ آئینہ ہے جس پر نہیں تحریر سونے کی
ہمارے سامنے کیا مال مال والوں کا
یہ مزا ملتا اگر تخت نشین ہو جاتا
جیتے ہی مٹ چکے جو وہ پھر عدم نہ ہونگے
سنگریزے ہیں جو اہر دیکھنے کے واسطے
نہ کچھ راحت پہونچتی ہے نہ کچھ الام ہوتا ہے
ہیں یہ سب لعل و جواہر اس کے تھکرانکھ میں
جو کو چہ تسلیم و رضا دیکھ چکے ہیں
کافی ہے ایک پارچہ مجھ کو کلیم کا
محتاج نہیں ہوں یارب کسی دولت کا
چھپا ہوا اسی ظلمت میں نور ہوتا ہے
ہے اک دل فسر وہ اسے دردناک کر
کس شے کی التجا کریں شاہ و گدا سے ہم
اکیر یہ غبار سے کس خاکسار کا
واللہ حق شناس ہے رتبہ فقیر کا
ہاں عزت ذاتی ہے جدا عزت زراور
ہے نام شہنشاہ ترے در کے گدا کا
جو تیرے فضل کا سایہ مجھے ظل ہما ٹھہرے
خدا سے وہی لو لگائے ہوئے ہیں
ملا دے خاک میں ہستی کو اپنی وہ بشر پہلے
گھر میں تو خاک بھی نہیں اس خاکسار کے
کہ عاشقان خدا کو ہے بس خدا کی تلاش
بادشاہوں کے تئیں خوب ہے یہ نیت خالص
ایسے مرتے ہیں جیسے سوتے ہیں
ہاتھ اپنے یہ عجب نسخہ اکیر لگا
خدمت موریں دیکھا نہ سیماں گستاخ
زمانہ ہو تو ہو دشمن ہیں ملال نہیں
ان کو تقریر سے مطلب ہے نہ تحریر و کام
خدا کو بندہ کو بتلاتے ہیں جدا کر کے
بندہ سے خدا بنار ہے ہیں
شکر ہر حال میں ہے لب نیشکایت کیسی
بہفت تسلیم کی شاہی مجھے درکار نہیں
باعث فقر کو فی جبہ و دستار نہیں

میکش

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

مضطر

"

"

"

مہتاب

محو

ممنون

"

محبوب

"

"

ماں باپ یا دوست جگر سے ہوا داس
 غرض پیالی سے کیا اصل فقیر ترک نیلے
 فقیروں کے لئے دنیا و دین دونوں تہیا ہیں
 ساغر جھٹ جہاں کوئی مست الٹے
 دیوانہ باش تاغ غم تو دیگر ان خورند
 اگر سرائے و ہر میں مردان راہ حق
 شام کہتے ہیں اُسے جس سے گدایاں مراد
 ہے نگہبانی کو بس گداؤں کی دعا
 بادشاہی کر رہے ہیں انڈولے فقر میں
 فقر سے ایسی مرے خاطر کو ہے چیدگی
 گداے میکدہ کس چین سے میں خاک نشین
 انصیا کو ہے یہاں حسرت فقر کو ہوش
 بس فقیر اس جاوہی ہے جو کوئی ہے بے ہوش
 فقر کے عالم میں بھی اپنی وہی ہے عمدگی
 داں امیری تازہ ہے غجر فقیر ہے یہاں
 یس فقیر آزاد و غم اور زیر بار غم امیر
 اس کا دم بھرتے ہیں بیٹھے ہوئے دنیا
 کیا فائدہ اگر تو ہوا نام کو فقیر
 جو فقر میں پورے ہیں وہ مر حال میں خوش ہیں
 جو راہ دین پہ ثابت قدم ہیں اُسے نواب
 کلاہ فقر کے آگے ہے تاج شاہی بیچ
 ہے سقف منقش کے تلے جائے تو لکڑ
 نظر میں کیوں نہ سیم زر نجس ہو خاک زر کو
 تم گدا ہیں تو کیوں شاہ جی نہ کہلا میں
 مصروف بندگان خدا بندگی میں ہیں
 بری ہے ذات تری فکر دین و دنیا سے
 گدا ئی وہ کہ تازہ مغز شاہی جسکی خوشبو سو
 کب مر سو فرق ہے شاہ و گدا میں واسطی
 بوریا کافی ہے کجکول گدا ئی ہے بہت
 کافی ہے ہم کو فقیر میں کجکول و بوریا
 وہ غنی ہوں جو گزر میرا جو قسمت گاہ میں
 سنا ہے حال ابراہیم ابن اوہم کا
 تخت شاہی جو ملے اس یہ لگاؤں ٹھوکر

ہر دم اسی کریم کی رکھ اپنے دل میں اس
 ہمارا ہاتھ کیا کم ہے ہمیں کاسہ گدائی کا
 کبھی خالی کبھی لبریز ہے کاسہ گدائی کا
 بیضائے موسوی بھی وہاں داغ دیتے
 واللہ ہوشیار ہے وہ جو کہ مرت ہے
 سب کاٹتے ہیں بخش نیلے پٹے
 نام کو دنیا میں یوں تو جو گدا ہے شاہ ہے
 اور اب دربان کیا شاہوں کے در چاہئے
 پائے خفتہ کو کہیں اب طالع بیدار ہم
 ہر اعضا سے نشان بوریہ ہوتا ہوں میں
 یہ غیش تخت پہ کب بادشاہ کرتے ہیں
 باغ کے مزدور ہی اچھے رہے شداد سو
 لے گیا جام گدائی جس نے وہ حجم ہو گیا
 بہر کہ یہ چاہئے کاسہ سر مغفور کا
 رابطہ رہتا نہیں ہرگز گدا و شاہ کا
 بوجہ گر ہوتا ہے کل سے بہت کم مال کا
 ہر نفس میں حسب ارض و سما آتی ہے
 ہو کر فقیر بھی تو رہا جال کا اسیر
 ہر کام میں ہر دم میں ہر حال میں خوش ہیں
 نگاہ اپنی وہ سوئے الہ رکھتے ہیں
 گدا کے پاؤں پہ سر بادشاہ رکھتے ہیں
 کافی فقیروں کے لئے سایہ شجر کا
 کہ آجاتا ہے نشہ کبر کا انساں کو دولت میں
 نہیں ہے فرش تو تخت گیارہ رکھتے ہیں
 جونیک رو ہیں وہ تو پرستندگی میں ہیں
 خدا کے ساتھ اگر ہے معاملہ تیرا
 مٹایا بورے نے رنگ ہر گلزار مند کا
 جو گدا کا کاسہ ہے وہ تاج سر مغفور کا
 مجھ گدا کو کب ہے تاج و تخت سلطاں کی ہو
 اے آسماں کے ہو کس تخت و تاج ہے
 بوریائے فقیروں تخت سلیمان چھوڑ کر
 گدا کا رتبہ میسر کہاں ہے سلطان کو
 مند فقیر پہ دل ہے شکن میرا

بادشاہ فقروں کی طرح ہوں میرا ہی ہے تخت تاج
 پاؤں کے نیچے زمیں ہے اور سر پر اسماں
 ہم فقروں کو رہا نشان امیر کا محل
 عمر بھر فقر کی دولت نے نوا کر رکھا
 کمال فقر سے یہ واسطی ہے حال امین
 کہ نقشِ حرص کو دل سے مٹ بیٹھے ہیں
 عالم فقر میں ہیں جو دولت نہ ہی
 نہ ملی ہم کو جو دولت میں رہ گئے
 بھی گرا گئے تو اپنا مٹی میں رہ گئے
 خاکساری چاہئے اپنی گد کے واسطے
 دولت فقر نے کیا ہے غنی
 نہیں بندہ میں بندہ زرد کا
 ہم بھی تھے جو گر کر انامیہ
 کوئی صاحبِ نظر نہ ہوا
 پر کوئی صاحبِ نظر سے وقار
 حالِ ظاہر پوچھ اپنا اہلِ باطن سے وقار
 لیکن یہاں کی خبر لکھتے ہیں ہم
 بوزے پر گر چہ ہوں پر کتنے ہیں
 اہلِ ثروت صاحبِ سند لکھا
 بویا تخت لکھ کر ہے دیوار
 ترے در کی گدائی شہ ہے
 ہم کا کام

فکر غیبی

گھاس تین دام ہے صبا دجل تاک میں ہے
اس چین زار سے کر کوچ کا ساں بسبب
دنیا کا ہے بات دن لگا سوچ
عقبت کا نہیں ہے کچھ ذرا سوچ
وہاں کی بگڑی کو داں کیا بنو گے تو بیتی
وہاں کی بگڑی کو جب تم یہاں نہ بنو گے کچھ
بہاں کی بگڑی کی جھجے چپ کر رہو بھوں
بزرگی وہاں کی سب سے بڑی نہیں جگہ بزرگی
بہاں گو میں سب سے بڑی ہے فانی غمزدار
عاقبت کی فکر کر پیار سے فانی غمزدار
سچ یہ سب مال دزر دنیا ہے چاہے
اس جہاں کے رنج برباں نہ ہو تو دنیا کی
اس جہاں کے درد و محنت پر کوئی توجہ نہ کرے
بار و آخر جہاں کی طرف
دل لگا دے جہاں کی طرف
کھو بیار کوشہ آخرت کا
غیر شیریں داں کا نہیں ہو

خدا

ہر کام میں ہوتی ہے مدد غیبی ان کی
اس کو کیا ہستی میں خوف نیستی
پائے بوسی سے سر بلند ہے وہ
وہ ہی چمکا ہے کہ جو ذرہ کو سمجھا خورشید
پر ب کی جو کھٹا پہنے اسے گھر بار کیا کرنا
جو پیوے نیر نیناں کا اسے کیا کام پانی سوا
مجھے اسباب خود بینی سوں دائم عکس ہو دلیں
پایا ہے جو کوئی کہ دولت فقر
پھیکی لگی اسکو شان دولت
نفس سرکش پر جو کوئی پایا ہے یہاں فتح و ظفر
جو صاحب دل ہیں انکو درکار نہیں ہے زینت
زندگی ہے جس کوں دائم عالم باقی منے
دل میں ہمارے نور خدا کا ظہور ہے
ہدم رہے ہیں محو تجلی یا رہم
جو ترے غم میں ہوئے خاک کیا ترک کہا
امکان عشق کو مت کہہ کہ از خود دست ہیں
جو تجھ کو فقر کی دولت پر کم مت جان شاہی تو
پڑے چلن جو توکل کا ہم فقیروں میں
ہے مثل ضرب سکے زر نقش بویا
خوشحال ہیں کیوں دونوں جہاں سایہ سوا کے
فروں میں دیکھتے ہیں رنج قدرت خدا
جنت کے ہیں طالب نہ طلب کار عمارت
کبھی نہ گھٹ سکے رہے اہل جاہ وائے ہوش
بویا کا ٹی ہے کجول گدا می ہے بہت
جامہ اس درجہ فقیری کا جو پہنا ہے ہر پر
گداے خاک نشیں ہیں یہ ہوں ترے در کا
کچھ تنہاے فرورع ظاہری اصلا نہیں
آزاد رنج و فکر سے رہتا ہے روز و شب
خوش کوئی شال کوئی غل میں
مجھ گدا کو ہے ذوق نفس کشی
اس کی گل میں خاک نشینی ہے سلطنت
یجاں رہتی ہے عالم پفقروں کی نظر
سنگول فقر جاہ جہاں میں سے کم نہیں

رہتی ہے کہیں حاجت مردان خدا
نیت میں حور مردان ہست ہو
جو کوئی اس کی رہ میں خاک ہوا
آبرو اس کی ہے جو قطرہ کو دیریا سمجھا
ہوئی جو گن جو کوئی پیو کی اسے سنا کیا کرنا
جو بھو جن دکھ کا کرتا ہے اسے ادھا کیا کرنا
کیا جو ترک زینت کوں اسے درپن سے کیا
مشتاق نہیں سکندری کا
چاکھا جو مزہ قلندری کا
دائم عتبے کے بھرا الحق کہ وہ منصور ہے
جیون آرسی مند کی سر پر کلاہ پس ہے
جلوہ گر کب اس کے آگے عالم فانی ہوا
کیا متصل ہے ہم سے حرم اور حرم سحر ہم
خیر و شر جہاں سے راحت ہوئی ہیں
ان فقیروں کی گزر گئی کوئی دم تکبیر پر
گو بظاہر موج کی دربار میں ہو رفتار کج
یہ از قالین و غل بوجھ فرش بویا اپنا
بجائے سکے زر نقش بویا ہو جائے
ہم مفلسوں کو کیوں ہو قبول کی اقبال
کمی فقیروں کی دو شاہ تو نہیں ہے
آئینہ صوفیوں کو ہے آغوش نقش پا
عالم سے ہے انداز جدا گانہ ہمارا
رہا یہ تاج فقیری کا زیب سر ہر روز
مجھ گدا کو کب ہے تاج و تخت سلطانی ہو
بادشاہت دھونڈتے ہیں گوشہ دامن میرا
نصیب دولت دنیا کا اہل زر کو اوج
نور عرفانی سے روشن ہے ہمارے دین
رکھتا ہے باشاہوں پر تیرا گدا شرف
ہیں گدا امت اپنی کمل میں
مال و زر کی کریں تو نگر حوص
دیکھہم کی ہوس نہ تنہاے تخت ہے
نیک یا بد ہو کوئی سب کو دعا دیتے ہیں
رتبہ ترے فقیر کا افسروں ہے شاہ سے

دکار
ولی
ہدم
ہوش
شر
یکتا
یوسف

خدا دین وایاں کو قائم رکھے	نہیں ہم کو دنیا کے جلنے سے غم	تراب
اس زمانے میں ہے ہر شخص کو دنیا کی تلاش	بس غنیمت ہے جسے کچھ بھی ہو عقبے کی تلاش	"
جو طالب عقبے ہے نشان اسکا یہی ہے	دنیا کے لئے کچھ کدو کاوش نہیں کرتا	"
اس جہاں کے عیش و راحت پر بہت مہتے ہو گیا	غم ادھر کا لائے اور آہ وزاری کیجئے	"
چاہئے سب کو آخرت کا غم	غم نہ ہو زہارِ دنیا کا	"
سفرِ پریش ہے واں کا کرو کچھ فکر تو شہ کی	کڑی ہے گور کی منزل جہاں پہلے اترنا ہے	"
جو کچھ تھا یہیں کے واسطے تھا	کیا فکر کی آپ نے وہاں کی	جویا
یہیں کی فکر میں ہر دم ہو حضرت جویا	کیا نہ آپ نے سامان کچھ وہاں کیلئے	"
یاں تو بدولت زبد و ورع کے بچہ کئی خاصی ہوئے	بن نہ پڑا پر کل کے لئے جو کرنا تھا سامان یہیں	حالی
خاک کی نہیں کچھ دم کا بھروسہ کرے کچھ تو عقبے کا تو	کرے کچھ اول کا اندیشہ تجھ کو بھی اکدن مرنا ہوگا	خاکی
کر دو فکر زاد سفر کچھ تو راکب	کہ اس زندگی کا بھروسہ نہیں ہو	راکب
کوئی ہو دے گانہ واں حال کسی کا پرسان	اک سہارا فقط انصافِ خدا کا ہوگا	سید
غافل نہ رہ کہ فکر مقدم وہاں کی ہے	دولت دھری رہ گئی یہیں جویاں کی ہے	سیر
راہ میں تجھ کو سبکسار جو رہنا ہے سیر	زاد رہ بھیجے منزل میں سفر سے پہلے	"
توشہ ہے سید اور نہ سامان سفر ہے	افسوس ہے دن کو چکانزد مگ آیا	سید
کچھ فکر عاقبت نہیں افسوس ہے سخن	کیوں کھو رہا ہے سحر کو غافل ادھر ادھر	سخن
انجام کا ہو کھٹکا امید ہو بخشش کی	ندہب میں سخن اپنے ایماں اسے کہتے ہیں	"
یہی تو ہے یہیں ہر دم خیال کی ہوگا	خبر نہیں کہ پس مرگ حال کیسا ہوگا	"
کچھ توشہ عقبے کی بھی کر فکر تو شایق	یوں گرامی یہ گنوا نہ نہیں اچھا	شایق
الہی آبرو واں ہم سہ کاروں کی رکھ لینا	نا ہے سخت تر ہے مگر کہ روز قیامت کا	"
زاد عقبے جو میر ہو تو پھر سب کچھ ہو	نہ رہے عالم فانی کا جو سامان رہے	"
رخت مٹی باندھ لے دل جانب ملک بقا	ہو نہ مائل اس خراب باد کی تعمیر پر	شمس
فکر معادیاں جسے شام و سحر نہیں	جیواں سمجھتے ہیں ہم اسے وہ بشر نہیں	شیر
سفر کی فکر کر اے غافل آگئی پیری	پڑا ہوا ہے تو کیوں با فراغِ صبح کے وقت	ظفر
عسر ضایع کرنا بجار ہر ملک عدم	رکھ لے کل کے واسطے توشہ سفر ہے دور کا	عاشق
عاشق کا بیڑا پار لگا دیو سجواے خدا	بحرقا سے جب ہو ارادہ عبور کا	"
دکھ سکھ یہاں کا کیا ہو یہ دودن کی بات	پر عاقبت ہماری خدا یا بخیر ہو	"
کچھ قبر میں کفن کے بدلنے کی فکر کر	ہے زیت میں ہو س جو لباس جدید کی	"
غم دنیا سے ہے اندیشہ عقبے بڑھ کر	جان کھو کر بھی نہ آسان ہو کل وہ ہو	ماہ
کب تک دنیا کے جھگڑے	کچھ تو فکر عقبے کر	میکش
سامان آخرت سے ہے مفکر کس لئے	غافل پکار کر نہیں آتی قضا کبھی	"
کھانے کے واسطے غم عقبی ہی لیکے جائیں	دنیا سے ساتھ زاد سفر کچھ نہ کچھ تو ہو	مضطر
وقت سونے کا نہیں اب چونکاے مرمت خوا	کر لے کچھ سامان عقبے ہے غنیمت یہ شباب	مست

فلک کج خورشید

کس کو خاک میں نہ فلک نے ملا دیا
نوشیرواں کا ہے نہ پستیز و جب و کا
کجا کیا جواں نہ خاک میں تو نے ملا دیا
ایسا نہ تجھ کو اسے فلک پیچا پائے
اسے چرخ کہاں ملک یہ پیدا
چرخ کی آخر ایک حد ہے
غضب عالموں کو دے فلک جامہ نقیری کا
گزی کا پیچے جو عالم و مقامات سرسری کا
تجھ کو نہیں زوال زمانے کو ہے زوال
رہی ہے میرے ظلم کمالے آسمان و زار
راست خدا شننے کے ہیں چرخ نے تیرے
کم نہیں کرتے پیر سے چھوڑ کر
اسے فلک اچھا نہیں ہے آہ کی تائید
کیا نہیں تو جانت ہے کیا تجھے ہے تپائی
وارا و جب کس کس الہیوں کو تو
اسے چرخ تو نے کیا غواص
گھر سے نکالا پنج میں دارا ظلم کی غلام
چین سے کے جو جہاں گشتیں تھے گم
کل تک انہیں بھی صاف تھامے گا آسمان
پانی کہیں کہیں جو ہیں نقش و نگار آج

ہزاروں داغ کلیجہ پہ کھائے بیٹھے ہیں
اے چرخ بے مروت بل بے تنک مزاجی
آسمان سے ہے توقع کسے سرسبزی کی
برسد ظلم جو چرخ ستم ایجاد آیا
امید ترحم ہوا اور آسمان سے
نام کو میرے نشان تک بھی نہ باقی رکھا
نہ کرم کا ہے سلیقہ نہ ستم کا ہے وقوف
کیا خط تیری ہم نے کی اے چرخ
دام سے چرخ مقوس کے نکل جاؤں ابھی
رلاتا ہے ہیں کیوں اب تو ہم
اے فلک دشمن کو یوں عیش و نشاط
دنیا ہے دشمنوں سے بھری ظلم کیلئے
کیوں عداوت ہے چرخ کو احسن
میری ہستی بھی کیا حرف غلط تھی
موت بھی مانگے نہیں ملتی فلک
فلک سے کام کسی کا کوئی نکلتا ہے
صور تیں کیا کیا دکھائے ہے زمانہ کو اسیر
مطلب ہو خاک حاصل اس چرخ و آڑگوں
کس قدر دیتا ہے دھوکے الہ حاجت فلک
بنایا چرخ نے اک خانہ گور
کبھی تو نے نہ دیا بادہ عشرت اے چرخ
جاسے الہ جہاں کو خوف کچھ زیر فلک
ملی کسی کو فراغت نہ آسمان کے تلے
اسیر امید عشرت آسمان سے سخت بچا ہے
دار دنیا میں بچا ہے دیکھے مرجانے کا ڈر
کبھی راحت نہ پائی دور چرخ سفلہ پروریں
پسیا یہ آسیاے فلک نے تیرے میں
گردش ہے اس کی یوں ہی معلوم کیا فلک نے
ہم کو عزیز کر کے کیا چرخ نے ذیل
کہا گیا ہے فائدہ مجھ کو فلک
ستم چرخ کے شاکی ہیں حبش مردم دہر
ابلق ایام دکھلاتا نہیں کس کو زمین
انجم نہیں یہ دانت ہسی میں میں آشکار

فلک کے ہاتھ سے ہم بھی تہہ ٹپھیں
خوش تیرے گھر میں دون اک مہمان نہ ٹھہرا
ہوں وہ افتادہ زمیں جو نہ اٹھی دہقان سو
تھے بھولے ہواں کو بھی خدا یاد آیا
یہ نہ آشنا آشنا ہے کسی کا
مجھے اس چرخ ستم گار نے پیا کیسا
آج تک چرخ کہن کو نہ کوئی کام یا
بے سبب کیوں ہمارا دشمن ہے
کام دے مجھ کو جو اوروں کے مثال تیرے
ہنسیا تھا بھلا اے آسمان رکب
اور ہم کو یاس و حرماں واہ واہ
اے چرخ میں غریب ہی کیوں تھکوا گیا
مجھے کوئی ہنس نہ نہیں آتا
ٹپا یا کیوں فلک میرے نشان کو
اور تجھ سے پھر برائیں کیا
کبھی نہ عقدہ کشا ناخن ہلال ہوا
ہے حذر ہر ایک کو لازم چرخ بخت باز سو
سمجھے ہوئے تھے دریا جگو سراب نکلا
ریگ پیاسوں کو نظر آتی ہے دریا دور سو
ہزاروں ملک لاکھوں شہر دھاکر
ہم نے تکلیف ترے دور میں کیا کیا پائی
بیخبر بیٹھے ہیں ساکن تھر بے بنیاد کے
یہ مثل دولت ممک نہاں نہیں ہیں
فقط یاروں کو دہو کا کہاں ہے جام و اثرن میں
دیکھتے ہیں آسمان کے سقف بے دیوار ہم
نگلر شیر کے منہ سے گرامیں کام اذو ریں
ہر ام کیا کہ سر مہ ہوئے استخوان گور
کس کو کہاں بگاڑا کس کو کہاں بنایا
یہ فرہ آفتاب بنا اور بگڑا گیا
اونٹ کے منہ کا میں ریزہ ہو گیا
حکم سلطان ہو تو جلاد کی تقصیر نہیں
کیا عداوت اپنے را کب سے ہے اس مرکب
ہتا ہے آسمان مرے حال خراب پر

آصف
آتش
انجم
احسن
اسیر

نئی ادا یہ نہیں فلک کی سدا اسکایہ ہی بیٹھوہ
 راحت و آرام کا دشمن ہے یہ چرخ دنی
 گردش سے ساکنان جہاں کو مضرب نہیں
 گنبد چرخ میں ہر ایک کو نالاں دیکھا
 جس کی طینت میں کچی ہو وہ نکلتی ہی نہیں
 رسوا ہوا شبابہ ہوا و بد پر پھرا
 فلک سے کیا گور کھے اسید آسائش
 نکلی نہ میرے دل کی کبھی کوئی آرزو
 نصبت افلاک سے راحت کی توقع محبت
 دیکھتا جس کو ہوں وہ حال میں اپنے موت
 دل صد چاک کو میرے نہ تباہ کروں
 ترقی کی تمنا تجھے کیا اے آسمان کیجھے
 پانوں توڑے و بد رجھ کو پھرایا عمر بھر
 خوف مفلس کو نہیں ہوتا جفاے چرخ کو
 یہ کیسی ہے فلک کینہ خواہ کی گردش
 چرخ کے ہاتھوں تہ و بالا میں دل احباب کے
 چین دم بھر نہیں دیتا ہے غریبوں کو فلک
 فلک نے ہمکو دکھایا یہ سر و گرم جہاں
 اجلاف کو مرا و اعزہ کو یاس ہے
 فلک کو دیکھتے کچھ بھی جو برخلاف ان سے
 پر ارماں ارباب دنیا سے اٹھے
 کبھی ستارہ جو میرے نصیب کا چمکا
 فلک خدا نہ کرے تیرا کوئی ہمسماں ہو
 میری ناشادی سے ہوتا ہے تجھے کیا فائدہ
 عالم کو محل و گوہر و تاج و لواہ
 بعض ہی اوقات راحت ہم کو دی ہے چرخ نے
 آسمان سے طمع نعمت الولل مت رکھ
 دست قدرت نے تجھے ہر چند گردش میں رکھا
 کیوں نہ ہونا واں کو آرام و دور چرخ میں
 فلک کرتا ہے پاچی پرستی اس زمانہ میں
 دے کر عروج سر پہ چڑھایا غبار کو
 دن رات مہر و مہ کے دکھاتا ہے شہدے
 دے اتنی گردشیں نہ مجھے آخر اے فلک

کسی کو حد سے سوا بڑا ہانسی کو بالکل تباہ کرنا
بس چلے اس کا تو گھر میں بوریار بنے نہ دے
طبقتے ملے زمین میں چرخ کہن کے کیا
گھر میں ممک کے رضامند نہ تھاں دیکھا
چرخ میڈ ہا رہا سب سے کبھی سید ہا نہ رہا
اب کون ظلم چرخ تم گارہ گیا
کہ سایہ بھی نہیں رکھتا ہے یہ شجر کی طرح
میرا بھنا نہیں تجھے اے آسمان پسند
نعمت غم کے سوا خاک ہے ان خانوں میں
گردش جام سے کم گردش افلاک نہیں
چھوڑنا خوب نہیں خانہ زبور کو دیکھ
یہ اوج عارضی ہمت کو اپنے ناگوار ہے
آسیاے چرخ سے مرگشتگی حاصل رہی
ہوے جو عریاں اُسے کیا خوف رہن چاہئے
زمانے میں ہے جہاز تباہ کی گردش
اس بندو لے میں کوئی بیٹھا نہیں آرام سو
سانس لینا کسی منزل میں فلک کیا جانے
کہ آئے قطرہ کی صورت گئے شر کی طرح
گفتا یہ پیر چرخ بھی مردم شناس ہو
مسناج پوچھتے ہم شہر کے زوالوں کا
فلک نے نکالی نہ حسرت کسی کی
چراغ پا ہوا شب یز آسمان کیا کیا
نہ حکم دوسرے دن بھی ہو و نوالوں کا
جو نہیں کرتا ہے اک دم نہا و محجکواے
اے آسمان تبا تو مجھے تو نے کیا دیا
رنج و غم سے اس شکر نے بیاں اکثر دیا
ہے پڑی اوند ہی نہ ہاتھ آیا تو اس قایم ال
چرخ کج رفتارتو بھی تو نہ آیا رہ
ابتدا سے رات دن کہو ارہ ساں گردش میں
نہ ہوا بارشہر فکیوں جو ہوا قبال ارزل کا
گردوں تیرہ فہم بھی کیا دوں نوانہ ہے
گردوں یہ کا ہیکو ہے کوئی حقہ باز ہے
انساں ہوں کوئی ساغر صبا نہیں ہوں میں

فلک کہ خبر غبار
غبار آسار کجا بباد بس
بہ اگر کشش جبرخ کہن کا
تو فنیق
مذوں خون زلاتا ہے فلک اسے
صفت خرم کسی دن چو نہا ہے
مچھ کو بس رزق پھر آتا ہے
گر کشش میں بھی ہو صفت ایسا بھی
بھی عدو بھی دوستدار رہتا ہے
کچھ لگا آسمان بس گرونیوں میں
مشل ایام کج جہوں میں کس شہداریں
چین جی بھر کے تیر چرخ تلگندہ
بادہ صد صیف باندازہ ساغر
پتیا ہے اسلحاں مجھ کو بھی داں کی طرح
میں بھی صرف آسائے گردش ایام ہوں
ملک کو دیا جبرخ نے خرمن تو نہیں
اک دانہ کبھی ماہ سے حاصل نہیں ہوتا
لاکھ دانا ہو نہیں چارہ گرفتاری سے
کچھ سمجھ میں نہیں آئے فلک پر کچھ
دل دکھانا عشقوں کا جو صبح و شام
ابو منعموتی کے ڈنگ اسے جبرخ نیلی نام
روز و شب

فلک کی جبر و قہر
گردش چرخ سے سب خاک کے پیوند ہوتے
اب نہ مظلوم نہ ظالم کا نتیجہ ملت ہے
کس کل بیچلے چرخ خفا کا رو کیجے
کیا دشمن ہے اس شریعہ مبارک کا
پس مردن زمین دو گز نہ دیکھا برزخیت تو
پہل میں خوب ہم اد چرخ نگاری کیجے
لے صبا بچھو لے مری چرخ گرداں
فلک بھی نام گزندہ کی طرح
کشتن عالم میں کیجھا جائے
کس کو پیچھے کج رفتار دیکھا چاہے
ایسا ہے چرخ میں میرے ظلم سے اکدن
جواب لائے زمین کے بن جا بوا لے ہیں
سراسر فلک وہ زبردن جا بوا لے ہیں
نوجوان کشتن ایجاد میں بھولے نہ کیجے
بغض نکر ہے مجھ کو فلک کی جبر و قہر
رات دن ہے شبہ بازی کی کیوں تدبیریں
کیا کرکین کچھ ابھی باقی ہے پرخ پر ہیں
باد و باران حوادث کے کچھ بھی نہیں
تغف دنیا سے تو دنیا میں اگر دہل
کسی پہلو نہیں پیدا ہوا یہ
جب اس قصہ کی پیر ہی بنی ہے
آسمان

جبر
چرخ

جوہری

روز و شب گردش میں رہنا اس کا بے باعث نہیں
نیچا فلک دکھاتا ہے ہر خوشحال کو
تقیہ فلک سے اہل فلک بھی ہیں داغ داغ
ابر گریاں رعد نالاں برق پر سوز و تپاں
آسمان خاک پس مرگ مجھے دیکھا کفن
مٹاتا ہے کیوں آسمان ہکو تسلیم
کیا رکھے کوئی چرخ سے سامان کی امید
مہر حال میں کرتا ہے جو پامال مجھے تو
لطف ہوتا ہے نہ کچھ صدمہ ہوا کرتا ہے
خالی نہیں ہوں درد و غم فلک سے میں
دے گا آرام ہمیں کیا فلک سرگشتہ
دیو سیاہ چرخ کو چلنا ہے بر خلاف
کب تک یہ جو درد ستم مجھ پر اے فلک
ایک دم فرصت نہ دی ہکو فلک نے رنج سے
جو دودل میں محبت ہو تو یہ نوا جد کردے
چرخ کجرو نے جنوں تم کو کیا مثل کہاں
میں نے کیا تیرا بگاڑا ہے ذرا کہہ تو سہی
فلک روشن دلوں کو ایک جا رہے ہیں دیتا
شکایت فلک کی جنوں؟ کیا سڑی ہو
فلک کا نام نہ لو بوڑھے غمزے کرتا ہے
درد پر پھرتے ہی گزری چرخ کو
خاک میں چرخ ملتا ہے ملانے دو جلیس
کدھر دھو تھڑھوں میں راہ عافیت بکھر کدھر جاو
نتیجہ ظلم کا گردش نہیں تو پھر کیا ہے
کیا نہ اروں کو سید ہا فلک کی گردش نے
اس مشق ستم پر بھی یوں ہی سا ہا گردو
فلک نہ اہل دیتا ہے شہرت بے کمالوں کو
شکجے میں کڑوں کو آسمان نے یہ دیا ہے
بنگے پتھر سے ہوے چور ہزاروں شیشے
لایا خاک میں ایسا فلک نے شاہوں کو
زمین پیچھے رکائی نہ چرخ نے کسی
ملائے خاک میں پیر فلک نے نوجوان کتنے
استخوان پیسے فلک نے سرمہ آسا ہا

کچھ نہ کچھ لائے گا اکدن چرخ نیلی نام نہ
یوسف بھی تین دن رہے پستی چاہ میں
طوق گلوے ہا نہیں ہے یہ ماہ میں
تجھ سے خوش لے آسمان قہنہ گر کوئی نہیں
ایک چادر تو کبھی اس سے اڑ ہانی نہ گئی
نہ ارماں کسی کے نہ سامان کسی کے
خورشید جب جہان میں یوں ننگے سر چپ
دیتا نہیں کیا اے فلک پیر دکھائی
اب تو یہ چرخ نے ظلم کیا کرتا ہے
زیر زمیں بھی لیکے جگر میں کھٹک گیا
روز و شب چرخ میں ہی گردش ایام سے آپ
مانگے اگر نشاط تو غم لائے آسمان
دیکھیں کہاں تلک ہیں ترسائے آسمان
سوز دل پیدا ہوا اگر درد سدا چھا ہوا
ہمیشہ تفرقہ آپس میں چرخ کینہ ور ڈالے
اب کہو کس کو دکھاو گے یہ دم خم اپنا
حسرتیں خاک میں لے چرخ مری تو نہ ملا
مہ و خور رات دن رستے نہیں ہیں دیکھنزل میں
کہو تو زمانہ ہوا ہے کسی کا
داں ستم کا مزہ کیا جہاں شباب نہیں
یہ اسی بیدار گر کا کام ہے
اور بھی آئینہ دل کی جہلا ہوتی ہے
بلا میں چار سو گھرے کھڑا ہے آسمان مجھ کو
فلک سے پوچھئے کیا پاگیاں تاکے مجھے
مر انصیب مگر راہ پر نہیں آتا
آیا تو یہی آیا دودل کو حبد اکرنا
کسی دن انگلیاں اٹھتے نہ دیکھا ماہ کامل پر
کہ ہر پیرزہ ہے پامال خلایق آہنی پل کا
زنگ بد لائے کبھی گنبد مینائی کا
لحد کا ان کی زمیں پر نہیں نشاں باقی
رہا نہ زال نہ رستم سا پہلوں باقی
گرے اس چاہ میں مانند یوسف کا رواں کتنے
چاروں جس کو ہوئی دنیا میں یا راحت نصیب

جوہری

جنوں

جلیل

جوار

جوار

یا الہی پھر نہ ایسا گنبد بے در سے عیش ہے لب جوہری شکایت مدایہ خوفک رہی آسمان کچھ اس میں تیرا بھی ہے اشارہ کچھ ان دنوں تو ہم پر نامہرباں ہیں پر چرخ کے ستم سے یوں بے وقار ہم ہیں کہ جس کے عوض یوں رلایا نہ تھا پس کیا جو زیر سنگ آسیادانہ ہوا اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں جو جس کے پاس جامہ وہ اب جم سے کم نہیں اونچی ہے آشیانہ زاغ وزغن کی شاخ کیا فلک تو نے ہماری بھی کہیں تدبیر کی بسرک تک کرے ایام غم فوس حریتیں کون جانتا ہے خدا یا فلک پیر کا بیج ایک سے ایک نوجواں افرو ستم ناکشید پدہ جواں کیسے کیسے آن کر مہمان بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم پر اس میں نظر گوشے آرام نہ آیا واں جامہ بجز گردش ایام نہ آیا ظالم کسی گرتے کو تجھے تھا مغم آیا مٹی فہرار رنگ کی اس چاکے بنی و آردن ہے عقل تیری اوندھانے تو ختم کر پھر تارے اپنا وہ کاسہ لیے گدائی کا دو دن کھلا کے روٹی اس کو ندان مارا چین کچھ زیر آسمان طا رنگ جو لانا ہے لالے اور کچھ نام یہ شاید ہے میری گردش ایام کا یہ ڈنک تو ہمیں نہیں اسے آسمان پسند ازل کے روتے گردش جو کھی تھی مقدر میں نہیں ممکن کہ سید ہا مجھ سے تو ہو ہم اس سے کبھی کوئی تمنا نہ کریں گے چرخ گردوں کا بند دلاتہ و بالا ہو کر نظر آتا نہیں آتے ہوئے پھر غلامن کا چلو پھر آئیں انکھیں تاشہ ہو نہیں سکتا	آسمان سے بس نہیں چلتا ہم جاہل کیا نہ سکھ سے سونے دیا کسی کو نہ اس سواحت کسی نے پئی یوں بے سبب زمانہ پھرنا نہیں کسی سے ہوگا تو پہلے ہوگا اسے چرخ ہرباں تو سوا و خوار و خستہ اس طرح سے نہ کرتے فلک نے تو اتنا ستایا نہ تھا آدمی کو ہے تہ گردوں محال آسودگی کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں دیتا ہے دور چرخ کے فرصت نشا بد خصلتوں کو کرتا ہے بالائیں فلک رات دن چکر میں تو رہتا ہے کسے واسطے فلک اتو دکھا رہبر کو کچھ سامان راحت کا مہر مثال جو انوکھ کو پھنسا یا تہ دام فلک پیر کے پھنسنے تہ دام موتے آخرش جو پیر فلک سے گر نکالا آسمان نے گھر سے اپنے ہے سزا گر شکل کمال خانہ گردوں ہے منقش آرامہ جو بزم ہوئی دور فلک پیر آفات ہی اسے چرخ اٹھا جانے ہے تو دنیا نام گردش افلاک سے بنی اسے چرخ سفلہ پر وراے آسمان بے ہر طلب نہ چرخ سے کرمان راحت اسے خود ہاں جو کوئی آیا گھر آسمان دنی کے شاید آرام پائیں زیریں اسے فلک مجھ کو تالے اور کچھ اسے فلک راحت کے کہتے ہیں تیرے دور میں تائید پر کسی کی کسی سے غلات ہے ستم بھی کر ہوئے ہم تو اس گردوں گرداں کے فلک تیری کجی کو مانتا ہوں میں ہونے دو فلک ہے جو مراد شمن ارباں پیر دکھلاتا ہے پستی و بلند کی سفید ستم سے چرخ کے دنیا میں کوئی بچ نہیں سکتا کہا تک اسے سفید اس چرخ کی باز گیری دیکھیں	جوہری حالی حیرت حسن خلیل داغ زوق ذاکر رہبر زکی سودا سحر سردار سرخ سین سیر سفر سقطہ	فلک کج رفتار چرخ کی شیبہ بازی کو کڑا ہو نظر دانا اسے کجی کا کجی طالب ہوں تجھ سے کیوں آگے کی دولت خجلی کی سب میرے ہاتھ آگے کی دولت خجلی کی آسمانوں کا ہے کیوں نہیں ہے مہمان ان سائوین یک بھی دوست نہیں ہے اسے گردوں یک بھی ایام تدبیر کجی کی دولت خجلی کی میکر اس نے کب کی کجی کی دولت خجلی کی خاکت اس نے خط کا عوض جو کجی کی دولت خجلی کی جب تک نہ ہے فلک کینہ بازین عادت بری ہے کب تھا ہے غلبہ کجی کی دولت خجلی کی جس جا گیا میں دور ہے امید راحت کی چرخ گردوں کی دولت خجلی کی سرخ اس دور میں کجی کی دولت خجلی کی سین زانہ شیبہ کجی کی دولت خجلی کی سیر کجی کی دولت خجلی کی سقطہ کجی کی دولت خجلی کی	نہی
--	--	---	---	-----

فلک جبرئیل

فلک جبرئیل فلک میں ہیں دل کی خواہشیں
 کیا جیسا کہ فلک میں ہیں دل کی خواہشیں
 یارب برا ہو اس فلک کہینہ خواہ کا
 نریں وہ ہے اور نہ وہ زیب
 چرخ کے انقلاب نے مارا
 چرخ کی جوانی ملا چکا
 گو خاک میں یہ پیری فلک پیر کا لحاظ
 جگہ کو ہے آج تک فلک پیر کہاں ہیں
 گریاں عدم آباد سے ہم آئے کہاں ہو
 اسے چرخ رلا دس کو جو پہلے سے نہا ہو
 جبرئیل فلک نے جسے جواں دیکھا
 مٹایا پیر فلک نے دل خدا کو یاد کر
 دور گردوں سے نہ ڈرا اسے دل خدا دان ہے
 آسیا میں بیشتر ثابت بھی رہتا دان ہے
 چرخ تیرے سے کیوں مطمئن پیر
 کس کی پر اپنے نہ دن پیر
 پٹی ہوا جہاں کی کیا صورتیں اس نے
 شادی صفحہ ہائے کس کو مٹا ہے
 فلک پیر میں ان فرقہ انداز کے
 اپنی گردش سے جبرئیل فرقہ انداز کے
 کیا ازل سے دور اس گردوں کے گرد والم
 دل سے نام نہ جائیں گے غم و درد و الم
 چرخ کیا جیسا کہ کھائے گاتے رہتا اپنا

عاشق

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

فقط ہیں یہ نہیں ظلم چرخ سفارہ نواز
 نام کیوں پیر فلک کا یہ ہولنے ظالم
 شکایت فلک پیر سے حصول
 فرط حد سے خوب ہی ہم کو دیا کیا
 آخر تو کسی وقت دن اپنے بھی پھریں گے
 مٹائے کیسے کیسے نام و دریا گردوں نے
 ہر گردش فلک بسر انتقام ہے
 ستم کی خونہ چھوڑی ہو نہ چھوڑ گیا کبھی ظالم
 گر گٹ کر د ملاحظہ اہل زیں نیا
 گر اسی طرح رلائے گا زمانہ کو فلک
 میں ایسا کون تھا کہ مجھے چھیڑ چھیڑ کر
 ملا یا خاک میں گردوں دوں نے
 گردشوں سے کس لئے فرصت مجھے دم بھر نہیں
 چرخ ہم روشن دلوں کو خاکیں رکھتا ہے
 چرخ سے فائدہ کیا ہو کہ بخیلوں سے کبھی
 فلک نے عمر بھر ہمو رکھا زندان گردش میں
 اک زمانہ اس سے تنگی میں ہے میں حیران ہو
 اد چرخ بخیل مردم آزار
 اے آسمان پسند ہے کیا وضع ماتی
 گھر غریبوں کے گھر وندے کی طرح مٹے ہیں
 سر فرازوں کو گر اتا ہے مدارج کو فلک
 کب نہایا گردش گردوں نے ہم کو مثل گل
 چین دے کس کو فلک وہ آپ ہی چکریں ہو
 ڈنگیے بن بن کے دنیا میں مکاں بہتو کچے ہیں
 عجب کچھ تفرقہ ڈالا فلک نے
 گردش سے تیری چرخ ہزاروں شہ و گدا
 جہاں بیٹھے زمین بھی جہاں اٹھے فلک ٹوٹا
 پیچ سے چرخ کہن کے پس گئے لاکھوں جواں
 مہاں ہوں کیا چرخ کے مدت سے ہیں بکھیں
 فلک کے پاس کیا ہے جو وہ دیگا
 ضد ہے فلک سے ہمو ہم سے فلک کو ہے
 ایک دور میں ہزاروں کو ملا یا خاک میں
 گردشوں سے آسیا آسمان پیر کے

ہر ایک شخص پہ ہے جو آسمان قاصد
 کسی بکس کو مگر اس نے تیا ہوگا
 کوئی بھی اسکے ہاتھوں سے یہاں کامیاب ہے
 رنج و الم یہ گنبد گردوں نے نے
 اے چرخ اگر گردش ایام یہی ہے
 بھلا فرمائے ان کا کہ انبم و نشان کیا ہو
 ہر شام عیش صبح الم کا پیام ہو
 رہا ہے آسمان کس دن کسی کا مہرباں ہو کر
 ہر لحظہ رنگ بدلے ہے چرخ کہن نیا
 اشک بکھلیں گے ہر اک کان سو گوہر کے ضیا
 اے چرخ تونے اپنے جگر کے مٹے داغ
 پھیریں گے دوش پر ہم یکے جاں کو
 اے فلک کچھ میں تری تقدیر کا چکر نہیں
 مثل اکل زیر خاستر نہاں تنویر ہو
 نہ کف جو دمثال کف وریا کھولا
 رہا طوق گلو حلقہ ہمیں پاؤں کے چکر کا
 چرخ نے پھر دیا کیونکر مری تقدیر کو
 کیا کیا تجھے دانوں گھات ہیں یاد
 دیکھا نہ ایک دن بھی تر پیر ہن سفید
 نہ گیا اے فلک پیر لڑکین تیرا
 شیوہ بال ہما خاص گس رانی ہے
 مثل شبنم ہیں ہمیشہ گزری میں ہم
 ہے ہوس راحت کی زیر آسمان بے فائدہ
 اے فلک تونے مٹائے یاں نشان بہتو کچے ہیں
 کہیں گل ہیں کہیں جاہیں غدا
 ایسے مٹے کے نام کو تربت نہیں رہی
 قیامت ہم پہ توڑی ہے زیں و آسمان تونے
 ظلم کی کثرت جو کی یہ زال و ستم ہو گیا
 اس خوان میں دو گردہ نان مہ و خورشید
 بسر کرتا ہے خود وہ قرص ناں پر
 رفتار پیر کی نہ کریں گے جواں پسند
 کیا بگاڑا تھا جواں مردوں نے چرخ پیر کا
 پس گیا گندم کی صورت دل جواں و پیر کا

عاشق

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

طاہر

"

"

"

"

"

"

طاہر

"

"

"

"

"

"

طاہر

"

"

"

"

"

"

فصل

[illegible][illegible]

میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کا ذکر کر رہا ہوں

کونہ کوئی باقی نہیں رہا ہے
پراقتال ہوں ابجو کر دم میں طرح کو
سرم ہوں میں اور منہ لہا ہے
کونہ کوئی نہ خداں اپنی میں تجھ

میں نے اپنے دل میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب تم کو دکھانے کے لئے لکھا ہے۔
میں نے اپنے دل میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب تم کو دکھانے کے لئے لکھا ہے۔

کھنی کی
اس میں دو فلک میں
جہاں آفتاب
کروڑوں کی حکومت کر رہا ہے
نئے نئے اشیا اور چاند

ایک کو چو کر کہو
 کہ جس نے سر اٹھایا
 کہا جبکہ کون
 کس میں جہان
 کہتا تھا اس نے آیا میں
 ہے جیسے میں کیا چاہا

گویا کہ اس کے ساتھ اس نے
 اسے فلک اس گروں کے عبات میں
 کرنا بھی تجھے آیا دل ناست
 دل افغانی و دل افغانی

اسے
محبوب بن گیا ہوا گندہ میں بکھر
لاکھوں بچی شیشہ دل روضانہ
نہی کرنا بھی تجھے ایسا
غلک

4.

5

1

2

1

1

9.

1

ہے چرخ کا کہیں نہ لگاؤں گروہ
 پس ہر فلک کے گنوا یا نہ فلک میں
 ہے گنجل فلک کی خاطر
 دیکھیں تو ہم ہے وہ اختر سے ہمارے
 نہ رنگی فلک کا یہ پیشہ ہمیں میں ہے
 فلک نے اہل زمیں کو نہ زمین سے لکھا
 ہاں راہ اس کے کیا کیا عزیز دیکھے
 زیر فلک نہ کا ہے اب جی بہت ہمارا
 نئی گردش ہے اس کی ہر نشانی
 ایک گردش میں ہیں برابر خاک
 ویر کیا قرار ہے ہے یاں نہیں جلت ہست
 پھر وہ گارخ تازہ کوئی نہیں مجھے
 بن ساکبہ حق پچ وہ جو جیس کے
 پاس میں کیونکر پہنچ جاتا ہوں یا بہت خیر
 آسیاتے فلک آتش سے مردم سا فر
 کیا سخت دلی ہے کہ جو اس خاک میں حق
 خوار رکھتا ہے اتلک ہم کو
 ش میا نہ بھی نہیں قبر ہر ان کی پس مرگ
 آسماں ایک خانہ پرورد
 لاکھ پانہ زمین پہ منجہ
 پس گئے اہل زمیں یوں آسماں کے
 آسماں ہیں گرد باران اس میں ہم ہیں شمس
 ہے مدد باز بیچہ طفلان سے بھی
 رکھتا ہے مصنی کو جو ناحق تو اپنی لاگ
 خاک کے خاک میں مٹی تو میری کی
 لینے دے دم کہیں تو نہ اب مدد
 لینے دیا نہ گردش قسمت نے دیا
 آدمی ہے خانہ دنیا بنانے کے
 کو نہ گریہ گردش انہ
 بنیر کیست چٹم کرم رکھ چرخ گرد
 وہیں تفرقہ چرخ بد خور
 جتنا جی پا ہے سنا ہے ہر فلک
 کس جرم پر رہتا ہے نہ رنج شمس

لایا خاک میں پھر چمک نہ یہ جہاں کیا
 اس دن میں نے کھائے ہیں خوش و خوش
 روزِ ازاد بننا اس کے گھر
 رہا ہے گہی چرخِ سنگار کہاں تک
 روزِ غم کی بہار ہمیشہ جہاں میں ہے
 تاکے ان کو یہ عالم تائیگا پھر کیا
 آئی نہ کچھ سمجھ میں گروں کی ہال کیا ہے
 اس بے فضا نفس میں معلق ہم چرخ
 فصلِ ساسے دماغِ آسمان میں
 کیا جھگڑاتے ہیں آسمان سے لوگ
 دے کے فرست چہ داؤں حکمِ فرست
 ممکن نہیں کر دیکھ سکے شادمان بے
 پکڑ میں لے نہ آئیں پکڑ یہ آسمان کے
 دیکھنے کو تو بہت چرخ کہیں سے دوہوں
 استخوانِ تنگ مے بہار ہوسے پالمیں کے
 اک اٹک نیم شب تک چرتے چلتے
 دیکھ سکتا نہیں فلک ہم کو
 تیرے مارے ہوئے اسے چرخ کہیں چلتے
 اس میں تو میرا لکھا جاتا ہے جی
 چین کب آسمان بچتے ہیں
 سو پہ جیسے کسی پہل واپس کے لڑ پڑ
 خاک پہ سزا نام ہو اس فقر بے نسب و
 کس کام کا ہے گنہ گروں میں لگے
 اسے چرخِ سخط اس نے تو کچھ کیا
 کرے گا اویہ کیا چرخ پائمال
 پکڑ میں ڈال رکھا ہے کیوں آسمان
 ثواب کی طرح پسینہ فلک نے جلا
 اویہ افلاک میں بنیاد ڈھانے کے
 اویہ چرخ ہے کہہ راکا چاک
 بجائے آب ہے باران اس دھواں میں
 کہیں دو ہیں دیکھی انفت نیار
 اس کا ہا بھی مینا کبھی یہ یاد ہے
 تنصیر ہے کیا اسے فلک میر ہر

مکمل

✓

2	2
---	---

<p>فلک کی جہاز جو نفلہ ادج پہ ہونہ رکھے اس سے امید کب اپنا دوا ہوا دل کا جو تیرے چرخ سے چرخ سے طبع مست رکھ کے دے ہے تیرے لبوں کو بجائے اب تنگ تو اسے چرخ غرض اس قدر مخالف ہے کے ہے موراز سے جب تک ہو ایچنگ کے کور کے کب یہ چرخ سفلہ اک جا دوبارہ گل وطن میں اور بولے گل سفیر ہے رنگ گل سے تو چرخ نا انصاف خان کب یہ بختوں سے اب بار کر اجلاف لاف روشن اشرف ہیں اب کس پہ پیرا ہے خدا جانے یہ ظالم رفتہ رفتہ آئینہ خدا جانے یہ رات دن جو آسمان آئینہ چرخ میں آسمان کی عالم ہے چرخ میں گرش میں اک دوچار تو ہیں غار پچاس فوشل ہیں اک دکھایا کبھی گردوں نے کو آرام نہ دکھایا کبھی گردوں نے نام کو آرام نہ دکھایا کبھی گردوں نے عمر آخر ہوئی رب غم ہی کا پیکر ہیں جوں دانہ اسے جسم اکھوں کی پیکر ہیں ارض و سما نہیں ہے گویا آسمان پس کئے دانہ کے مانند دل دایاں آسمان چرخ کی دیکھا تو سد جیتی ہے</p>	<p>نظم " کہ اس زمین نہیں ڈرتے تیرے فشار سے ہم " کہ دل تو ایک ہے دو تین چار بھی تو نہیں " عقاب پاؤں میں جس کے نہیں ہمار نہیں " ہے خرمن عیش پر شمر ریز " دن رات رہے ہے فلک پیر کو جنبش " سرکشی کرتا ہے سب سے چرخ کج رفتار " کہ ہلال کو جب نیم نان سے رخصت " نئی دکھاتا ہے گردش جو آسمان گستاخ " کیوں پھر آتا ہے ہیں گردوں گردوں ہر طرف " راہ سید ہی پہ کبھی چرخ سگزنہ ہوا " ہو اور چرخ عالم ابجد کی واسطے " جس کو دیکھو اک نئی الجھن نئی آفت میں ہو " ابھی درپے کیس کتدر یہ دور گردوں ہے " دفن لاکھوں ہو گئے اس گنبد افلاک میں " کوئی سر جنگ نہ جڑوے کہیں افسر کے عوض " بدلے اک اک دم میں سو سوار رنگ " آسمان ہے یہ کچھ تنور نہیں " گردش افلاک جس کو ہے ایاغ زندگی " ہیں آفتاب و ماہ ہمیشہ سفر میں " پھر کس امید پر کوئی امید وار ہو " بنے بھی دوست جو دشمن تو اعتبار کہاں " کام اس کا گر پڑا دیکھا " پیر کہنے ہے فلک حد سے ہے سنتا اونچا " کرتا جدا ہے گاہے اور گاہے ملاتا " نادان و نادانہ کے مانند دل گیا " روندنا خاک مرے وہ ستم ایجاور ہے " اسے فلک کو کسی راحت کے عوض رنج دیا " ہر کس و ناکس میں نقش کتب پا ہو گیا " فلک باز آ اب بھی آخر کہاں تک " چلنی پھر اس پہ باقی ہے راہ عدم بچے " ملتے ہیں آسمان میں جیسے گہوڑی تھولی " دانہ نادان سمجھی پسکے ہوئے آٹا ہے " پھر دانت پستی سے دیکھی طرح دل کر</p>	<p>نظم " کہ اس زمین نہیں ڈرتے تیرے فشار سے ہم " کہ دل تو ایک ہے دو تین چار بھی تو نہیں " عقاب پاؤں میں جس کے نہیں ہمار نہیں " ہے خرمن عیش پر شمر ریز " دن رات رہے ہے فلک پیر کو جنبش " سرکشی کرتا ہے سب سے چرخ کج رفتار " کہ ہلال کو جب نیم نان سے رخصت " نئی دکھاتا ہے گردش جو آسمان گستاخ " کیوں پھر آتا ہے ہیں گردوں گردوں ہر طرف " راہ سید ہی پہ کبھی چرخ سگزنہ ہوا " ہو اور چرخ عالم ابجد کی واسطے " جس کو دیکھو اک نئی الجھن نئی آفت میں ہو " ابھی درپے کیس کتدر یہ دور گردوں ہے " دفن لاکھوں ہو گئے اس گنبد افلاک میں " کوئی سر جنگ نہ جڑوے کہیں افسر کے عوض " بدلے اک اک دم میں سو سوار رنگ " آسمان ہے یہ کچھ تنور نہیں " گردش افلاک جس کو ہے ایاغ زندگی " ہیں آفتاب و ماہ ہمیشہ سفر میں " پھر کس امید پر کوئی امید وار ہو " بنے بھی دوست جو دشمن تو اعتبار کہاں " کام اس کا گر پڑا دیکھا " پیر کہنے ہے فلک حد سے ہے سنتا اونچا " کرتا جدا ہے گاہے اور گاہے ملاتا " نادان و نادانہ کے مانند دل گیا " روندنا خاک مرے وہ ستم ایجاور ہے " اسے فلک کو کسی راحت کے عوض رنج دیا " ہر کس و ناکس میں نقش کتب پا ہو گیا " فلک باز آ اب بھی آخر کہاں تک " چلنی پھر اس پہ باقی ہے راہ عدم بچے " ملتے ہیں آسمان میں جیسے گہوڑی تھولی " دانہ نادان سمجھی پسکے ہوئے آٹا ہے " پھر دانت پستی سے دیکھی طرح دل کر</p>	<p>فلک نے پیسا ہے اس طرح جیتے جی ہسم کو اٹھاؤں ظلم میں کس کس کا تو فلک ہیں عدو فلک ہے ایک شتر کینہ و رخدا کی پناہ از بسکہ یہ چرخ فتنہ انگیز آرام نہیں ہے تو نصیر آہ ہمیں تنگ ایک عالم ہاتھ سے اسکے ہے گردش میں نصیر فلک سے کس کو توقع ہو ساری روئی کی بجائے شکوہ ظالم زمیں پہ انسان کو آپ ہم گردش میں ہیں نیرنگی تقدیر سے کجروی سے مجھے گردش ہی میں رکھا ورنہ نکلانہ کوئی کام بھی کبھی اس سے ایجا ریز گردوں کس کو کیسے عیش میں راحت میں نشاں باقی رہا جز نام کس کا دار فانی میں مقبول کو جائے شادی سمجھے وہ دیوانہ ہے سلطنت کی نہ طمع چرخ زبردست سو رکھ کیا ہے گر گٹ آسمان کے سامنے کیوں ہے امید نان اہل زمیں اس کو حال جگ میں کیوں ہوئے و فراخ زندگی جمیعت آسمان سے توقع بجا نہیں اسے چرخ جب نتیجہ امید یاس ہے فلک کی صلح کو سمجھے رہو وقار جدال فلک پر بھی ہے طفل مزاج کیوں وقار اپنا گلہ پیر و جواں پھارتے ہیں دور آسمان کا مجھ سے پر کار و اس کو گردش میں آسماں فلک کی جو آگیا اسے خدایوں ہی فلک بر سر بیداد ہے رز و یاز و زو ویا مال و پا گنج و یا گردش گردوں نے یہ ملایا خاک میں ٹھایا مٹانا تھا مجھ کو جہاں تک ہدم رہا میں چرخ سے گردش ہی میں سدا اس طرح چرخ گرداں عالم کو بیتا ہے آسمان چرخ کی گردش پہ غضب ہے ہدم دانادلوں کی دشمن ہے آسماں گردوں</p>
--	---	---	---

فلک چرخدار

فلک کیلئے فلک پیریں شجر کو کوسوں
 نخل امید بھی بھونے چھلنے نہ دیا
 چین سے جن کو بیاں چرخ نے رشتے نہ دیا
 دہی آرام سے جا کر عدم آباد رہے
 آسمان فتنہ کچھ ایسا نہیں ہے اہل جہاں
 کوئی باقی نہیں رہنے کا اماں ہونے تک
 پاشاں ہوں ابجہ کر دم میں چرخ کھینک
 ایسے دم ہوں میں اور نہ راہ انہیں جھب
 فلک کے گنبد گنبد کو زنداں انہیں آرمی
 ٹکھنی کی نہ کوئی راہ جب جھج کو ٹکھنی
 امن میں دور فلک میں فلک پیر نہیں
 کھنڈ انہی کا سہ پیر نہیں
 فلک کو بچھ کر گدہ کر رہا ہوں پیل ڈال
 کہا جھک کر فلک نے سر اٹھایا اور پیل ڈال
 گپیوں کے ساتھ اس نے اسباب میں جال ڈال
 اسے فلک اس گردش ہے جالے جال ڈال
 شاہ کو نا بھی تجھے آباد دل روزاں دل پور پور
 لاکھوں ہی شیشہ دل روزاں دل پور پور
 جب تیار ہوا گنبد مینا جگر
 فلک

مین

نظم

"

"

"

"

"

"

"

"

دے ہیں داغ لاکھوں ماہ گروں گرواں نے
 پیر فلک نے کسکو ملایا نہ خاک میں
 بچے نگدل فلک کی ظاہر
 دیکھیں تو ہم اے ماہ اختر سے ہمارے
 نیرنگی فلک کا یہ پیشہ چین میں ہے
 فلک نے اہل زمین کو نہ چین سے رکھا
 پا مال راہ اس کے کیا کیا عزیز دیکھے
 زیر فلک رکا ہے اب جی بہت ہمارا
 نئی گردش ہے اس کی ہر ماں
 ایک گردش میں ہیں برابر خاک
 دیر کیا ملتا رہے ہے یاں نہیں مہلت بہت
 پھر وہ گارنج تازہ کوئی آسمان مجھے
 بن سالک رہ حق ریح دور سو جہاں کے
 پاس میں کیونکر پہنچ جاتا ہوں یارب تفت ظلم
 آسیائے فلک اللہ سے مردم سانی
 کیا سخت دلی ہے کہ جواں خاک میں مل جا
 خوار رکھتا ہے اتلک ہم کو
 شامیانہ بھی نہیں قبر پران کی پس مرگ
 آسمان ایک خانہ پروردو ہے
 لاکھ چا باز میں یہ بیٹھے ہیں
 پس گئے اہل زمین یوں آسمان کے زیر پرا
 آسمان میں گرد باد اور اس میں ہم ہیں شل خس
 ہے مہرہ بازیچہ طفلان سے بھی بدتر
 رکھتا ہے مصحفی کو جو ناحق تو اپنی لاگ
 ملا کے خاک میں مٹی تو میری کی برباد
 لینے دے دم کہیں تو نہ اب در بدر پھرا
 لینے دیا نہ گردش قسمت نے داں بھی م
 آدمی ہے خانہ دنیا بنانے کے لئے
 کو نہ گریہ گردش افلاک
 بنیر کیست چشم کرم رکھ چرخ گرداں سے
 دیں تفرقہ چرخ بد خونے ڈالا
 جتنا جی چاہے تالے پیر فلک مجھے
 کس جرم پہ دیتا ہے نئے رنج شب روز

ملا یا خاک میں پیر فلک نے یہ جواں کیا
 کس دن زمین نے کھائے ہیں خوشرو جواں
 دروازہ بند اس کے گھر کا
 کرتا ہے کجی چرخ سمکار کہاں تک
 دور روزہ کی بہار ہمیشہ چین میں ہے
 ستارے ان کو یہ ظالم تائیگا پھر کیا
 آئی نہ کچھ سمجھ میں گردوں کی چال کیا ہے
 اس بے فضا نفس میں مطلق ہوا نہیں
 خلل سا ہے دماغ آسمان میں
 کیا جھکرتے ہیں آسمان سے لوگ
 دے کے فرصت سپردوں ہے کم فرصت بہت
 ممکن نہیں کہ دیکھ سکے شادماں مجھے
 چکر میں لے نہ آئیں چکر یہ آسمان کے
 دیکھنے کو تو بہت چرخ کہن سے دور ہوں
 استخوان تک مرے برباد ہوئے پس پس کے
 اک اشک نہ چشم فلک پیر سے ٹپکے
 دیکھ سکتا نہیں فلک ہم کو
 تیرے مارے ہوئے ہے چرخ کہن جیتے ہیں
 اس میں تو میرا گھٹا جاتا ہے جی
 چین کب آسمان تیتے ہیں
 مورچہ جیسے کسی پیل دماں کے زیر پرا
 خاک پھر آرام ہو اس فقر بے بنیاد میں
 کس کام کا ہے گنبد گردوں مرے آگے
 اے چرخ سفلہ اس نے ترا کچھ لیا دیا
 کرے گا اور یہ کیا چرخ پائس سال مجھے
 چکر میں ڈال رکھا ہے کیوں آسمان مجھے
 ثاقب کی طرح پھینکا فلک نے جہاں مجھے
 اور یہ افلاک ہیں بنیا و ڈھانے کے لئے
 اور یہ چرخ ہے کہہاں کا چاک
 بجائے آب ہے نادان اس دولا بیاں آتش
 کہیں دو ہیں دیکھی الفت زیاد
 اس کا بد ابھی یلگ کبھی یہ یاد رہے
 تقصیر ہے کیا اے فلک پیر ہساری

۵۵

"

"

"

"

"

میر

"

"

"

میکش

"

"

"

مصحفی

"

"

"

"

"

"

"

محب

"

"

"

"

ممنون

مضططر

"

"

[illegible]

6.

فنا
ہستی کو اپنی کر کے مقابل فنا ہے ہم
ہر دم منہ سے اڑاتے ہیں تب بقا ہے ہم
جس جہ تک پہنچے کوئی انسان
خود کار ہے فنا فنا میں
شمر کی طرح سرگرم رہے
فروغ اختر و شمس و نور
دم کا ایسا ہے جس سے ہیں
رفقہ رفتہ چلے ہی جاتے ہیں
لچھو دے کچھ ایدل تھیں تو پڑتی ہے
نیت ہے جہاں سارا ایک الٹی ہوتی ہے
لازم نہیں انسان کو غرضی ہے
جو چیز ہے غلوں میں آخر نہیں
سارے عوالم و جن و شرک و کفر کچھ نہیں
دونوں عالم میں بجز ہونے کے کچھ نہیں
ایک دن نابود ہے دنیا میں جو موجود ہے
بزمِ ہستی میں تماشے قیامت ایک اور
عزت و شان خاکی ہے اگر دباؤ ہے
مستی و مہو و پایدار نہیں
ہر دم کا بلور سا ہے کچھ کچھ کچھ

مکتبہ
مضامین

22

2

3	
---	--

2

6

—

نہ گل ہوں گے گلستاں میں نہ گلزار جہاں ہوگا
 نہزاروں شاہ کشور تھے نہزاروں اولیا گزرے
 ہوا تھا کہ جاری ملک میں جن بادشاہوں کا
 رہے گا چین اور نہ ہوگی تو ببل
 کرے ہے حرف بایاے شعلہ قصہ تمام
 چند روزہ ہے یہ میلہ اک نہ اکُن غافل
 جہاں میں پیدا ہوا ہے بشر
 اے تو نگر ہے تری عزت دنیا میں ہیج
 موجود جو یہاں ہے وہ محدود ہے ضرور
 ہے ہیج جہاں کا کارخانہ
 کون کس کا ہے نقطہ وہم ہے میرا تیرا
 باغ ہستی ایک دن اے فوق بن ہو جائیگا
 جواں کے پیٹ سے نکلا وہ گورجھا کے گور
 یاں کسی چیز کو قیام نہیں
 عبث ہے یہ مجروح طولِ عمل
 ایک دن آخر کو سب اٹھ جائیں
 مال و منصب کے تئیں جائیگے چھ
 خویش و بیگانہ نہ کوئی جائے سا
 چشمِ عبرت سے ذرا دیکھو یہاں
 کیا ہوے وہ بادشاہ نامو
 کیا ہوا اسکندر صاحبِ قرا
 کیا ہوا قارون و کسراے کیتھ
 کیا ہوا رستم ہو کیا پیر
 کیا ہوے حضرت سلیمان
 کیا ہوے یوسف عزیزِ دو جو
 چھوڑنا دنیا کا اکدن یہ
 جبکہ مرنا ہے مسلم
 فنا ہے حق کو دولت کو زنا
 مصحفی کا نشان پوچھ کہ مدت
 بشر کیا جز خدا میں
 ہمت ہوئے ہیں علم
 اے بھی قیامت تو نہ موت آئیگ
 بانشاں ہے وہ جو محو بے نشانی

رہے گا بس وہی اک مالک ہر دو جہاں باقی
 بہت ڈھونڈھانہ پایا ایک بھی انکاشاں باقی
 الہی اب کہاں ان نامیوں کے پیشاں باقی
 عبث گل پہ تو خندہ زن ہو رہی ہے
 بطر اہل فنا ہے فنا نہ خوانی شمع
 سب جواں دیر دنیا سے سفر کر جائیں گے
 فنا ہو گیا ہے فنا ہو گیا
 لشم انعام ہے مغرور و شالہ تیرا
 ہرگز کسی کو خلق میں پائیدگی نہیں
 ہر شادی و غم مگر فنا ہے
 ہے یہ سب ہستی موہوم کا جھوٹا صدا
 بلبلیں اڑ جائیں گی ویراں چین ہو جائیگا
 وہ کون ہے نہیں جس کو رہ عدم مخصوص
 ہم نے ہستی میں آکے دیکھ لیا
 بچھڑے یہ سب چھوڑ جائیں گے ہم
 کچھ نہ نیک و بد سوا لیجائیں گے
 رشتہ الفت کے تئیں جائینگے توڑ
 یک بیک رہ جائیں گے مل کے ہاتھ
 حضرت آدم سے لے تا ایں زماں
 کیا ہوئے وہ اہل جاہ و اہل زر
 کیا ہوا جمشید و اراک جہاں
 کیا ہوا نمرود و شداد اور عاد
 کیا ہوا وہ کروفر جاہ و حلال
 کیا ہوا وہ ملک و مال بے شمار
 کیا ہوئے یعقوب پیر ناتواں
 چارون کو رنج ہو یا ہو سکھور
 ہے برابر تخت ہو یا خاک
 جہان میں نہ کوئی باغ بے خزاں دیکھا
 پامتی گھس گئی تربت کا سہارا نہ رہا
 زمیں بھی چرخ بھی شمس و قمر بھی
 یہ سب کچھ کھلتا نہیں
 جو مٹ کے یہاں ملک بقا دیکھ رہے ہیں
 ہے وہی باقی جو پیش یار فنا ہو گیا

طالب

فدا

فیض

فوق

تقریباً

مخرج

منظور

1

1

1

ہے

20

کہہ دو یہ اہل فنا سے کہ نہ بہت ہماریں
کیوں وہم خودی ہے قالب خاکی میں
وہم خودی نہ قالب خاکی میں کر کبھی
فنا لازم ہے اس شے میں بقا جس کا نتیجہ ہو
فنا پیدا کر اول پھر بقاے جاودانی ہے
اجل کا جب پیام آیا نہ تم ہو گے نہ ہم ہو گے
خیال یا رواد اعدا چھوڑ دو وہ بھی دن آئیگا
پھلانی آؤ کچھ کر لیں کہ دم کا کیا بھروسہ ہے
کسی سے دشمنی و بغض و کیں رکھنے سے کیا حاصل
غنیت جاننا مل بیٹھنا یا ران ہدم کا
ارکے وہ کرو جو زندگی میں ہو سکیں پورے
حباب و بحر کے مانند ہے حق سے جدائی تیر
نہ یہ چاہیں نہ یہ دھو میں نہ یہ چرچے بہم ہو گے
نقش باطل جب خیال ماؤںں ثابت ہوا
مر کے جب خاک میں ملنا ٹھہرا
پاگئی راہ فنا تو ٹرپ کر اے برقع
غضب ہے بحر فنا کا دھارا کہ مجھ کو الجھا کے لگا
فنا ہو یوں کہ ملے بعد اس کے عمرابد
یہیچ نظروں میں اگر عالم فانی ہو جائے
دوست دشمن کے سب ہیں رفتی مثل نیم
دیتی ہے فوج فنا پیہم شکست
دم ہتی پہ حباب اپنے عبت ابھرے ہے
فانی ہر ایک چیز ہے فانی جہاں ہے
روح رواں و جسم کی صورت میں کیا کہوں
نک آنکھ بصیرت کی ذرا کھولکے دیکھو
کیا کیا ہوئے دنیا میں شہنشاہ جہانگیر
ایوان فریدوں ہوئے مشہور جہاں میں
افلاک کا دور اور ستاروں کی یہ سب سیر
اک وقت میں ہو گانہ تیاگون و مکاں کا
رضواں ہو نہ جنت ہو نہ دوزخ ہو نہ اعراق
جب حشر کا دن آئیگا ہو جائے کا ظاہر
ہو گانہ کبھی چار غاصر میں بسم ربط
گلشن کا نہ یہ ڈھنگ ہونے گل کا ہو یہ رنگ

قدرت خدا

نہیں

قدرت خدا

نہیں بل تیار رہتی ہے موقوف
چھپے قدرتی کارخانے بہت ہیں
موجود ہیں یہ قدرت کی نگارش
عالم کے مخفیہ میں یہ قدرت کا رد
دیکھو گے تو ہر جگہ پر تم نے بنایا
کیا گنبد بے دید قدرت مست نہیں ہوتی
جس کی کبھی سالانہ قدرت ہے اول بار
زندگی جس نے دی ہے اول بار
دوسرے بار دے تو کیا دشوار
بنائی ہے کیا خوب تو نے یہ چھپ
کر ہے سارے عالم کی جبین کھیت
پا چوں کو وہ چاہے تو کہے کہ
میں گھر میں آگھل دے ابھی خزانوں کو
اس کی قدرت نظر آتی ہے محیط عالم
کوئی سمت اس کی نہیں ہے وہ ہر کوئی
ہے یہ بھی خالق یکتا کی شان بیکشانی
ہر ایک کا نہیں منہ کل دوسرا پیدا
ذره ذرہ سے ہے اس کا حق قدرت انکار
خاک سے پیدا کیا زور دیا نوید کا
اسے بار و تم بچار ہے وہ سب خسار کیا اچھا
کھلایا جس نے ہے قدرت سے یہ سب کچھ کیا اچھا
ایسوں

نشان اہل نشان ہو گئے بہت معدوم
صنعت خالق جدا ہے صنعت انسان جدا
غلط اہل زمین احوال گردوں کا بتاتے ہیں
بھلا باریکیاں کیا حصر ہوگی اسکی قدرت کی
صنعت نطق جدا صنعت خالق ہے جدا
فقیروں کو فقیری شاہ کو شاہی مبارک ہو
بڑا قادر ہے اپنے کارخانے کو وہی جانے
ہے دلیل ہستی خالق یہ دور افلاک کا
دخل قدرت میں خدا کی کوئی کر سکتا نہیں
بخشی ہے طاقت اس تن خاکی کو نطق کی
رہیں ناشاد مومن شاد مومن کا فرمانہ میں
تو وہ قادر ہے جو چاہے ایک خشک
نہاں نہیں ہے نفس کے شمار سے پیدا
جسے سب روح کہتے ہیں جہاں میں
اک ذرہ تھا وہ جس سے خلقت ہوئی یہی
صنعت خالق میں کیا دخل بشر
سیکڑوں ہمت کے نیت سے پھر نیت سے
بنکر بگڑتے ہیں جو گھر و ندے نہرا ہا
عجب قدرت حق کے اے بت ہیں کھیل
دست قدرت سے بنایا ہے خدا نے قصر
باغ عالم میں ہر اک گل ہے خدا کی قدرت
زاہد مرے مولا کے اسرار نہیں پاتا
نمود سطوت پروردگار ہے دیکھو
اس کے پر تو کے یہ سب جلوے تھے
میری امید بر آتی ہے اب انشا اللہ
حق تعالیٰ کی طرف سے جسے ادا نہ ہو
خالق کو ہر طرح کا ہے اے اشک اختیار
کس میں ہیں ایسی قدریں صدقے میں تیرے غیاں
کرشمے تیری قدرت کے سمجھ میں کچھ نہیں آتے
چل رہی ہے جس سے جہانی شین
نکلے چلے آتے ہیں تہ خاک سے کھانے

ظہور قدرت پروردگار باقی ہے
دیکھ لو ہے جان سے خالی بدن تصویر کا
گرفتاروں کو کیا معلوم کیا ہے سقف زندیق
بتائے تو کوئی ہے بال کتنے جسم انسان پر
خانہ دل نہ بنے گا کبھی معماروں سے
کہ عین مصلحت ہے کام جو اللہ کرتا ہے
خدا جانے کہ گزرے کتنے آدمی مثل آدم کے
کوزہ گر جب تک نہ ہو مشکل ہر پھر چاک کا
کب سکندر نے بنایا آئینہ ادراک کا
کیا قدرت خدا ہے کہ آئے سخن میں خاک
نہیں ہے دخل انسان کو خدا کے کارخانہ میں
بے پدر عیسیٰ معجز نہ پیدا کرے
جہاں کو اس نے کیا اختیار سے پیدا
مرے نزدیک وہ حکم خدا ہے
اک قطرہ تھا وہ جس سے یہ آسمان بنایا
بن سکا کب شیشہ دل ٹوٹ کر
کارخانے یہی اللہ تعالیٰ کے رہے
ہیں کھیل امیر صنعت پروردگار کے
کہ مٹی کے پتے کو گویا کس
دخل معماروں میں ہے دخل ہے مزدور کا
باغباں کون ہے اس کا یہ چین کس کا ہے
غافل اُسے کیا پاوے ہشیار نہیں پاتا
جہاں ملک کہ کرے کام یہ نظر کاٹو
موسیٰ و نور و نار و طور و قیس
کونسی چیز ہے اللہ کے جو گھر میں نہیں
تو وہ گھر تاقیامت کبھی آباد نہ ہو
چاہے تو انقلاب متقدر نہ ہو سکے
باغ کو تو بنائے دشت دشت کو تو بنائے باغ
ساتی ہے یہ کیونکر ساری مخلوقات انکھنیں
کوئی پوشیدہ کہانی اور ہے
یہ خوان کرم کس نے بچھایا ہے خدا نے

آصف

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

اسیر

امیروں سے عبث کوئی ملتی ہوا ہے دنیا
 قصیدہ قدرت میں اس کے خلق ہر جوں چو خشک
 قدرت نمایوں میں نہیں کچھ سب کو دخل
 پتا پتا ہے چمن پیرائے کن کا یادگار
 جلوہ گر قدرت سے میں لعل بندختاں سیکر
 راز کچھ قدرت خالق کا نہیں کھلتا ہے
 مرفع میں عالم کے جس سمت دیکھو
 عجب مصور قدرت کی ہے یہ صناعتی
 جسے چاہے وہ عزت دے جسے چاہے وہ ذلت
 کیسے کیسے گل کھلائے ایک مشت خاک سے
 بے نیازی کہنے یا کہنے اسے قدرت کا کھیل
 بدتیں ہو گئیں وہی ہے بہار
 پھول سے موتی صدف سے موتیا پیدا کر
 نظر جبرار صنع صانع قدرت پہ لازم ہے
 مرفع صنع کا دکھلا رہا ہے صانع قدرت
 اسے قادر جہاں تری قدرت کے میں شمار
 حسن قدرت منحصر کچھ چھوٹی چیزوں پر نہیں
 کوہ دراع و ابرو باد و مہر و مہ جن و بشر
 قدرت کی صنعتوں کو دیکھو خدا کے بندو
 وہی جو کہ کرتا ہے رائی کو پر بت
 صنعت خدا میں عقل آدمی کی حیران
 چاہے جس ذرہ کو خورشید درختاں کر دے
 خالق نے ایک ایک سے بہتہر کہ خلق
 ذرہ بھی تو خالی نہیں قدرت سے خدا کی
 شاکی نہیں خدا سے نبی گر شکل زشت
 جوں غنیچہ ہو گرہ میں تو کر اس چمن کی سیر
 بغیر حکم نہیں جنبش ایک قطرے کو
 کس کو ہے دخل اس کی قدرت میں
 تری قدرت کے ہزاروں ہی تائے تھے
 جس نے کچھ وعدے کیا اور خودی میں آیا
 سمجھتے ہیں کہ ہے صنعت قدرت
 گل کھلے ہیں بہار قدرت کے
 گلزار آگ قدرت خالق سے ہو گئی

خدا قادر ہے اکدم میں گدا کو شاہ کرتا ہے
 حرکت خانہ نہیں کاتب کے بن تحریک کے
 بے تیل جل رہا ہے چراغ آفتاب کا
 اس گشتاں میں کبھی تنکا بھی بے چال نہ توڑ
 کیسے کیسے جلتے ہیں معدن میں بے روغن چراغ
 کس لئے آئے ہیں کیوں جاتے ہیں جانیوالے
 تماشا ہے قدرت کی صنعتگری کا
 جو شکل بنتی ہے وہ لاجواب بنتی ہے
 نہیں کچھ دخل بندہ کو خدا کے کارخانے میں
 کھیل ہیں یہ تخیل بند گلشن ایجاد کے
 گل جیسے پیدا کیا آج اس کو ناپید کرے
 چمن روزگار کس کا ہے
 ہے وہ قادر جس سے جو چاہے خدا پیدا کرے
 عبث و ارقنہ ہیں تصویر کے ہم رنگ و غن پر
 یہ سب شکلیں ہیں نظارہ کے قابل دیکھتے جاؤ
 پیدا کسی کسی کو کوئی گرد ہو گیا
 بلکہ یہ جلوہ نما ہے ہر جگہ پر ہر کہیں
 نور حق سے ہیں یہ سب منور مہر لبیر
 اک چھوڑا دس نے دو دو منہ پر گائیں انھیں
 وہ پر بت کو بھی کر دکھاتا ہے رائی
 حال کچھ نہیں کھلتا کیا طلسم ہے تن کا
 مرے نزدیک ترے فیض سے کچھ دور نہیں
 دار کوئی کسی کو سکندر بنا دیا
 ہر شے میں سخن اس کی خدائی نظر آئی
 ممکن نہیں کھار کا مانی گلا کرے
 جھمکا ہزار رنگ کا اک مشت زرس ہے
 خلا محال ہے کس جا نہیں ہوا موجود
 یاں نہ دوڑے خروند پہونچے گماں
 نئے انداز نیا رنگ دکھاتا ہے تو
 بام تو قیر سے فی الفور گراتا ہے تو
 جو دیکھتے ہیں محقق جہان کی صورت
 طرفہ نیرنگ کا دکھایا رنگ
 بیکا ہوا نہ بال بھی جسم خلیل کا

قدرت خدا
 بنائیں جدا گانہ سب صورتیں
 یہ ہے قدرت و شان رب غفور
 تصدیق بلبلیں ہوتی ہیں تیرے دست صنعت پر
 چمن آرائیاں دکھائی ہیں اسے باغبان کیا کیا
 یہ ہے قدرت خالق مہود اب گگل سے ہے
 چمن آرائے گلزار جہاں ہے باغبان کیا
 کہیں کر دیا درہ کو مہر تاباں
 کہیں قطعہ کو جو بحر اعظم بنایا
 کہیں کو کیلے بنوں اس نے چھپایا
 غمک کو چپائی ہے اس نے چھپایا
 زمین کو چپائی ہے اس نے چھپایا
 جسے دیکھ کر رنگ ہے غفل اپنی
 عجب کارخانہ جہاں کا بنایا
 عجب تیری قدرت عجب شان تیری
 عجب کسی کو بسایا
 گلاڑ کسی کو صنم صنم نے مرفع بنایا
 دکھایا کاکل صنم صنم نے مرفع بنایا
 ہزاروں شکلیں بنا کر تیری بائیں حکیم کی
 حرکت سے ہیں بھری مہوئی بائیں حکیم کی
 حکمت میں کس دخل ہے رب کریم کی
 قدرت میں کس دخل ہے تیری قدرت سے
 بدتیں ہیں یہ رنگ اپنا اپنی تیری قدرت سے
 درگاہ میں کیا چیز ہے یہ آسمان کیا ہے
 ہونو تیری

قدرت خدا
کوئی ہے باہر کوئی نامراد ہے
کوئی ہے باخود کوئی ہے حضور ہے
بعض بعض امر میں شکر و شوق ہے
مذہبوں کی ذات میں شکر و شوق ہے
اک وہ ہیں جن کے آگے ہیں صلوٰۃ کی بوجہ
اک وہ ہیں جن کے سامنے چھپے ہیں
بزم شاد ہے کہیں پیراں
بیکسی سر میں فغان شور ہے
کجا نشان ہے نیازی حاکم کی
کوئی یہاں عزیز ہے گنتی فز
دولت خدا کو دیتے ہو گئے
اکثر یہاں فقیر جہاندار ہو گئے
جسے چاہا اسے ساچے میں ڈالا
نہیں کچھ روک دست کاہلوں کو
چاہے تو والدے وہ دوزخ میں زاہلوں کو
کس دہم میں پڑے ہیں وہم و گماں ولے
کیسے گل بوئے کھلے ہیں خاک پہ
دست قدرت کی صفائی دیکھئے
درہ ذرہ سے جھلکتا ہے تراجلوہ حسن
تہہ پہ سے عیاں ہوتی ہے قدرت تیری
اس کے

ہو فقیری یا کہ شاہی سب میں قدرت کھیل
دیکھیں کیا کارخانے قدرت اللہ کے
بو میں گل ہے۔ گل میں بو ہے واہ صنعتگر
گہار کو تبا کے جو اہر نگار و صوب
قدرت کی طاقتوں کو دست فضلہ روکے
صنعت خالق قیوم کروں کیا تحریر
کسی کو دخل کیا ہے کارخانہ میں خدائی کے
اس کی قدرت کے تماشے ہیں یہ عالم دیکھو
تاسف تا کجا دل یہ اس کے کارخانے میں
خدا دکھاتا ہے بندوں کو قدرتیں کیا کیا
دیکھا دنیا میں جو کچھ آنکھوں نے
گدا کو شاہ کرے شاہ کو گدا کر دے
کہیں سامان ہے شاہی کا کہیں جھوٹ فقیر کا
رموز خالق عالم میں فکر بے جا ہے
ابرنیاں میں یہ دیکھ کیسی کچھ تاثیر ہے
چمن میں دیکھتے ہیں قدرت کی رنگارنگ
خدا کی قدرت کو دیکھو عاشق کہیں تو عشق بریں بنا
اس کی قدرت کا کھیل عاشق زار
جدا جدا ہے ہر اک کی صورت الگ الگ ہر اک کی رنگت
ہر طرح کی اس نے صنعت اپنی دکھلائی ہے خود
کوہ سے پیدا کیا ہے محل کیا منتخب
تری قدرت کی وسعت کا بھی کو علم ہے یارب
لاکھ پردوں میں گر کہے کوئی
نہ کچھ بھی کر سکا مو سے کافرون
اس کی قدرت سے نہیں دور کہ وہ چاہے اگر
تری قدرت ہی ہر اک جا دیکھی
کل تک جو مارے پھرتے تھے دروہر ہینہ
کیا قدرت خدا کا جہاں میں ظہور ہے
خالی نہیں ہے عالم و جاہل سے روزگار
محتاج ہے کوئی یہاں نان شینہ سے
کوئی ہے نوجواں کوئی پیر مخنی
ہے فاقہ مست کوئی تہید مست کوئی
پھرتا ہے دوز و دھوپ میں کوئی برہینہ

بوریہ اک جا تو اک جا تخت و انبرین گیا
اڑ گئے ہوش سلیمان ایک دنے مور سے
گاہ بہتہ۔ مگہ شگفتہ۔ گہ خزاں گاہے بہار
دکھلا رہی ہے صنعت پروردگار و صوب
انسان کی کوششیں ہیں بیکار اور محفل
جیسا اک بار کیا خلق دوبار نہ کیا
جسے چاہے خدا اک آن میں زیر و زبر کر دے
ایک آنے کے لئے ایک جانے کے لئے
کوئی دنیا میں آتا ہے کوئی دنیا سے جاتا ہے
بنا بنا کے بگاڑی ہیں صورتیں کیا کیا
اس کی قدرت کا اک تماشہ دیکھا
کسی کو دخل ہے کیا اس کے کارخانے میں
کہیں مندر کہیں تکیہ عجائب شان قدرت ہے
نہ ہو سیکلی کبھی بدحت دہن خاموش
کیا عیاں بطن صدف سے گوہر غلطاں ہوا
نہ گل سے انس ہیں نے بہار سے اخلاص
کہیں ہے تحت الثرے کا نقشہ فلک کے اوپر زین گئے
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے
طرح طرح کے بنائے ہیں گل وہ اپنی صنعت دکھلا
کیسا بختا دو جہاں میں خالق یزداں ہوا
سب جو اہر میں ہے یہ تو خوبی تاباں
کیا دوحرف کن میں دونوں عالم کو عیاں تونے
پر یہ ممکن نہیں خدا نہ سنے
بڑا قادر مرے اللہ تو ہے
اگ میں پیدا کرے پھول شر پانی میں
کوئی جاسے کہاں ہے کہ نہیں
آج ان کو حق نے مالک قبال کر دیا
غم ہے کسی کو اور کسی کو سرور ہے
کوئی ہے بے وقوف کوئی ذی شعور ہے
آٹھوں پہر کسی کافر و زال تنور ہے
کوئی ہے خاکسار کوئی پر غرور ہے
کوئی ہمیشہ نشہ دولت میں پور ہے
سر پہ کسی کسی کے کلاہ سمور ہے

شادان
شرم
صادق
طاہر
ظفر
عالم
عالم
عاشق
عاشق
عاجز
علی احمد
عادل
فدا
فد

اس کے یہ قدرت میں مرض بھی ہے شفا بھی
سبحان تری قدرت آسودہ ہے سب خلقت
اک کف خاک سے دیکھی تری صنعت کیا
آدمی کی کیا حقیقت تھی اسے کیا کر دیا
نہ پوچھو کھیل قدرت کے عجب نیا بنائی
ما جہاں سے جہاں آفریں کا ہم کو پتہ
جو تو چاہے خاک کر دے تیرے آگے کھیلے
یہ نیرنگیاں ہیں جو باغ جہاں میں
پتھر میں لعل سیپتا درتیم
اللہ سے زور قلم صانع قدرت
ہر اک شے میں نظر آتا ہے جلوہ
خدا خود آپ سے دانا و مینا
دیکھو اگر محشم تامل تو مصحفی
کیا عقل پر خلقت افلاک اس کے
ایک اک پھول میں سوز گن کھاتی ہے بہا
پتے ہیں کسی میں کوئی بے برگ شجر ہے
جسے چاہے وہ گھر بیٹھے دے سب کچھ
کس نظر سے قدرت صانع کے منظر دیکھے
جس سانچے میں چلے ڈھال دے وہ
جاری ہیں سیکڑوں کلیں اس میں
پانی سے اس جہاں میں ہر شے کی زندگی
ہر اک بشر میں دیکھتا ہوں تیری قدرتیں
مجمع یہ عناصر کا ضدین ہیں سب اک جا
یہ کشف و تز جہاں گردش زمانہ نہیں
حق نے دو مشعل یہ روشن کی ہیں عالم کیلئے
کتاب ہے کیا انگریزی سپنج پر بیٹھا ہوا
عدم کوئی جاتا ہے کوئی ہستی میں آتا ہے
وہ جس کو چاہے گدائی دے بادشاہی ہے
گرا نکھ ہے تو باطن انسان کی سیر کر
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
ہر جگہ جلوہ ہے ترابری ملا
اس کی قدرت کے ہیں ہی معنی
طلسمات جہاں کے صنع کا عالم نرالا ہے

دیتا ہے وہی درد بھی کرتا ہے دوا بھی
عجلی کی کریں دعوت یہ منہ ہے سیلماں کا
مورچہ کوئی بنا کوئی سیلماں بنا
اے سحاب کرمت قطرہ کو دریا کر دیا
مرقع کر دیا ہے باغبان نے صحن گلشن کو
بنا سے ساری حقیقت کھلی ہے بانی کی
ہے فلک بھی اک گھر وند تیری بازیگاہ کا
یہ رب گل ترے ہی کھلے ہوئے ہیں
اللہ اللہ کیا ہے قدرت تیری
تصویر سے تصویر کی صورت نہیں ملتی
ذرا دیکھو تو یہ صنعت خدا کی
ہمیں پھر اس سے کیا حاجت دعا کی
اس کا رگاہ و ہر کا مختار ایک ہے
ایسا طلسم اور کوئی تو بن سکے
قلم قدرت صانع کی عجب قدرت ہے
نیرنگی قدرت کا سماں پیش نظر ہے
جسے چاہے اسے در در پھراٹ
آسماں کو دیکھئے یا بحر و بر کو دیکھئے
مٹی ہے دست کا سہ گر میں
تن انسان کا کارخانہ ہے
عالم میں کیا بنایا پروردگار پانی
کس کو کہوں میں عام یہ سار جہاں ہی خاص
عالم سے نرالا ہے کیمت آری حکمت کا
بدلتا ہے کوئی لیل و نہار کی صورت
رات بھر ماہ درخشاں اور دن بھر آفتاب
سنگ خارا میں بنا دیتا ہے جو ہر آفتاب
عجب خالق کی قدرت کا جہاں میں کھیل جاری
کسی کو دخل ہے قدرت کے کارخانے میں
کیا کیا طلسم و فن ہیں مشت غبار میں
از ماہ تا باہی سب ہے ظہور تیرا
فیصلہ قول خلا ہو گیا
اس کا چاہا ہو امرانہ ہوا
عیان یاں کا دکھا تا رنگ کیا کیا نہیں ہو کر

قدرت خدا
تیرے کہیں سورج کہیں برج اور کہیں نور
جب غور سے دیکھا تو اسی کے ہیں طلسمات
تلفظ ہے کہیں جھانجھ کہیں رنگ کہیں باغ
جب غور سے دیکھا تو اسی کے ہیں سب رنگ
کالا کوئی گورا کوئی پسلا کوئی آبی
ہیں اس کی ہی قدرت کے یہ سب گلابی
جہاں کیا کھلے بار بار بسان تیری قدرت
ہر اسے رنگ رنگ کیا کیا ہر آن تیری قدرت
سبست ہو رہے ہیں سبحان تیری قدرت
تمیز پکارتے ہیں سبحان تیری قدرت
تو تیرے جلوے پر بیدار ہے کسی تیری قدرت
جو چاہے کھولے دہانے کوئی تیری قدرت
محبب طرح کے دن بنے کسی تیری قدرت
کسی کے سر پہ ہے تاج شای کسی تیری قدرت
یہ کون جانتے کہ کیا کیا اور جہاں کے اللہ صانع
کے بکار کے کس ہیں ہے قدرت جو باخدا تھا
غیر از خدا کے کسی کا وہی دے وہی دلائے
مقدور کیا کسی کا وہی خدا جو چاہے
ہوتا ہے جس طرح بنا ہے
خداوند و عالم

قدردانی

سچ تو یہ ہے قدرت ہوتی ہے بعد زوال
پیر کے دل سے کوئی پوچھے جوانی کا منہ
اپنے ہم غیب کو رکھتا ہے ہر شخص عزیز
کرتے ہیں اہل سخن دل سے بزرگ جابجا
عاشق کی خوبوں کا ہے بے قدر شہر نہیں
سچ ہے کہ زندگانی میں قدر شہر نہیں
نعمت کی قدر ہوتی ہے سب کو زوال میں
پیری میں یاد آتی ہیں باتیں شباب کی
مری قبر پر نہیں آتا ہے مگر چھپرہ
ہوتی قدر دنیا میں مگر قدر نیکیوں کی
سجڑوں ہی سے قدر ہے کیا ہے
ہم نے سب سے ہیں تو پھر کیا ہے بعد
قدردانی کی اس قدر ہے انسان کے بعد
جب مجھے قتل کیا جب میں انہیں یاد آیا
قدردان مردہ فرشتوں نے مجھے بڑا پایا
غم بھیجا ہے میری شہرت باجی بھی نہیں تھا
چانتے ہیں قابل قابل کے مرنیوں کو
پچھتے ہیں خاک ناداں عامل کے مرنیوں کو
خدا نے مجھ کو سب طرح بامراد کیا
ہر ایک باتی رہی دل میں قدردانی تھی

یہ تپ

جانتی

جانتی

نہیں

فصیح

قدر

کمال

لانی

نہیں ہے

خداوند دو عالم سب سے تیرے دست قدرت
وسعت چمن طرازی قدرت کی دھکینا
نعمتیں کھانے کا حق نے کیا ساماں پیدا
عجب نقاش ہے صنعت یہ دیکھو ملک قدرت کی
عجب ہے نقش کاری خامہ نقاش قدرت کی
ہے پیدا کی تو نے باغ عالم میں غم غمی و صبح را
زیر زلف ملک تار بند ہے ہر اک سلسلہ میں سارے
کہ اس صانع کی نیزگی صنعت پر نظر ہدم
یہ جو بے پایاں ہے دریائے جہاں بہر عبور
قدرت حق پہ نظر کیجو کہ بے چوب طناب
ماہ و خورشید کیا ہیں کیجو نظر
قدرت حق سے کیا مورتی مہاں در
چاہئے جس کو نطق و سہمت عطا کرے

اگر تو شاہ کو چاہے تو اک دم میں گدا کر دے
پیدا ہے جلوہ گل و شمشاد ہر طرف
عہد طفلی میں دہن میں کئے دنداں پیدا
کہ کی ہے نقش کاری خیم سے گردن کی چادریں
تاروں سے کیا زریں فلک کا شایانہ جو
جو روتے تھے شبنم ان کو ہی گل بنا کر نہادیا ہے
خدا نے ہر ایک شے پہ قانون کا لٹکا بٹھا دیا ہے
ہول سے روز موج آب جو ہتی بگڑتی ہے
ہیں بندھے قدرت سے ساتواں سماں کے پل
خیمہ افلاک دم میں تکتے تکتے تن گلیا
رونق روزگار ہیں دونوں
جاہ و حشمت میں سلیمان تھے کچھ ہدم
پیدا ہوا خاک سے دہن و گوش نقش پا

نواب
ہشت
ہر چند
ہایوں
ہدم
ہوش

قدردانی

تم نے آصف کی نہ کی قدر وہ ہے مرد شجاع
صاحب علم و ہنر مند کی سب کرتے ہیں قدر
بشر کو بعد نعمت کے ہے ہوتی قدر نعمت کی
قدر نعمت بعد نعمت کے ہو کرتا آدمی
خدمت حق میں نہیں کوئی کمی کی ہم نے
کار اعلیٰ کو کرے ادنیٰ وہی بقدر ہے
سچ ہے بڑھ جاتی ہے مر جائیے انسانی قدر
پستی قد مانع عز و شرف ہوتی نہیں
رتبہ بقدر حال ہے سب کا جہاں ہیں
کوڑی کے کام کا نہیں جو ہر جہاں میں
کیا رہے قدر جو ہر قطرہ نیساں ہو گھر
چشم تحقیق سے دیکھا نہ کسی کی جانب
صاحب علم و ہنر مند کی سب کرتے ہیں قدر
دور فلک نے ہم کو گو خاک میں ملایا
اے جلیل آپ بھی کس وہیاں میں ہیں خیر تو ہو
سچ ہے انسان کی ہوا کرتی ہے پیش اس کے بعد

ایسی خوبی کا تو پیدا نہیں انسان ہوتا
نہیں ہوتا ہے کبھی بے ہنر انسان عزیز
غنیّت جانتا ہے لنگ اپنے پائے چوبی کو
عہد پیری میں جوانی کا مجھے افسوس ہے
جانفشانی کا اب انصاف ہی سرکار کہتا ہے
دیکھ لے قیمت میں کم ہوتا ہے کمال شال سے
دوش پر لے کے چلے ہیں مرے غمخوار مجھے
سب پہاڑوں سے زیادہ مرتبہ طور کا
کیونکر زمین پست نہ ہو آسماں بلند
باہر نہ نکلے سیپ میں در نہیں رہے
رتبہ ہر چیز کا دنیا میں ہے نایابی سے
ذرہ ذرہ کو میں خورشید درخشاں سمجھا
نہیں ہوتا ہے کبھی بے ہنر انسان عزیز
ہے قدرداں کے آگے وہ ہی وقار اب تک
خواہش قدر ہنر کرب ہنر سے پہلے
آج غم کرتے ہیں میرے آشنا میرے لئے

آصف
آتش
امیر
اسیر
بحر
تراب
جوش
جلیل
جویا

قسمت

کلمہ رب سے ملا بابا برحق خلیق کو
 یکجہ و مندی ہے باجمہر گد او شاہ میں
 کب ہی سے اچھلتے ہیں دوسرے ہونے نصیب
 دیا کے پار کب ہو میں کسی طرح
 دوسرے ہونے نصیب نہ اچھلے کسی
 کشتی ابھر ابحر کے تباہی میں رہ
 کب خزانہ غیب کا ملنا سبب قسمت
 چھاننا ہے خاک ناخ و خاشاک کبریا
 قسمت کیا ہر ایک کو قسم مازل
 شخص کے جس چیز کے قابل
 جو تقدیر میں لکھا ہے وہ نہیں
 کیا کرے گا یہ زمانہ مراد میں ہو کر
 ہم اپنے دل میں سمجھتے ہیں کام ہے
 وہ سب شیت پروردگار کا ہونا
 یہ تقدیر نہیں کچھ اشک کی ملت
 کام آتا ہیں انسان کے منہ پر لکھا
 بت سے ہو سزاوارت و تاج ہونے
 ہزاروں میں کہ نہیں پوریا نہیں ملتا
 ہیں ملنے کا انہوں نے کچھ کو ہرگز نہ جانا
 شیت میں تقاضا قدر کا ملنا نہیں لکھا
 اصغر

کیوں اٹھاؤں میں دعا سے بے توقع ہو کے ہاتھ
 گور فرما دے اب تک یہ صدا آتی ہے
 تحصیل علم فہم فراست کمال عقل
 ہیں ہر جگہ زمیں میں خزانے گڑے ہوئے
 شاہوں کے سزاوار ہے یا فرشتا ہی
 گردش کی احتیاج نہیں مثل آسیا
 چاہا تو بہت پر نہ ہوا وصل میر
 توشہ راہ عدم کی نہ کر اتنی تدبیر
 جیسا تک نہ ہو تدبیر سے تقدیر موافق
 ملتی کسی عنوان نہیں لوح جیس سے
 چشمہ نہ سکندر کو ملے خضر سورہ ہر
 کیا کروں میں جو گزر خانہ دلبر میں نہیں
 وائے قسمت کے طلاطم نے الٹ دی کشتی
 کمی کس شے کی ہے فضل خدائے بندہ پرور
 کس کا شکوہ کیجئے کس کا گلہ
 دعائیں مانگ کر انسان ناخ و وقت کھوتا ہے
 مطلب نہ ہو نوشت کا سمجھا تو شکر کر
 و اہوئے ہرگز نہ وہ عقد ہے جو تقدیر کے
 کبھی قسمت کے لکھے سے زیادہ لکھ نہیں سکتا
 کہوں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر
 نہیں ملتی کسی صورت سے بلاے بہر
 مقسوم کا جو ہے سو پہنچے گا آپ سے
 ابلیس حد سے رہے تدبیر میں میری
 سلاطین مند میں قسمت پر شا کر
 مقدر میں اگر ہے میوہ چکنا
 دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا
 ہے برخلاف سارا زمانہ تو کس ہوا
 جس مقصود و مقدر ہی ملے ہاتھ آتی ہے
 نہ پھیر و اس سے منہ آتش جو کچھ درپیش آجائے
 لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر
 تم کو پھولوں کے چھپرے ہیں کانٹے ہیں نصیب
 گردش جو ہو تقدیر میں کچھ سعی کام آتی نہیں
 مٹ نہ کا تقدیر کا لکھا روز ہے پال خطر ہم

ہے وہ قادر کیا بدل سکتا نہیں تقدیر کو
 کہ بن آتی نہیں قسمت جو بگڑ جاتی ہے
 انساں کو کچھ نہ چاہئے تقدیر چاہئے
 دولت قدم قدم پہ ہے تقدیر چاہئے
 لیتے مٹھل جو ہم اس بار کے ہوتے
 پہنچے گا منہ ملک جو مقدر کا دانہ ہے
 تقدیر کے آگے کوئی تدبیر نہ سوچھے
 آب دانہ کا تیرے ساتھ ہے اباب جانا
 بن آتی نہیں صاحب تدبیر سے تدبیر
 لکھی جو گئی صاحب تقدیر سے تقدیر
 بگڑی ہوئی تقدیر میں تانہیں کوئی
 دخل انسان کا سچ ہے کہ مقدر میں نہیں
 جب لگا دور سے محل نظر آنے محکمو
 تلاش دانہ کی خرمن ملا محکمو مقدر سے
 تھی مقدر میں جو ہونی ہو گئی
 بگیاں کیا اثر رکھا ہے کیا زاری تو ماہ
 دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے
 سی کرتے کرتے ناخن گھس گئے تدبیر کے
 وہ ناداں ہے جسے خوف کرانا کا تہیں آیا
 میں جاگا کیا نجات سویا کیا
 ڈھونڈے کسو اسطے آتش کوئی گنڈا تعویذ
 پھیلائے نہ ہاتھ نہ دامن پیار سے
 تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر میں میری
 ہما کو مغز بادام استخوان ہے
 ملے گی جھک کے آتش بار و شاخ
 راہبر قسمت سے رہن رہن ہو گیا
 کی نجات نے مدد تو وہ دلبر ہے اور ہم
 یوں تو بڑھیا بھی ہے یوسف کے خریدار نہیں
 دکھاتا ہے جو آنکھوں کو مقدر دیکھتے جا
 سنے تقدیر کے چلتی ہیں تدبیریں کہیں
 خیر قسمت وہ تمھاری ہے یہ تقدیر اپنی
 منزل کچھ آگے بڑھ گئی پہنچا جو میں منزل کے پا
 صر صر غم سے دفتر دل کے سارے ورق میں ہم

امیر
 احمدی
 آتش
 امیر

<p>قسمت</p> <p>ہونگے سلطان گدا جس وقت قسمت چھوٹی</p> <p>ب اور سلطنت خواب پریشاں ہو گئے</p> <p>برو مندھا اگر تقدیر میں ہے</p> <p>تو چیل پاؤں محبتوں کے شجر سے</p> <p>نہ ملے گا سوا تقدیر سے</p> <p>جہل ہے جو مال آتا ہے</p> <p>مقدر کی چشم غایت پوشیدگی</p> <p>نار سے کی لٹیرھی نظر ہے نہ کیا ہے</p> <p>جست تو خوش ہے زمانہ کے انقلاب ہے</p> <p>بدل نہ جائے گا تیرا جو کچھ مقدر ہے</p> <p>مقدر کا پاپ بدلتا نہیں</p> <p>فلک رنگ کی زد ملتا نہیں</p> <p>کوئی چیز اپنی نہیں دنیا میں جو ہو</p> <p>جو بشر چاہے وہ حاضر ہے مقدر چاہے</p> <p>ننگ رہا ہے طلب کئے ہو جائے</p> <p>جو مقدر میں رسانی تو رسانی ہو جائے</p> <p>خاک پتھر نہ ملے گا جو مقدر میں نہیں</p> <p>وہ خنڈے پارس کوئی یا نغہ اکبر کوئی</p> <p>عزت میں جو حرف آئے محبت میں تو آئے</p> <p>تقدیر کے لکھے کو مٹا یا نہیں جانا</p> <p>مقدر میں</p>	<p>انشا کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں</p> <p>احد عمر بھر دیکھو نہ ہم سے وہ کبھی سیدھا ہوا</p> <p>اکبر دیکھو گھروں میں کیا تھا اور آج کیا رہا ہے</p> <p>آرزو کہتے ہیں کس چیز کو حسرت کیسی</p> <p>انصاف یہ نہیں ہے کہ پا جاؤ سب تمہیں</p> <p>ایک دانہ سوا نہیں ملتا</p> <p>کسی صورت پہنچ جائیگے گرتے پڑتے منزل پر</p> <p>بخت میں جو لکھ دیا ہے کاتب تقدیر نے</p> <p>کیوں پڑے ہیں لوگ اس کے پیچھے بچے جھاڑ</p> <p>پھانس اک تقدیر کی ہے ناخن تدبیر میں</p> <p>ملے صدف کو نہ دریا سے بوند پانی کی</p> <p>روز پھرنا ادھر ادھر مجھ کو</p> <p>اب نہ بستر سے ہو تکیہ کرو تقدیر پر</p> <p>خدا کو یاد کر بندے خدا کے</p> <p>آئیاں میرا بھی ہے گھر ہے جہاں صبا کا</p> <p>زر اسے بختا اسے کا سہ دیا خیرات کا</p> <p>یہاں خشت جس سے توڑتے ہیں خم فلاطوں کا</p> <p>نہ مجھ کو اغیار کی شکایت نہ شکوہ محبوب نازنین کا</p> <p>جال کس کس نے بچھایا نہیں دانائی کا</p> <p>دل اگر خوش ہو کے چولے گا درم ہو جائیگا</p> <p>رال کا شعلہ تھا جام آتش تراڑ گیا</p> <p>آب ودانہ کو میں اپنے لئے دو پر سمجھا</p> <p>جو ہے تقدیر کا منکر اسے سائل دیکھا</p> <p>جو کہ تقدیر سے غافل ہوا عاقل بھیڑا</p> <p>کہیں تو تیر ہوا میں کہیں نشان ہوا</p> <p>اس اپنی بے پری کے تصدق ہزار پر</p> <p>ہم بجالائیں گے وہ ساری شرط</p> <p>کرے گستاخی تدبیر کو تقدیر معاف</p> <p>مطمئن جو بے حیا اپنے مقدر سے نہیں</p> <p>ننگ رہ تقدیر ہو جاتی ہے تدبیر میں</p> <p>در بند کون میں جو مجھے در بدری ہو</p> <p>بخت انسان کے اچھے ہوں ہنر ہو کہ نہ ہو</p> <p>دخل کیا پنجہ مڑگان کو گہر ہاتھ لگے</p>	<p>چارہ ساز اپنے تو مصروف بدل ہیں لیکن</p> <p>دہر میں جس کا مقدر نام ہے اے ہمدرد</p> <p>سوچو تو آگے چل کر قسمت میں کیا لکھا ہے</p> <p>ہے جو قسمت میں وہی ہوگا نہ کچھ کم نہ سوا</p> <p>دنیا کے انتظام یہ اکسب نہ ہو طول</p> <p>جتنا قسمت ہے ملے گا وہی</p> <p>خبار کارواں ہیں ہم اگر قسمت سا ہوگی</p> <p>لاکھ تم چاہو مگر ملتا ہے اسے انجم وہی</p> <p>کوشش و تدبیر سے جاتی نہیں قسمت کی کھوٹ</p> <p>کیونکر سلجھاؤں بھلا اُلجھے ہوئے کاموں کو</p> <p>نصیب شرط ہے پل رزق کے ہیں بند تو کیا</p> <p>بیٹھوں گھر میں یہ ہو نہیں سکتا</p> <p>بھر عمر آخر ہوئی درد گردانی تاکجا</p> <p>گلے شکوے نہ کر ارض و سما کے</p> <p>ہم صغیر و دیکھئے تقدیر میں کیا ہے لکھا</p> <p>بھر اپنی اپنی قسمت ہے بش ہر و ماہ</p> <p>کبھی تقدیر پر تدبیر کو غالب نہیں دیکھا</p> <p>بیاں کیا کیجئے مصیبت کسی پر کیا زور اپنی قسمت</p> <p>ہاتھ آتا ہے مقدر سے ہمارے دولت</p> <p>خوبی قسمت سے مجھ کو عیش غم ہو جائے گا</p> <p>عیش قسمت سے مجھے جلوہ دکھا کر اڑ گیا</p> <p>اڑ کے پہنچا میں وہاں لے گئی تقدیر جہاں</p> <p>جو مقدر کا مقرر ہے نظر آیا خاموش</p> <p>اہل تدبیر کے قولوں سے نکلتی ہے یہ بات</p> <p>نصیب فتح کبھی ہے کبھی شکست مجھے</p> <p>بے کوشش آب ودانہ میر قفس میں ہے</p> <p>جو بدا ہے ہماری قسمت میں</p> <p>بھر کچھ کام نہ نکلا کبھی دانائی سے</p> <p>در بدر مثل گدا پھرتے ہیں تکرے کے لئے</p> <p>بس نہیں چلتا بشر کا کام نکلے کس طرح</p> <p>تقدیر سے کیا زور ہے لیکن وہ گدا ہوں</p> <p>کار دانی پہ نہیں دولت دنیا موقوف</p> <p>اہل دولت کے تقرب میں بھی تقدیر ہے شرط</p>
---	--	--

قسمت

خلاف ہوئے جو تقدیر کیا کرے تدبیر
 حکم عیثت ہیں اگر کچھ مشیروں کے
 دخل دنیا ہے عیثت تقدیر میں تدبیر کو
 خاک بھی ملتا نہیں ہے پیش آئے گا
 پیشانی میں جو ہوگا وہی پیش آئے گا
 چاہے کوئی نے خط تقدیر گردش قسمت
 ہوا ظاہر کسی صورت نہ حال گردش
 فلک کی طرح چکر میں رہے ابل زمین کیا کیا
 فلک تو نے ہزاروں فتنہ و فتنہ جگمگائے ہیں
 برا کیا تھا جو میرا بخت بھی بدیا ہو جاتا
 بدل سکتی نہیں تدبیر سے تقدیر انسان کی
 غضب ہے تشنہ لب ظلمات سے چھپا سکندر کا
 پسند آیا ہے مضمون خط لوح جبیں جو
 کہ اک دن پیش آئے گا جو کھائے مقدار کا
 جو تقدیر میں ہے تحریک خط باطل کوئی
 حق یہ ہے اس کو نہ کچھ خط تقدیر پسند
 ہر شہنشاہ غیبی ہے خط تقدیر پسند
 شوکرین کھائیں تدبیر کی راہ میں تدبیر پسند
 پیکار تلخے اے دل روزی کے تردد ہیں
 تقدیر چاکر نہ تدبیر سے کیا حاصل
 کیسی تقدیر

مقدر میں جو ہے وہ ہوگا ضرور
 وہی پیش آئے گا ہر وقت بیکس
 ہم نے کھلتے ہی نہیں دیکھا گردہ تقدیر کی
 دستیابی در مقصود کی دشوار نہیں
 کس کو تقدیر کے لکھے کی خبر اے برہم
 لکھا پیشانی کا پیش آیا اب رونے سے کیا حاصل
 آج کی تو گزر گئی لیکن
 بے تردد جو مقدر میں ہی ہوتا ہے نصیب
 چلے تھے جب سوئے ہستی کہا تھا قسمت نے
 یار و کیوں پھرتے ہو تدبیر میں دنیا کی خراب
 خاک تاثیر ہو طالع جو موافق ہی نہیں
 جو ہے تقدیر پر راضی تو کل اسکو کافی ہے
 اپنی خواہش کے موافق نہ ہوا کام کوئی
 تراب اپنی تدبیر سے باز آ
 بہت تدبیر کر دیکھی درست آئی نہ کوئی بھی
 جو مقدر ہے ملے گا وہی بے سعی و تلاش
 نصیب ہوا تو بن آئے بھی بات
 کیا کہوں مضمون کیا ہے غیب کی تحریر کا
 عقدہ تقدیر کوشش سے کھلے تسلیم کیا
 سیر گلزار ارم یا قید زندان سفر
 کشاکش کا رستہ کی کہاں ممکن ہے اپنوں سے
 بعد مردن رکھتے ہیں امید راحت کیوں بشر
 کس لئے چارہ گرد و درد تو تدبیر میں ہے
 تسلیم کیوں بگڑتے ہو ہر دم نصیب سے
 شکایت کیا مجھے ہر جی صیاد ظالم سے
 عمر بھر تدبیر سے بگڑے مرے سامان وصل
 قضاے الہی میں جو لکھ گیا
 قلم سے جو تقدیر کے ہے رقم
 بگڑی مری خود آپ ہی بن جائے گی توفیق
 زور قسمت پہ چل نہیں سکتا
 مجب پر پیچ ہے کچھ نشی تقدیر کا خط
 مرد وانا چھین ہی لیتے شہ خاور کا تاج
 کلید قفل مرگ و زیت یا گنجینہ قسمت

کہ آئی ہوئی موت ملتی نہیں
 ازل سے جو قسمت میں میری لکھا ہے
 پیش کچھ جاتی نہیں ہے ناخن تدبیر کی
 ہاں گر شرط ہے قسمت کا رسا ہو جانا
 نہیں معلوم کہ کیا کیا ابھی پیش آئی ہے
 بھلا تقدیر پر بیدم کسی کا زور چلتا ہے
 کل مقدر میں دیکھیں کیا کیا ہے
 کبھی تقدیر کو محتاجی تدبیر نہیں
 جو پیش آئے گا ناچار دیکھتے جانا
 ہوگا حاصل وہی تمکو جو ہے قسمت میں بد
 لکھتے ہیں لوگ عیثت باد ہوائی تعویذ
 دوا دھوکے کی ٹٹی ہے وہی اللہ شافی ہے
 وہی ہوتا ہے تراب اس نے جو کچھ چاہی
 براے خدا تن بتقدیر ہو
 وہی ہوتا ہے اے یارو جو کچھ اللہ کرتا ہے
 روز و شب دغدغہ و فکر معیشت ہے عیثت
 کوئی پر ساں نہیں جگ میں ہنر کا
 پڑھ نہیں سکتا میں لکھا کاتب تقدیر کا
 کام کچھ کرتا نہیں ناخن یہاں تدبیر کا
 دیکھئے کیا دیکھتے ہیں خاک ہو جانے کے بعد
 نہیں تدبیر ناخن کا اگر عقدہ انال میں
 کیا بد لجاے گا مرنے سے مقدر خاک میں
 ہو رہے گی کبھی صحت بھی جو تقدیر میں ہے
 ممکن نہیں کہ حکم قضا و قدر پھرے
 مری تقدیر میں اک دن اسیر دام ہونا تھا
 وائے نادانی کہ پھر قائل نہیں تقدیر کا
 نہیں کوئی ہرگز اسے چھلتا
 نہیں ہونے کا اس میں کچھ بیش و کم
 ہے ناخن تدبیر مرے عقدہ کشا آپ
 موت کا وقت مل نہیں سکتا
 نہ کھلتا ہے نہ مٹا ہے نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے
 بس اگر چلتا کسی تدبیر سے تقدیر پر
 اگر قبضہ میں آجاتے تو ہر بندہ خدا ہوتا

برق
 بیکس
 بیدل
 بازغ
 برہم
 بیدم
 پرتو

تجمل
 تراب

تسلیم

تائب

توفیق

ثاقب

کیسی تقدیر کی تحریر ہے پتھر کی بکری
نہیں ملتا ہے جو قسمت میں نہیں ہے جویا
گرنے ہو قسمت میں تو جویا کبھی
بیکار ہیں ہزن نہ ہو قسمت میں کچھ اگر
لاکھ اے عاشق کو تدبیر تو ہوتا ہے کیا
لکھنا اور پڑھنا ہے سب تقدیر کا
رہنے دے مئے کو ساتی ہم تو چلے جہاں سے
پھرتا ہے جب مقدر پھرتی ہے ساری دنیا
تدبیر موافق ہو تو ہے خمیر نہیں تو
خط تقدیر کا شکوہ ہے عبث
آج فردا کی عبث فکر ہے ایدل تجھ کو
جو بندہ مولا ہیں وہ تقدیر میں ہیں خوش
نامحاکاموشش تو رہ کچھ نہ کہہ
تو نہ کر اپنے لئے تدبیر اپنے ہاتھ سے
زور و زاری ہے نہ کچھ زر سے ہو مطلب حاصل
کچھ سعی سے اقبال میر نہیں آتا
حاصل ہوئی بھی عقل فلاطوں اگر تو کیا
تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی
جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا
مثل سج ہے سمجھ لیں اب تو دل میں حضرت ذاکر
گلزار روزگار میں وہ خوش نصیب تھے
ہوگا وہی جو کہ ہے تقدیر الہی
جو لکھا ہے مقدر میں وہی فعل اس میں ہوتا
نہ ملے گا زیادہ قسمت سے
ہے جو قسمت میں بہر تقدیر ملتا ہے وہی
راسخ ملے گا کیا تری تقدیر کا لکھا
کچھ مستبب نہیں حاجت ہے مستبب کوئی اور
کم زیادہ ہو نہیں سکتا ہے کچھ تقدیر میں
بے جا ہے عرض مطلب بیکار ہے دعا بھی
رجح سے ہوتا ہے کیا جب تک نہ ہو تقدیر
جسکی تقدیر میں جو ہے وہی ملتا ہے اُسے
ہر حال میں نوشتہ تقدیر پاس ہے
کس کا سبب مستبب الالباب اور ہے

لکھ گئی روز ازل جو وہ مٹائی نہ گئی
گوچہ ہم سنیکروں تدبیر کیا کرتے ہیں
خاک نہ ہو فائدہ اکسیر سے
قسمت اگر ہے خوب قسمت ہو ہزن نہ ہو
مٹ نہیں سکتا نوشتہ خامۂ تقدیر کا
تنگ ہے یاں قافیہ تدبیر کا
قسمت میں جس کے ہوگا وہ جام پی رہیگا
ہیں گردش ہزاروں اک گردش زمیں میں
اپنا نہ کسی کا ہے نہ بیگانہ کسی کا
اس نوشتہ کا ہے بیکار جواب
وہی پیش آئے گی واللہ جو پیش آنی ہے
پابند نفس کوشش و تدبیر میں ہیں خوش
جو مری تقدیر سو تدبیر ہے
کام کرتی ہے تری تقدیر اپنے ہاتھ سے
اپنی قسمت کا لکھا جو ہے وہی ہوتا ہے
ہر آئینہ گرداغ سکندر نہیں ہوتا
چلتی نہیں کسی کی مقدر کے روبرو
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی
حکم ازلی ذوق یونہیں ہو ہی چکا تھا
بنے تدبیر سے کیا کام جب بگڑا نصبیا ہو
دامن میں اپنے جو گل امید بھر گئے
قابل نہ شگون کا ہوں نہ میں فال زیاں کا
عجب انسان کو مستوجب الزام کرتے ہیں
رجح بیہودہ کیوں اٹھاتا ہے
استعارہ کیجئے یا استعارہ کیجئے
یعنی نکل گیا جو قلم سے نکل گیا
فکر سامان نہ کرو بے سرو ساماں ہو کر
گوکہ قدرت ہے اسے لیکن ہے عادت کے خلاف
ہوگا وہی ابد تک جو لکھ دیا ازل میں
آنسوؤں کو آبرو مثل گہر ملتی نہیں
چاند نے گردہ ناں تاروں نے دانے پاے
فرمان خسروی کی سند کیا ضرور ہے
تشویش و فکر و کوشش دشوار کیا ضرور

جوہری
جویا
جلیل
عالی
صورت
حمید
میرت
خلیل
خود
خوشدل
خاموش
داغ
زند
رشک
راسخ
سحر
بس
نفع
کام

قسمت
جو مقدر میں ہے تحریر دی ہوگا سعید
خط تقدیر مٹائیں یہ نہیں ہو سکتی
قسمت پر نہیں ہے اپنا اپنا ہے نصیب
چارہ پہنچے آب حیوان یہ عمر بھر نوکیا
گر اگر کسی کی ہے کہیں سر نوشت کی
تحریر بھی مٹی ہے تقدیر سے حریف
ایک عقدہ نہ کھلا رشتہ ناخن تدبیر کیا
ہم نے فرمودہ بہت بار سے بار بار
گزرنا ہے اب چشم مرے سر سے بار بار
لیکن نہ وہ ملا کہ جو تھا سر نوشت میں
مر چند ہے حال تقدیر شرط ہے
کرنا آئے حال کیا مال ہے
یاوری طالع کرے لو لگا تو زور ہو جائے گا
نگر نہ باتھ میں لو کیا دخل
پیش تقدیر ہے تدبیر کو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے
کیا کھلے عقدہ پیر ہے ناخن تدبیر کا
بس جہاں چلتا نہیں ہے تدبیر اپنے ہاتھ سے
نفع کیا ہے کیوں کروں تدبیر اپنے ہاتھ سے
کام خود کرتی ہے جب تقدیر اپنے ہاتھ سے

۴۵۲

قسمت

بابت بن آئی نہ کوئی اسے ظفر تدبیر سے
پیدا وہ ہے کہ جو تقدیر کے شامل بنے
دانا ہے وہ جو خواہش اکسیر میں چھنے
اجتہاد ہے وہ جو صیبا ایک کو دایم عشق
انیا اپنا ہے نصیب میں ساری ایک کی
گر زریا ہے نہ وقت میں کتنی اور ہے
دل ہے کہتا اور ہے تدبیر سے حکم
عقل کہتی اور ہے نہ تدبیر سے حکم
نہ مال سے نہ زریا سے نہ تقدیر سے حکم
چلے اگر اقبال تو تقدیر سے حکم
اپنی دانت میں چوکنے نہیں تدبیر سے حکم
کیا کریں بس نہیں ناچار ہیں تقدیر سے حکم
سکتا نہ شستہ سے زیادہ ایک طرف
ہو نہیں سکتا نہ شستہ سے زیادہ ایک طرف
اس پر جو راضی رہے وہ یک قلم چھپے
بنائے سے کہیں تقدیر بنی اور کبھی ہے
کہ تقدیر سے تدبیر کہاں جا گیا کوئی جہاں
اس سے اسے ظاہر کہاں تقدیر کا
ہے فقط فرمان گویا کاتب کوئی
عالم اگرچہ لاکھ طرح سے بچے کوئی
ہوتا نہیں ہے حکم قضا و قدر غلط
عالم کسی

صبر بہتر ہے نہ کیجے کوئی تدبیر سراج
بساط دہر میں ہم ہر شطرنج کی صورت
یہ جدھر چاہتی ہے کھینچے لیجاتی ہے
میٹ سکتا کوئی حرف خط تقدیر نہیں
ہے جو تقدیر حق وہی حق ہے
کیا جائے کیا لکھ دیا قسام ازل نے
اس نے جو چاہا مقدر میں لکھا روز ازل
ہوتا ہے جو قسمت کا وہی ہوتا ہے آخر
کام سب ہم نے حوالہ کر دیا تقدیر کے
جو بد تھا نصیب میں پایا
کب وہ ہوتا ہے جو بندہ کی رضا نے چاہا
ہے وہی ہونا جو لکھا ہے تو تقدیر کا
تدبیر سے وہ مٹ نہیں سکتا ہے زینہار
بہت اپنی تدبیر کرتا ہے بندہ
پنچہ تقدیر پر رکھ عقدہ دل کا کشود
قسمت میں نہ ہو آب تو ظلمات میں ٹانی
ہر چند کہ مختار حقیقت میں ہے تدبیر
بے مست درد و ملت باقی نہ حاصل ہو کبھی
اور بھی دیتا جو حق سے کہے سنت مانگتا
جو یار نے کیا سو بھلا دیکھ کر کیا
ہے خاک نشیں کوئی کوئی تخت نشیں ہے
شاہ جو ازل میں فقط لکھ دیا ہر رب
تدبیر ہر اک چیز کی آسان ہے اسے شرم
اجاب فکر عیش کریں یا نہ کچھ کریں
بیفائدہ سب سچی ہے بیکار ہے کوشش
شاہ قسمت کا ہو دیدار صابر کس طرح
مہتمم قسمت ہو بگڑے کام گر تدبیر سے
لاکھ سر بھوڑیں تو ہم ہوتا ہے کیا بے سود ہے
جو سمجھے کہ ملتا ہے وہی جو کچھ ہے قسمت میں
لکھا پیشانی کا پیش آتا ہے ہم شاکی نہیں
جو ہیں نصیب پہ شاگرد اکبھی انکو
ظفر نوشتہ تقدیر پر جو راضی ہیں
ہے عبت کوشش فروغ انساں کا ہے قسمت کے ہاں

سراج
سفر
سید
سرور
شوق
شاد
شفق
شہید
شہیدی
شاداں
شاطر
شرم
شیدا
مقدر
صابر
صغیر
ظفر

عالم	عالم کسی کو مرضی مالک میں کیا دخل ہے وہ تقدیر کی کجی جس سے کسی سے شکایت نہیں ہم کو عالم کیوں فکر کم و بیش ہے کم حوصلہ تجھ کو قسمت میں جو ہے وہی ملے گا عقدے ہزاروں ناخن تدبیر سے کھلے فکر کیوں کرتا ہے عاجز جو تری قسمت میں ہے لکھ دیا کاتب تقدیر نے جو کچھ لکھنا تھا سرائے دہر میں تقدیر کا یہ حکم جاری ہے کام بگڑے تو کسی طور بنائے نہ گئے میں قائل تحریر مقدر ہوں ازل سے تدبیر سے کچھ خاک بھی ہوتا نہیں حاصل کیوں نہ قسمت کا ہو شکوہ پھر بھلا جو مٹائے سے مٹے وہ نہیں لکھا میرا عبت رکھتا ہے سر پتھروں سے تو زاہد موافق ہے جب تک کہ اپنا زمانہ کاتب اعمال کرتے ہیں عبت تحریر کیا ہم نے افلاک کو سوزنگ بدلتے دیکھا جسکی قسمت میں جو لکھا تھا وہ موجود ہوا جب تلک ہو نہ خواہش تقدیر تقدیر سے کچھ بس نہیں چلتا ہے کسی کا لاکھ منصوبے کرو ہوگا وہی اس مقدر نے ہیں اسے دوستو جو مری تقدیر میں لکھا ہے وہ پیش آئیگا وقت کھوتا ہے تو دل مفت میں تدبیر کے بیچ کوئی مختار کہے یا کوئی مجبور ہیں قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کند لیجا کے رکھ دیا خط تقدیر حشر میں تقدیر میں لکھا ہے تو وہ اڑ کے ملے گا میں نہ کہد ونگا جو کچھ تو نے لکھا میں نے کیا معاذ اللہ تعزیرات عصیاں مجھ پہ ناحق تھے حسد کی جا نہیں یہ اپنی اپنی قسمت ہو قسمت میں جو لکھا ہے وہ تحریر باقی
عیش	تقدیر کا زباں سے نہ کرنا گلا کبھی کام سیدھا خراب ہوتا ہے مقدر میں تھا جو لکھا ہو رہا ہے ملتا نہیں قسمت سے ہے کم اور زیادہ مقسوم قسیم ہے ہمارا لیکن کبھی نہ عقدہ تقدیر وا ہوا تجھ کو لمباٹے گا اک دن وہ تری تقدیر سے کرتا ہر لحظہ ہے پھر شکوہ تقدیر عبت کوئی بیٹھے کمر کوئے کوئی بیٹھے کمر باندھے جو نوشتے تھے مقدر کے مٹائے نہ گئے کچھ فکر سے مطلب ہے نہ تدبیر کی حاجت ملتا ہے کب انساں کو مقدر سے زیادہ پیش یاں کوئی نہ جب جو ہر چلے کیوں مشیت کہوں تحریر مقدر نہ کہوں بھلا ملے گا یہ تقدیر کا لکھا کیونکو بہت خوب کہتا ہے سارا زمانہ حشر میں دیکھا نہ جائیگا خط تقدیر کیا پر مقدر کے نوشتہ کو نہ ملتے دیکھا کوئی مقبول ہوا اور کوئی مردود ہوا کام آتی نہیں کوئی تدبیر بیکار ہوے جاتی ہے تدبیر کسی کی جو خدائے پاک کو منظور ہے شکل جو جو کچھ دکھائی دیکھ لی زور کچھ تدبیر سے چلتا نہیں آپ ہی ہوگا جو لکھا ہے ترا تقدیر کے بیچ ہم تو واقف ہیں کہ اصلاً نہیں مقدر ہیں دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا ثابت ہوئیں نہ میری خطائیں کسی طرح ہوگا تہ کو ہمارا اگر دانہ ہمارا خود خط تقدیر ہی خط اماں ہو جائے گا خدا نے خیر کی تقدیر کا لکھا نکل آیا کسی پہ لطف کوئی مورد عتاب رہا بس ہے مجھے مرا خط تقدیر ہاتھ میں
عشر	عشر
عبد	عبد
عاجز	عاجز
عاشق	عاشق
غریب	غریب
فقیر	فقیر
فدا	فدا
فیض	فیض
فوق	فوق
قائم	قائم
قدر	قدر
قلق	قلق
قلب	قلب

قسمت
حصول کا میابی کے لئے دن رات پیکر ہے
مقدر نہیں رہتا ہے اس ہاری سنی باطن
کوثر جو زمین و آسمان کرد و ایک
پاؤ تقدیر سے سوتا ہے خواہ مخواہ
قسمت میں جو لکھا ہے کسی سے گلا کرے
بیجا ہے کوئی دل میں کسی سے ہوتا ہے
جو لکھا ہے مقدر یہ وہی ہوتا ہے
زینش و کم جو کچھ اس میں کہے جہاں کی تلاش
تقدیر یہ پھر وہی تو کیجے دعا کے ساتھ
بیمار کی دوا بھی تو کیجے دعا کے ساتھ
قسمت کے سوا پائے نہ اک دان روزی
طامع رہا آوارہ سدا وقت و جیل میں
تقدیر ہو یا اور تو ملے ذاتہ فقر
یوں جسک بھی مانگو تو نعمت نہیں ملتی
لکھ دقت میں کتابیں تصنیف
پہ نہ طالع کا بس لکھا ہے
آگاہ نہیں انساں اسے تیر نہ شنیہ
کیا چاہئے پھر جو طالع کا لکھا ہے
ہم تیر ترا مرنے کا چاہئے لیکن
رہتا ہے اوسے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے
ہے عبت

قسمت

جے سو تک ورد کے تو چکر میں ہے
 لمبا لے گا جو تیرے مقدر میں ہے
 دے جاتے ہیں خود کارکنانِ تقدیر
 باہر ہے کہ تیرا آدمی گھر میں ہے
 جو جرح کیوں یہ فکر ہے جو گا دی ضرور
 جو کچھ کہ ہے مشیت لکھا کیا اپنے
 کس کو دکھ میں مقدر میں خط تقدیر عجیب
 کوئی پڑھ سکتا نہیں ہے خط تقدیر میں یارو
 پیش بھی غضب کار و تقدیر کی گردن
 سوار کئی کار و تدبیر کی پیشانی
 ذرا دیکھو تو کس درجہ میں حکم کیسی
 مٹانے سے نہیں کوئی کام نہیں پور
 جے مقدر کے کوئی سبب ہی کچھ
 آف سے تقدیر کو دل نہیں کھنکھاتا
 جے مقدر کچھ کسی کو دل نہیں کھنکھاتا
 سربِ جیوان تک اگر بیچا کندر کیا ہوا
 اپنا اپنا ہے یہ مقصوم کہ تمام ازل
 ایک کو خاک نہیں ایک کو زور دیتے ہیں
 کیا جانے کیا ہو خط تقدیر سے پیدا
 بخت یارو

مجرع

مشیت

۶

ہے عبت یہ تردد و تشویش
 سوال گور میں آکر کرینگے جب کہ نکیر
 شاہوں میں گداؤں میں زہاویں زندوں میں
 آئے ہیں لوگ چین نہ آرام کے لئے
 جو کچھ کہ لکھ دیا تھا ہوا جو کہا کیا
 ہوتا نہیں ہے ہمیں کم و بیش آج کل
 مقدر سے زیادہ ایک لقمہ
 لکھ دیا تھا جو ازل کو وہ ہوا
 جو کچھ کہ لکھ دیا تھا ازل میں وہی کیا
 در بدر ناصیہ فرمائی سے کیا ہوتا ہے
 دشمن و دوست کی تدبیر سے کیا ہوتا ہے
 عبت کرتے ہو کیوں ہر کام میں تدبیر پہلے سے
 کوئی تقدیر کے لکھے کو نہیں پڑھ سکتا
 ایک صورت کبھی طالع کی نہ دیکھی ہم نے
 باہر ہے کہ آدمی گھر میں ہے
 تقدیر نچا رہی ہے ہر اک کو ناچ
 کب تک نوار و زربوں پھرے گی تو
 اب چین بھی لینے دے ذرا اے تقدیر
 کیا فکر بیش و کم سے پھل پائے گا
 لوٹا لے جا کنوے پر یا دریا پر
 کس طرح سے کارگر ہو کوئی تدبیر
 ہم سوچتے کچھ ہیں ہوتا ہے کچھ
 سرگشتہ و حیران پڑے پھرتے ہیں
 تقدیر کا چکر ہے وہ چکر اے تہر
 مشیت ازل میں جو ہو چکا مرقوم
 اسی سبب سے ہے کل سعی سعی لا حاصل
 نصیبوں کو عبت روتے ہیں کیا حاصل ہے رونے
 نہ کر تحصیلِ عزت کے لئے یہ سعی لا حاصل
 جو تری تقدیر کا ہے خود بخود لمبا لے گا
 رکھتا ہے جسے تہر زمانہ تقدیر
 ممکن نہیں کوئی اس پر غالب آجائے
 سعی و تدبیر تو ہے اپنی اپنی
 اے تہر سمندر میں لگا کر غوطہ
 پہنچے ہے وقت پر جو ہے مقصوم
 دکھاؤں گا خط قسمت جواب کے بدلے
 جس جا یہ نظر آئی تقدیر نظر آئی
 تقدیر لائی ہے فقط الزام کے لئے
 تہمت ہے پر جہان کی سرپرستی ہوئی
 پھر دیکھو نوشتہ تقدیر کیا کروں
 گدا کیا لے گا کیا سلطان دے گا
 میں جہاں میں مفت رسوا ہو گیا
 روز حساب ہو گا مجھ سے حساب کیا
 وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے
 وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے
 وہ ہو گا لکھ چکا جو کاتب تقدیر پہلے سے
 ہو رہے گا مری قسمت میں جو ہونا ہو گا
 خط تقدیر لکھا ہے عجب الٹا سیدھا
 دشت و کہسار یا بحر و بر میں ہے
 جسکو دیکھا اسی کے چکر میں ہے
 کب تک در در مجھے جھٹکائے گی تو
 کب تک مجھے یوں ناچ نچائے گی تو
 جو تہر مفت در میں ہے لمبا لے گا
 پانی تو بعت در طرف ہی آئے گا
 گز بھر چلتی ہے تہر آگے تقدیر
 دیکھو تو سہی حکمت اللہ تقدیر
 دانا ہیں کہ انجان پڑے پھرتے ہیں
 احباب پریشان پڑے پھرتے ہیں
 مجال کس کی ہے جو کر سکے اُسے تغیر
 کبھی جبین کی مٹاے نہیں مٹی تحریر
 نہیں مٹنے کی دھونے سے بھی یہ تحریر پانی میں
 وہی ملتا ہے جو پیشانی میں تحریر تیری ہے
 لیکن اس سے تو اگر چاہے سوا ملتا نہیں
 دراصل وہی ہے حکمت رب تقدیر
 بیکار اسی لئے ہے ساری تدبیر
 لیکن ملتا ہے جو مقدر ہے وہی
 کوڑی لایا ہے کوئی موتی کوئی

میر
منہی

	بخت یا ورہے ترا کیا کرے کوئی محبوب	گرچہ بن جائے عدو ایک زمانہ تیرا	محبوب
	سعی بے سود میں مصروف بحث ہے ایدل	کبھی تقدیر کے بنتے نہیں تدبیر سے کام	"
	اس بخت پہ کوشش سے ٹھکنے کے سوا حاصل	گر چارہ غصہ کرتا رنج اور سوا ہوتا	مومن
	بے بخت رنگ خوبی کس کام کا کہ میں تو	گل تھا ولے کسی کی دستار تک نہ پہنچا	"
	فغان آبشار و اشک ابو گر یہ شبہم	جدھر دیکھو ادھر رونما ہے اپنی اپنی قسمت کا	نظم
	وہ داغ جو قسمت میں لکھا ہے نہیں مٹتا	گستاخ ہے جس میں ماہ تو ملتی ہے جبین اور	"
	تقدیر کے لکھے کو میں کیونکر برا کہوں	لغزش محال ہے قلم کار ساز میں	"
	زالو پہ ہاتھ مار کے پتھر پہ پھوڑ سر	مٹا نہیں نصیب کا خافل لکھا کبھی	"
	ہوتا نہیں نوشتہ قسمت کو انقلاب	مٹا نہیں لکھا ہوا تقدیر کا کبھی	"
	ہیں کہتے بدھ ابیاں سوچ بڑی ٹھیراتی ہے	تقدیر کے آگے یار و تدبیر نہیں کام آتی ہے	نظیر
	ہے یو نہی تدبیر ناداں عالم اسباب میں	ناؤ کا فذ کی بہائیں جیسے اطفال آب میں	ناسخ
	غار تدبیر ہے ہمیش گل تقدیر عبث	وقت پر باغ میں آئینگی بہار آپ سے آپ	"
	دنیا میں لاکھ سعی سے پایا نہ ایک باغ	ملنا نہ سہل جان تو اسے بیخبر بہشت	"
	دولت تقدیر کو تدبیر کی حاجت نہیں	معادن زر ہے جہاں اکیر کی حاجت نہیں	"
	سعی سے گو ہر مقصد نہیں ہوتا حاصل	نہ کبھی آب رواں سے ہوا گوہر پیدا	"
	سمجھیں کہ نرم و سخت مقدر ازل سے ہے	کب ہر کسی کے گوشت میں ہے استخوان عبث	"
	گر بخت ہے بلند تو کیا چاہئے ہمز	تیغ ہلال کو نہیں جوہر کی احتیاج	"
	ہے جو قسمت کا لکھا آئینگا برو ہر طرح	خطر رخسار کو کچھ حاجت تحریر نہیں	"
	کسی میں زر کسی میں سنگ یہ ہے پھر قسمت کا	برابر گرچہ ناسخ دو نوپے ہیں ترازو میں	"
	مٹ نہیں سکتا ہے اسے نتاخ قسمت کا لکھا	مو ہو سکتا نہیں داغ جبین ماہتاب	نسخ
	ایک ساعت میں بدل جاتی ہے سو سو بار یہ	خاصہ تقدیر میں ہے پہلو دلدار کا	نسیم
	نیک و بد تقدیر سے ہے وزن سب ہیں جاننے	دوستی ہوتی ہے نیکی میں بدی میں دشمنی	"
	ذرہ کا بھی چمکے گا ستارہ	قائم جو زمین و آسماں ہے	"
	منحصر علم و ہنر پر ہے نہ ہے تدبیر پر	ہاتھ آنا مال و زر کا بند ہے تقدیر پر	نصیب
	ہو نشاط یا غم ہو اپنی اپنی قسمت ہے	چاہئے برا کس کا گرجہ ہو بجلا اپنا	نشاط
	ازل میں جو کچھ ہوا مقرر نہ حال اسکا کھلا بشر پر	پرکھائی نے نہ آج تک یہ کہ کیا ہے مضمون خط جبین کا	نواب
	ہوگا وہی جو ہونا لکھا ہے نصیب میں	بے فائدہ ہے کوئی کرے اب ہزار سوچ	وقار
	لکھا نہیں سکتا ہے قسمت کا کسی کی گر کوئی	رنگ کیوں کھاتا ہے پھراناں کو انساں دیکھ کر	"
	جو وقار اس نے لکھا اس سے قلم پھرتا نہیں	زائد و کم تھا جو ہونا وہ مسترر ہو گیا	"
	کیوں اسے دل خافل تو ہے تدبیر کے بیچ	تدبیر سدا رہتی ہے تقدیر کے تابع	ہمد
	جو لکھا جس کے مقدر میں وہی ہوتا ہے	کاسہ ہر کسے لے ہدم نہ میٹیں ظرف کے حرف	"
	ہمد جناب حضرت دل سے یہ عوض ہے	تقدیر جو ہی ہے وہی تدبیر آپ کی	"
	لاکھ تدبیر کرو پر یہ ہلائی سچ ہے	خط تقدیر میں جو ہے وہ لکھا دکھیں گے	ہلائی

کدورت
جو فکر و غمت قلب مکر کی صفا کا
جو گدگد بر آید یہ محتاج جلا کا
جو شیشہ ساعت سے کسی نے نہ سنا
منہ سے آنے کی جب دل میں کدورت ہوگی
کیا خاک و دھولیں گے رکھتے
جو آئینہ دل کو مصفا نہیں رکھتے
ایک ہی جہاں عشق و طرب میں زندہ ہیں
ایک ہم ہیں سر سے اور پاک کدورت بچے
کدورت انج طینت میں ہے جو دنیا میں ظالم ہیں
ملا ہے روز خلقت سے سیاہی روئے آن کی
اہل عروج رکھتے ہیں دلیں کدورتیں
یہ رنج ہے کہ چاند ہوا قبلانے داغ
اندھا کر لیتے ہیں خود رنگ حد سے دل کو
صاف سینہ نہیں رکھتے ہیں کدورت نہیں ہے شکر ہے
گر گز مجھے کسی سے کدورت ہے مکان
آئینہ دل اپنا مصفا کا نہیں مکان
سینہ میں گر چہ کینہ صفا کا وہ گھر نہیں
دل میں اگر خودی ہے خدا کا وہ روشن یار کا
منہ سے کینہ ہو دل میں روئے روشن یار کا
تیرے آئینہ میں اے ناداں جلا کچھ بھی نہیں
رہیں گے

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

عاجز

چاہئے گرد کدورت سے رہے دامن پاک
جس دل سے کدورت نہ گئی خاک ہو وہ دل
کام کیا گرد کدورت سے اسیر
کدورت سے دل میں تعفن ہو پیدا
کوئی دل گرد کدورت سے نہ خالی پایا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکسیر
کدورت کب جگ پاتی ہے دل میں صاف طینت کے
ڈھیر ہے دل میں یہ کدورت کا
کیونگ آشنا نہیں ہم نے پرکھ لیا
صاف طینت رہے انسان بہت مشکل ہے
لوٹ دنیا میں اسی طرح نظر پاک رہے
دل رہے صاف کدورت سے آنے پائے
کدورت کو نکالے قلب سے عین غریب یہ ہے
آدمی دیکھے کدورت کا صفا کا مہربم
دل مکر رہا صفا نہ ہوا
تیرہ دروں سے ہے امید کرم عبث
غبار دل کو آنسو رفع کر سکتے نہیں ہرگز
دیتے ہیں اہل کدورت ساتھ کس کا دہریں
ٹھہرنے دیتی نہیں طبع مکر ریکٹ جا
جاک اس دل پہ پڑے شیشہ ساعت کی طرح
سینے میں کدورت نہیں گر اہل حد کے
آئینہ دل ہے مرا اور یہ ہو جائیگا صاف
کدورت سے زمانہ کی بزنک شیشہ ساعت
چھپا سکے نہ کبھی ہم بشل آئینہ
کیوں سیاہی بڑھے نہ دل کی سفیر
کدورت آتی ہے دل کی زباں پر
دل مکر ہو تو در کیونکر سخی کا باز ہو
جس سے آلودہ ہو دل ایسی صفا کو سلام
یہ جان لو آئینہ ہے آئینہ بھی بے مثل
صاف طینت کو کدورت سے کسی کی ڈر نہیں
عالم میں کدورت نہ کسی سے جو ذرا ہو
ہے گرد کدورت سے بری جو ہر ذاتی
کدورت سے صفا سے فرق ہو جاتا ہے رتبہ میں

دل کے آئینہ میں رنگارنگ آنے پائے
کیا آئینہ جو اہل صفا ہو نہیں سکتا
صاف اپنا سینہ بے کینہ ہے
نہیں کام آتی کبھی پال سڑ کر
اے فلک ہم نے بہت خاک یہاں چھانی ہے
لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا
نہ دیکھا گرد کو جس نے کبھی دریائے ساحل پر
مٹی لینے کلال آتا ہے
منہ پر کھڑے ہیں آپ گرد میں کھوٹا
دخل کیا خاک کا پتلا نہ کدورت رکھے
جس طرح آنکھ نہ سرمہ سے کدورت رکھے
آئینہ پر کبھی رنگارنگ آنے پائے
پھٹے دل کو کرے ثابت رفوگر ہو تو ایسا ہو
ہے زمیں زیر قدم اور آسمان بالا سے سر
فیض آئینہ رواں کا نہ ہوا
پانی کہیں برستا ہے ابر سیاہ سے
کدورت دور ہو سکتی نہیں دریا سے ساحل کی
گرد رہ کو ہماری کارواں سے کیا غرض
روز مثل شیشہ ساعت سفر رکھتے ہیں ہم
آئینہ ہو کے بھی جس دل سے کدورت نہ گئی
کیوں آئینہ دل کو مصفا نہیں کرتے
خاک میں کس کو ملائے گی کدورت تیری
مے ہم درد گرد کوئی تو کیجے دل بہم خالی
ذرا بھی دل میں کسی سے اگر غبار ہوا
جب ہمیں فکر شست و شوی نہیں
کہے انسان نہ رنجش میں سخن صاف
کھل نہیں سکتا جو فضل آلودہ ہونگا پرین
حال خوب و زشت کہہ دیتا ہے منہ پر آئینہ
آلودہ کدورت سے اگر دل نہیں ہوتا
چاندنی کا فرش کب مٹی سے میلا ہو گیا
تب سینہ میں دل آئینہ عیب نما ہو
ہیرے میں کسی طرح کثافت نہیں ہوتی
انھیں بالوں سے بنتے ہیں یہ کملی وہ دوشالہ ہے

امیر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

اکثر

<p>کرم طرف نفع فیاضی سے کمزوروں کو کیا مثل چراغ گھر نور روشن ہو گیا پر خود سے نہ ہو گزرا ضرر عالی نش کو بیت ہمت سے نہ ہو گزرا کہ مطلق میل چھو سکتا نہیں دریا کے دامن کو تک طرفوں سے کیا ممکن جو کوئی فیض کو پہنچے کہ لب جام تباب بحر سے نہ ہو گزرا تنگ شیبی ہے یہ منعم سبب گردش آہ جہم نے دیکھا جو بیاں دیدہ خیال سے خوب تنگ طرفی مجتہد ہے کس نے یہ کو جس حباب آج تک مجتہد نہ دیکھا طرف سے کیونکر جاری فیض دریا ہو تک طرف لب ساحل لپکا قطر کب آب گہر سے نہ کمزور ہو لپکا سیراب دریا دل سے نہ جام حباب میں پانی کسی نے دیکھا دولت دنیا نصیب ہو نہ کمزوروں کو گزرا دیکھے ہیں تالاب میں پیدا ہونے موتی کس نے دیکھے ہیں گزرا فروغ پیدا ہونے موتی کس نے دیکھے ہیں گزرا فروغ روشن اپنا کر کے کب گل سون چراغ</p>	<p>نیر نصیر نسیم وقار ہر چند یکتا</p>	<p>رہیں گرد کلفت میں اہل کدورت مثال آئینہ روشن ضمیر ہم ہیں نصیر کدورت سے تعلق کیا انھیں جو پاک طینت ہیں گوہے عمل سے خانہ زنبور سب بھرا خوبرویان ازل کو کب کدورت ہو نصیب ملے اغیار سے بھی بے کدورت ہم ملے جدم</p>
<p>نصیر</p>	<p>انیں آتش ایر بحر جلیل سفیر سرور سودا شفیق صابر عزیز عاشق عادل عرش فدا قطب مسکین</p>	<p>کرم طرفی</p> <p>شت و شو سے گر ہوا اجل رذیل آفت جاں ہے فرومایہ کو طاقت ہونا نہیں رہتا مزاج سفید ہرگز ایک حالت پر بد اصل میں اسیر کہاں جو ہر شرف الچلا اسفل فلک پر جب اسے طاقت ہوئی کرم طرف تھے سارے غنچہ گل کیا عیب پوش ہو گا تنک جس کا طرف ہے بنی میں دوست اور بگڑی میں بجاتے ہیں دشمن کیا تنک مایہ کی ہمت سے پڑے گی پوری کہیں طغیانی بارش سے دریا بھی اُبلتا ہے رکتا ہے تلخ کام فرمایہ کو خُدا دیکھا نہیں حباب نے دریا کے طرف کو کیا ہو کرم مایہ سے امید کرم طرف دیکھو چرخ پر ہے آجکل اس کا دماغ کرم طرف ہے وہ ضبط جو کرتا نہیں نالہ سفلوں سے نہ ہو پرورش اہل سعادت جب کسی کمزور نے چاہا اٹھاؤں بار علم دریائے فیض سے ہے تنک طرف بے نصیب کمزور طرف چاہئے نعمت کے طرف کو اعلیٰ کی جگہ ملتے ہیں اسفل کئی دن سے خواہان بزرگی ہوئے ادنیٰ بھی جہاں میں سفید جب تک کہ ہے محتاج اسی میں ہے خیر</p>

کمال

کمال
کعبہ کو نہ پوچھوں میں ہنرمند کے ہوتے
اسے شہنشاہ بندہ تو یہ کبھی زوال
دیکھا نہیں کمال سخن کو نہیں
یہ وہ بہار ہے جسے خوف نہ لکھتے ہیں
بشر شناس کمال بشر کو دیکھتے ہیں
بشر شناس تو آب گرب کو دیکھتے ہیں
اپنے کمال کا بہت اظہار کبھی
آئینہ خانہ تھانہ سکندر کا گھر
افسان کی کمال سے برہمنی گئی
دولت کا غرہ کیا ادھر آئی ادھر گئی
ماہ کچھ خود بخود نہ آتا ہے
کب سے کمال آتا ہے
یہ فائدہ ہے جو کمال کرتے ہیں
غنی فقیر سے آکر سوال کرتے ہیں
گر آدمی میں جو ہر ذاتی نہ ہو تو کیا
موتی کی قدر موتی ہے موتی کے آب
موجب نقصان غیرت ہے مرا کمال
عیب سمجھا تم نے جو ہم نے ہنر پیدا کیا
کمال کو عیب کون جہاں میں لگا سکے
پڑتی نہیں ہے ڈالنے سے خاک ماہ پر
جو ہوا

سوز

تشفیق

بکھیر

تشفیق

خاف

فیض

مخلف

کوئی کمال تو رکھتا ہو آدمی لے اشک
اتیر آیا جو مضمون ہاتھ ہم کو ماہ کامل سے
انساں کے واسطے ہے ہنر باعث فروغ
ہے کمال ایدل جہاں میں دشمن اہل کمال
نامور انساں کو بعد مرگ رکھتا ہے ہنر
ارباب ہنر کی کمرہ ارض پر ہے دھوم
لو جان بچکر بھی جو فضل و ہنر ملے
ناقص و کامل ہیں پھر کیا بات رہ جاتی اگر
مزید مردم مفلس کا مال ہوتا ہے
اس زمانہ میں نہیں کوئی خریدار کمال
شکوہ صدمات فلک کا نہ کر لے کمال
کمال ہو کسی فن میں کمال مشکل ہے
ذات میں چاہئے صفت اچھی
نہیں علم و ہنر جس میں بہائم سے وہ بدتر ہے
رکھتا ہے نقص جو وہ ہے حیوان اصل میں
کمال شے ہی جب وجہ مال نقص شے ٹھہرا
مرے کمال نے کی داد بے کمالی کی
کمال جو ہر انساں مثال جاودانی ہے
مر کے پاتے ہیں شہرت اہل کمال
اہل کمال خلق میں ہوتا ہے ایک ایک
جو ہر دکھاؤ صاحب جو ہر کے روبرو
آسمان دشمن ارباب ہنر ہوتا ہے
اے داغ فلک دشمن ارباب ہنر ہے
مری بے کمالیاں ہیں مجھے سودمند راسخ
کمال کیا کرے حاصل سراے فانی میں
کیا ہو قدر کمال دنیا میں
دخل کامل سب فنوں میں قدردان ہر کمال
جو ہوا حال و قال کا جامع
نام ہو جاتا ہے کامل کا ہو کوئی بھی کمال
مٹایا حرف غلط کی طرح زمانے نے

کہ کام آہی رہے گا ہنر کبھی نہ کبھی
مقدر داغ سے خالی نہیں صاحب کمالوں کا
یوسف عزیز خواب کی تعبیر سے ہوا
مشک نافہ باعث خونریزی آہو ہوا
آئینہ سازی سے اسکندر کا باقی نام ہے
سب حلقہ بگوش انکے ہیں وہ سب کے ہی مخدوم
جس سے ملے جہاں سے ملے جنت قدر ملے
جام خالی کی طرح معہور ساغر بولتے
ذلیل اہل غرض کا کمال ہوتا ہے
ید بیضا بھی اگر ہو تو نہ زر ہاتھ لگے
آتے ہیں نخل ثمر دار پہ اکثر پتھر
ہوا میں پیر تو میرا ہنر جو ان ہوا
گل کو معشوق رنگ و بو نے کیا
وہی انساں ہے دنیا میں جسے کچھ بھی کمال آیا
ہے انحصار عزت انساں کمال پر
مہ نو کس طرح گھٹ کر مہ کامل نہ ہو جاتا
بنایا ناز نے میرے نیاز مند مجھے
نہیں باقی کوئی مرد اور نام مرد باقی ہے
ڈوبنے والے ہی ابھرتے ہیں
خانی زمانہ رہتا نہیں ہے امام سے
ہے قدر آئینہ کی سکندر کے روبرو
شکر صد شکر کہ آتا نہیں کچھ کام مجھے
ظالم کو خبر ہونہ کمالوں سے ہمارے
کوئی باکمال ہوتا تو اُسے زوال ہوتا
وہ دن ہیں کوچ کے جو اعتبار کے دن ہیں
سیکڑوں صاحب ہنر گزرے
کیوں نہ ہو قربان دلی ایسے طبیعت دار کے
ہے وہ بے شک کمال کا جامع
کیا ہی مشہور شجاعت میں تہمت دیکھا
نظر کہیں جو کوئی صاحب کمال آیا

اشک

اسیر

~

~

انور

امعیل

~

~

~

~

~

تراب

تجل

~

توفیق

~

جویا

جلیل

خلیل

داغ

~

~

راسخ

سحر

~

~

سالک

سعید

سخن

جو ہوا کامل وہ کرتا ہے خموشی اختیار اسباب کے محتاج نہیں صاحب جوہر خوشبو دیتا ہے مشک ڈبے میں رکھا ارباب کمال لاکھ اپنے کو چھپائیں اہل کمال کو نہ زوال آیا ایک دن ہر باکمال بندہ اہل کمال ہے چھپانے سے نہیں چھپتا کمال شے کسی کا بھی	ماہ نوجب بدر ہوگا بے زباں ہو جائے گا سامان کچھ آئینہ کے گھر میں نہیں رہتا خانوس میں بھی شمع رہی نور افزا جوہر نہیں اسے تھر چھپائے چھپتا کب داغ دل سے ماہ کی صورت بدگئی ہے جوہری کو صاحب جوہر کا اشتیاق زمانہ میں ہمز والوں کا شہرہ ہو ہی جاتا ہے	گويا مہر " " " " ماہ " " میکش
جو عصیاں کر کے دعوتے کر رہا ہے بگینا ہی کا توبہ کی احتیاج نہیں وہ کریم ہے انساں کو چاہئے کہ بری ہو گناہ سے دل گناہ کرنے میں خمیرہ ہو گیا عجب نہیں ہے گنہگار آدمی میں اگر مرضی ہے آپ کی نہ کریں آپ اگر قبول لازم ہے اجتناب معاصی سے غافلو اس گنہگار میں لازم ہے گناہ سے پرہیز اعضا گواہی دینے کو حاضر ہیں روز حشر جمع عصیاں کا یہ پشتارہ کیا ساتھ عصیاں تولے جاتے ہیں ہم گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے کیا گناہوں کی دم نزع تلافی کرتے ہر گز پھٹک نہ گرد معاصی کے اسے عزیز افسوس سفید ہو گئے بال ترے ملکے یاروں سے ہوا شوق گناہ دُر خد کے قہر سے حال گناہ ڈھاک عیب مرے تو ہی کہ ہر بات میں یارب ظلمت عصیاں سے ڈرنا چاہئے دکھائے گا کسے محشر میں اپنا منہ انجم تردد ہے یہی یارب کہ روز حشر مرقد سے بھرا ہے گناہوں سے اعمال نامہ ہے تار تار بد گناہ ہائے بے شمار اہل دنیا کے نوشتہ میں سیکاری ہے	نہیں ڈر اس کو روز حشر اعضا کی گواہی کا بدتر سمجھ گناہ سے عذر گناہ کو اندیشہ کیا ہلال کو روئے سیاہ سے جو صغیرہ تھا کبیرہ ہو گیا یہاں تو آ کے فرشتے خطا سے پاک نہیں بدتر کہیں گناہ سے عذر گناہ ہو کیا داستان سنی نہیں قوم نمود کی زاہر و چاہئے اپنا نہ گراں دوش کرے مرتہا ہے کیا سمجھ کے یہ انساں گناہ پر بوجھ سا اک اپنے سر پر دھر چلے خوف سے عادل کے گہراتے ہیں ہم خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے دست و پا پھول گئے وقت سفر کچھ نہ ہوا اپنے صفائے قلب سے کھو رنگ آئینہ لیکن ہیں سیاہ اب بھی اعمال تمے آدمی کا آدمی شیطان ہے سب کہیں گے تیرے اعضا صاف صاف ہر عضو گواہی کے لئے بول رہا ہے یہ بلائے ناگہانی اور ہے سیہ کار بھی ہے اور رو سیاہ بھی ہے گراں بار عمل ہے سر پہ کیونکر کیے نکلیں گے مجھے بخش یارب گنہگار ہوں میں دامن ہمارا فرد بنا ہے حساب کا فردیں مختوم ہیں قلوب میں سویدا کیسی	اسیر " " " " " " " " " " آتش " " احمد " " انیس اشک انشا اکبر " " " " " " " " انجم " " افسر احسن بحر

گناہ
بازار زندگی میں اچھا بنا یہ سودا
دنیا سے مصیبت کی ہم بچنے کا ثانی
سو عدم جبکہ جاؤ گنا میں تو پاؤں کیوں اٹھاؤ گنا میں
گراں ہے بار گنا بھاری الہی توبہ الہی توبہ
روکے دنیا میں مشافرو گناہ دنیا کی
آج کا کام عجب کل پہ اٹھا کر کھا ہے
دوش پر بار گنا راہ عدم دور دراز
پیش آئی مجھے منزل تو یہ بھاری الہی توبہ الہی توبہ
بہت ہو سے ہیں گناہ بھاری الہی توبہ الہی توبہ
خطا کا بندہ ہوں ذات باری الہی توبہ الہی توبہ
فرط عصیاں سے صفا کیوں نہ ہو دل کی زائل
چاند چھپ جاتا ہے جس وقت گناہ آتی ہے
زندگی جتنی گزرتی ہے بڑے حالوں کے چچ
ثامت عصیاں بھری ہے انکے اعمالوں کے چچ
شروع کے مانند ہم اس بزم میں
پیش قدم تر آئے تھے نہ بخشے اختیار
داور حشر مجھے بخشے نہ بخشے اختیار
میں خطا واروں سے بیکاروں گناہ گناہیں ہوں
گر سے جب ایک ندامت توجیب سے آریخ
صدایہ آتی کے غدار گناہ پسند ہوا
بے

حیرت

حسبہ

حافظہ

حسین

حسین

خوشن

درد

ذکر

ثامت اعمال سے واں حشر میں ہونگے سبک
وہ سزاوار جہنم کیوں نہ ہو
ہم سے گناہ گار کا احوال ہو گا کیا
وہاں سے پاک آیا یاں سے کیا ناپاک جاتا ہے
تو اس نا خدا کو نہ کہہ با خدا
دیکھیں کس طرح لکھے پار خدا خیر کرے
گر یہی اعمال بد ہیں دیکھئے کیا ہو تراب
ثامت فسق و زنا سے جگ میں آتی ہے وبا
نا خدا کہتا ہے کشتی عاصیوں کی دیکھ کر
رہے جو غرق بحر عیش دن رات
واں آئیگا آگے جو کیا ہے عمل بد
ہو صغیرہ بھی سمجھ کر تو کبیرہ ہے گناہ
شبستاں کب بنا زنداں مکناں کے جلوؤں سے
جب گناہ لہرائے دل میں نور عفاں چھپ گیا
کلید دوزخ و جنت انھیں کے ہاتھ میں ہے
خدا سے بھی خطائیں بخشوا ہی لیں مری آخر
عرق موت کے قطرہوں کی گند سے یہ ہٹ
اٹھالیں گے مرے اشک ندامت
ثابت گناہ گار میں وہ ہوں کہ الاماں
اک عمل زشت کی گھڑیوں ہے ندامت
گناہ بولے میں گھبرا گیا جو روز حساب
آدم کی نسل سے نہیں جس سے نہ ہو گناہ
گناہ ہم نے کئے ہیں سر پر کمال انکا ہے بوجھ بھاری
کچھ نہیں میرے بے شمار گناہ
کیوں نہ ڈھانکوں منہ کفن سے میں سراپا جرم ہوں
مجھ سے گناہ گار کو بھی حشر میں جلیل
پڑ جائے خاک میری خطا پر عجب نہیں
شرم گناہ سے حشر میں رو پوش ہے جلیل
دوش نازک پشت خم تن زار اور بہت ضعیف
خدا کے واسطے اے نا خدا اب دستگیری کر
طاعت کو پوچھتا نہیں تجویا کوئی کہیں
ہے سر پہ گناہ کا بوجھ بھاری
عصیاں بدن سے چھوٹے نکلے ہیں ہو نہیں

یاں گناہوں سے نہ میزان عمل بھاری کرو
غرق عصیاں جو قدم تا سر رہے
دل کو مرے یہی قلق واضطراب ہے
جو اس عالم سے تر دامن بزم خاک جاتا ہے
گناہوں سے جس کا لدا ہو جہاز
ہو گئی ناؤ گناہ گاروں کی بھاری فیسوں
کس طرح دوزخ سے ہو گی رستگاری ہائے
آدمی ہوتا ہے بدکاری سے ناری ہائے ہائے
کیا گناہوں سے ہو ی یہ ناؤ بھاری ہائے ہائے
وہ عاصی ہو گئے تر دامن اسٹھے
دوزخ ہے لگی ہائے گناہ کے پیچھے
نا سمجھ ہوتے ہیں چھوٹے تو سمجھدار بڑے
سیہ کاروں کے دل میں کیا اثر ہو نورایماں کا
سچ تو ہے کب سامنے کالے کے جلتا ہے چراغ
گناہ کر کے جو عذر گناہ کرتے ہیں
یہ طفل اشک پھر سنتا ہے کسی جب مچلتا ہے
کہ یونہیں ہم ترے بیمار کو لے ڈوبیں گے
سیہ نامہ کے دھتے آستیں سے
دوزخ پناہ مانگے گا میرے گناہ سے
یہ شغل جلال آنٹھ پہر خوب ہے میرا
ابھی تو پریش اعمال تھی عذاب نہ تھا
واعظا ہنسنے گا کیا مرے فسق و فجور پر
عدم کی جانب ہے اب سواری الہی توبہ الہی توبہ
وہ اگر بر سر حساب نہیں
شرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوئے
امید مغفرت کی خدا کے کرم سے ہے
میں گر گیا زمین میں شرم گناہ سے
پھرتی ہے ڈھونڈھتے اُسے رحمت غفور کی
میرے مولا مجھ سے عصیاں کا اٹھے گا بار کب
کہ ہے تجویا پڑا ڈوبا ہوا دریائے عصیاں ہیں
ہے وہ جہاں ہیں ہر کوئی پرماں گناہ کا
جانا ہے بہت ہی دور ہم کو
یاں تک تو اسے کریم بھرے ہیں خطا سے ہم

تراب

..

..

..

..

..

..

..

..

..

..

..

ثاقب

..

..

..

..

..

..

..

ثابت

جلال

..

جنوں

جوش

جلیل

..

..

..

..

..

جلالی

جویا

..

..

..

..

میرے گناہوں سے مری تربت بھی تنگ ہے
وہ سیہ کار ہوں کہ کالا منہ
جو کچھ نہ ہونا تھا رب غفور ہم سے ہوا
گناہگار نہ ہوتے تو عفو کیا ہوتا
قیامت میں نہ ہوگی بات ہلکی پلہ بھاری ہے
قابلِ حنرت ہے مرگ راسخ عصیاں شعار
گزری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر
سما جائینگے لیکر بار عصیاں جیتے جی یارب
اس قدر شرم معاصی سے ہوں پانی پانی
دنیا سے بھی بُرے بھلے جائیں گے
گناہ آجائیں اپنے جب تجھے یاد
عفو گناہ کے لئے حق کی جناب میں
امانت میں خیانت جو کرے دوزخ میں جائیگا
ہے منفعل بہت ہی یہ سرور گناہ سے
یوں تو بے شک گناہگار ہیں ہم
سمجھ چکے کہ غفور الرحیم ہے معبود
دیکھ لینا سب بخشش عالم ہوگا
تصور میں گناہوں کے میں اب یاشیاں ہوں
ضعیفی کا فقط حیلہ ہے اے یار حقیقت میں
ہیں ایسے گناہگار کہ بخشش سے ہیں مایوس
وہ سیہ کار ہوں میں دیکھتے ہی عرصہ حشر
جتنی خطائیں کی تھیں وہ سب کہیں صاف
چکر میں چرخ ہے مرے حال تباہ سے
شہر ہاتھ روک لے اے کاتبِ عمل
اللہ رے تیرگی ترے عصیاں کی اے سفیر
اس درجہ بڑھ گئی ہے سیاہی گناہ کی
چلا تھا شوق میں حوروں کے میدھا باغِ جنت
گناہ سے کر لے تو بہ جلد اے شوق
جان کر جو گناہ کرتے ہیں
اے شفق عصیاں سے باز آو رد کر نامِ خدا
عصیاں میں تو نے عمر گزاری مگر شفق
ریش میں تیرے شفق آنے لگے موئے سفید
عدم سے تو ہستی میں ہم صاف آئے

تربت نہیں ہے حلقہ کام نہنگ ہے
تخت گور آہنوسی ہے
کئے گناہ بہت کم قصور ہم سے ہوا
الہی تیرے کرم سے ظہور ہم سے ہوا
مرے عصیان بید سے ترے احسان بید کا
ہاتھ خالی لے چلا ہے بوجھ سر پہ لے چلا
آدھی شباب میں گئی آدھی خضاب میں
زمین کا سینہ پھٹتا ہے جہاں ہم پاؤں تھر میں
آنکھوں کی راہ سے بہ جاؤنگا آنسو ہو کر
کیا ساتھ بجز گناہ لے جائیں گے
بہت افسوس کراے مرد دلنا
منت بہت سی چاہئے اور بشمار عرض
رہیگا بول بالا دونوں عالم میں امینوں کا
کس طرح آئے گا یہ تری بارگاہ میں
معترف ہیں گو گناہ کے ساتھ
گناہ کر کے ہمیں انفعال کیا ہوگا
جب کھلا حشر کے دن نامہ عصیاں میرا
ڈبودگی مجھے تر دامنی بھرندامت میں
کمر خم ہوگئی اس سے ہے سر پر بوجھ عصیاں کا
لیکن تری رحمت کے طلبکار ہمیں ہیں
ایسا سمجھ کر مرا گوشہ داماں ہو جائے
کس طرح میں چھپاتا کہ خالقِ علیم تھا
اک حشر حشر میں ہے ہجوم گناہ سے
رحمت کو انفعال ہے میرے گناہ سے
جس سے کہ آفتاب قیامت گہن میں ہے
ظلمات چھانوں ہے مرے بخت سیاہ کی
گریباں گیر ہو جائیں گے عصیاں میں سمجھا تھا
وگرنہ دیکھ بچت نا پڑے گا
خود کو خود ہی تباہ کرتے ہیں
موت ہر دم سامنے ہے کیا بھروسہ جان کا
افسوس ایک کارِ ثواب آج تک نہیں
باز آ بہر خدا اب تو سیہ کاری سے
گناہوں میں یاں سے چلے ہم تھڑک کر

ناسخ

"

"

"

"

"

"

"

"

رشید

سرور

"

"

"

سخن

"

"

"

"

سید

سید

سفر

"

"

"

"

"

"

شوق

"

شفیق

"

"

شاد

گناہ

شکر کے دن مرے شمار نے رسوا نہ کیا
پھپھ گئے میرے گناہ پیرہ شکاری میں
خاک ہو جائے اگر جاں تو نہیں ہم سے گناہ
گرد آلودہ عصیاں مراد اماں نہ رہے
کس طرح ملے کریں گے خدا ہم سے کسی
کٹھری ہمارے سر پہ ہے بار بار
شامت اعمال پر روتا ہوں خوں اب بار
دل میں ہے خوفِ خدا یعنی سیکار ہوں
کناہ و معصیت کیا ہے خدا سے ہر دم غور مری کرنا
خدا کو بھول جانا اس سے ہر دم غور مری کرنا
خدا کو عقل و مذہب راہ میں عصیاں ہی میں کرنا
خدا کی دوستی کے بدلے خود سے دشمنی کرنا
شریعت سے پیہر سے خدا سے منحرف ہونا
خود اپنے ساتھ یہی چھوڑ کر اپنے بدی کرنا
خدا و معصیت ہرگز نہیں انہاں کی فطرت میں
کرے یوں مبتدر چاہے جو چاہے آدمی کرنا
دن میں جو کرتے ہیں اے عبا گناہ
رات کو رو رو کے دھو لیتے ہیں ہم
اسے ظفر راہ عدم میں پھر سبکداری کہاں
میرے کھلی ہاندھ کر جب کثرت عصیاں کی پوٹ
گناہوں

شکر

شوق

شہید

صدر

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

شہید

گناہ

جز رنج و درد و یاس و الم و شکر گناہ
 نے اپنے ہاتھ جاؤ گئے قرباں جہاں کے کیا
 مرغی حق میں کبھی رکھا نہ ثابت اک قدم
 عمر ساری کٹ گئی اپنی تو تقصیر کے بیچ
 دامن تلک تو غفور کے ہنچا گئے کا ہاتھ
 اللہ کیا ہے شوقی تقصیر کی طلب
 کیا فائدہ رکھتا ہے گنہگار کا جینا
 جوں بول کہ بڑھی عمر بھانڈا اعمال
 سودا ہوا ہے سر میں بیت عز و جاہ کا
 پشاورہ دوش پہ ہے ہمارے گلے
 بے گناہ سارے گنہگار نظر آنے لگے
 شہر میں جب میں لئے ناٹہ اعمال کی
 دل میں بھری ہوئی ہے بوس عز و جاہ کی
 گنہگاری دبی ہوئی ہے بغل میں گناہ کی
 پاؤں سے دھوئے لئے جاتے ہر اک بار گناہ
 جو نظر آتا ہے مزدور نظر آتا ہے
 رحمت غضب میں نسبت برق و صلاب ہے
 جس کو شعور ہو تو گنہگار کیوں نہ ہو
 ہو جائے کیوں نہ دوزخ باغ زمانہ ہم پر
 ہم بے حقیقتوں کے کردار ایسے ہی تھے
 کہیں سکیا

قرباں

گواہ

لائی

مضی

نشی

میر

گناہوں کی سیاہی سے بچانا اپنے دامن کو
 آگے دنیا سے یہ تحفہ لے چلے ہم روسیاد
 خبر جو یاس کی رحمت سے گر یہ دیتا ہے
 عزیز نامہ اعمال کیا پڑھا جاے
 کہو گناہ حشر میں میری خطائیں غفور کر دے اب
 کھر عصیاں سے مرا پار لگا دے بیڑا
 راہ عدم ہے اور گناہوں کا بار ہے
 ڈرتے رہو عصیاں سے رکھو یاد اسی کو
 چھپتا نہیں چھپائے سے خالق پہ ہے عیاں
 لیکر چلے بارگنہ باغ دہر سے
 جتنا ہو کم قصور ہے اپنے قصور کا
 عصیاں کے بار سے مجھے دے سبک خدا
 مجھ سا کوئی آلودہ عصیاں نہیں یارب
 نیکیوں کا ہر کوئی محض لئے جاتا ہے ساتھ
 مجھ جیسے خطاوار گنہگار کا صاحب
 خدا کے رحم نے بخشے گناہ کیا ہلکا
 کچھ نہ پوچھو ہم نشینو ہائے مجھ سانا تو ان
 اس بکس و عاجز کی تو رکھ لیجو خدا شرم
 خطر ہو کیا انھیں دریائے معصیت کا کچھ
 دریائے معصیت میں ہوں ڈوبا ہوا بہت
 گلشن دہر میں بھی آگے خجل ہم تو ہوئے
 میں پڑ گناہ اور تو آس سر زگار ہے
 ہے سر پہ بارگناہ بھاری الہی توبہ الہی توبہ
 دکھلائے جو بندوں کو وہ خالق کرم اپنا
 اظہار بھی گناہ کا کرنا گناہ ہے
 بہت کم پاک دامن ہے کسی کا لوث عصیاں
 فعل بد کا مرکب ہے بے خطر دنیا میں تو
 یا اتنا نہ کار خیر بد افعال ایسا ہوں
 اٹھا کے پشت پہ پشتارہ گناہ چلے
 چھپائیں حشر میں کیا گناہ ہم گواہ اعضا ہیں اپنے ہم
 اسی طرح سے مرے بے حساب عصیاں ہیں
 بعد مرنے کے ہوا قدر گناہوں کا یہ بوجھ
 کیوں لحد میں نہ رہے تاریکی

کہیں دستانہ لگ جائے لبس زندگانی میں
 ہاتھ میں اعمال نامہ بار عصیاں پشت پر
 گناہ گار ہیں تر دامن اشکباری سے
 کہ چھپ گئی ہے سپیدی سیاہ کاری سے
 کہ ہو انسان سے پروردگار ہو ہی جاتا ہے
 کون ہے تیرے سوا یاں مرا یا دیر یارب
 ہیں خالی ہاتھ اور یہ منزل ہے دور کی
 ایک ایک کے اندھ عمل قول رہا ہے
 پوشیدہ لاکھ کیجئے فسق و فجور کو
 کیا خوب سیر ہستی گلزار کر چلے
 ہے بحر غفور جوش پہ رب غفور کا
 اٹھتا نہیں ہے بار عذاب الیم کا
 تجھ سا کوئی بخشنده عصیاں نہیں دیکھا
 عاشق بیچارہ پر عصیاں کا دفتر لے چلا
 جز فضل خدا کوئی بھی خواہاں نہیں دیکھا
 یہ بار جب کہ نہ مجھ غم سار سے اٹھا
 سر پہ شرم معصیت کا بار کیونکر لے چلا
 لڑاں ہیں معاصی کے سبب ہاتھ دعا میں
 جو بکھرا شک نہامت میں ہیں نہلے ہوئے
 یارب تو اپنے فضل سے مجھ کو ابھار دے
 کیا خبر تھی ہیں آلودہ عصیاں ہونے
 فضل و کرم سے اپنے تو حرف گناہ کاٹ
 نجات کس طرح ہو ہماری الہی توبہ الہی توبہ
 مجھ سا کوئی آلودہ عصیاں نہ ملے گا
 اللہ کو ہے بندہ کی تقصیر کا لحاظ
 جہاں میں نام باقی رہ گیا ہے پارسانی کا
 کیا نہ مجھ کو دیکھتا ہے حاکم دربار غیب
 کہ جو پاشنگ بھی ہوتا ترازوئے قناعت کا
 جہاں سے صورت قاروں عدم کی راہ چلے
 یہ ہاتھ خود اپنے حق میں ہیں سم ہر ایک ہر سانپ تیس کا
 کہ جس طرح تری رحمت کا کچھ حساب نہیں
 ہائے سر مر گئے لاشہ کے اٹھانے والے
 عمر بھر میں نے سیہ کاری کی

عیش

عشقی

عزیز

عاجز

عاجز

علی احمد

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

عالم

گوشہ نشینی

کنج خلوت شرط ہے تحصیلِ نال کے واسطے
کیا مزے حاصل ہیں بہ محنتِ زبان کے واسطے
ذوقِ تنہائی جس نے پایا ہو
گور میں وہ کبھی نہ گھبراے
مزه جب ہے اگر گوشہ نشینی ہو تو ایسی ہو
بنے آزاد مشرب اور آداسا کھینچ کر بیٹھے
کہاں جاؤں نہیں ملتا کسی جا گوشہ عزت
زمین کو خضر نے گھیرا فلک چھایا ہے علیے
خدا کو خود بھی عزت ہی پند آئی خدا والو
گر گھر اپنا بنایا محفوظ دنیا کے حادثے سے
رہا کرتے ہیں یہ محفوظ عزت گزریں کیا کیا
بسر کرتے ہیں بخوف و خطر تنہائی میں
انجمن کا تھا مزہ گوشہ تنہائی ہے
ایک ل اور ہزاروں ہی خیالات ہے
جس پر سو گوشہ تنہائی ہے
وہ مرا گوشہ عزت کو متغیر جانو
جھیل گوشہ تنہائی کی طرح
کہ کچھ کوئی رفاقت نہ بیکی کی طرح
جو آہو کی طلب ہے تو ہے بی عزت میں
جو آہو کی طلب ہے تو ہے بی عزت میں
جب تعلق

تسلیم

نراب

تسلی

نیاقب

جنوں

جلیں

جواب

پانوں عزت میں دل بے سرو ساماں پھیلا
موجب نام آوری ہے زاہد گوشہ نشین
مرحلے طے کنج عزت میں کئے
جتنے عارف ہیں وہ دنیا سے الگ ہتے ہیں
تماشا گوشہ گیری دشتِ غربت کا دکھاتی ہے
اس قلوبِ ہستی میں ہیں وہ گوشہ نشین ہم
نہ اٹھ کر در بدر ہو کنج عزت میں جو بیٹھا ہے
رعونت کو نسی شے پر ہے ان عزت گزنیوں کو
رتبہ اکمل کو پہنچا جو ہوا عزت نشین
باغِ عالم میں ہے سب کو محفلِ آرائی پسند
اجل پسند ہے ہم کو بھی کنج تنہائی
رات دن گوشہ عزت میں پڑے رہتے ہیں
رایگاں تنہائی میں کرتا ہے کیوں عمر عزیز
کنج عزت میں وہی لوگ ہیں مشغولِ بحق
جی میں کیا آگیا انشا کے بیٹھے بیٹھے
سیر گلشن کی نہ تکلیف ہمیں دے انشا
پسند آئی ہے عزت میں ہوں اور اب گھر کا گوشہ ہے
جفا سے دہر سے کیا خوف ہے عزت نشینوں کو
ضرر پہنچ نہیں سکتا ہے گوشہ گروں کو
نہ ملاقات کسی سے ہو تمنا ہے یہی
مانند غول سب سے کنارہ ہی خوب ہے
خدا کا فضل رہا زاویہ نشینوں پر
چھٹ گئے گردش سے جو قیدی ہوئے
جبکہ بیٹھے گوشہ عزت میں مثلِ آسیا
ساتھ آیا مرے کوئی نہ کوئی جائے گا ساتھ
گوشہ عزت میں رہتا ہوں میں عنقا کی طرح
اہل عزت کو ہے عزت یہاں لازمِ اُم
عجب آرام آج تک پایا
دل دانا مرا بس دیکھ چکا سب کا سلوک
مناسب ہے رہیں اب سارے عالم سے کنارہ
یہ نظر جزا ولیا تسلیم کس کو ہے نصیب
کھو لکھو آنکھیں جو دیکھا بعدِ مردن قبر میں
کنج عزت کے مزہ سے دل کبھی بھرتا نہیں

جوں گدا ہاتھ نہ تو پیشِ خیساں پھیلا
پانوں اپنا جوں نگیں گھر سے نہ تو باہر اٹھا
بیٹھے بیٹھے سیکڑوں منزل گیا
نخضر کب گھر میں ہیں رہن کے ٹھہرنے والے
وطن میں ہوں مگر مجھ کو ہیں یارانِ وطن جو
دن رات رہا مثلِ حبابِ اپنا مکاں بند
دہن سے چھوٹ کر بقدر دیکھا ہم نے ذمہ
حصیر کہنہ دیکھا دستِ خشکِ پائے شل پایا
گو ہر یکتا صرف میں قطع دریا ہوا
ہے دل شاعر کو لیکن کنج تنہائی پسند
رہیں گے چین سے مرقد میں اپنے گھر کی طرح
جا کے بیٹھیں جہاں ایسی کوئی صحبت ہی نہیں
ہو جو میت کا گماں عزت گزریں ایسا نہ ہو
جو در دل پہ لگا بیٹھے ہیں ابجد کا قفل
کہ پسند اس نے کیا عالم تنہائی کو
کنج عزت ہی میں ہم اپنے بھلے بیٹھے ہیں
خدا کی یاد منزل ہے قناعت اپنا گوشہ ہے
چراغِ زبرد امن کو نہیں اندیشہ صرصر کا
شکار تیر نہ ہرگز کہاں کا زاغ ہوا
بند کر بیٹھے دروازہ ارادہ ہے یہی
نظارہ کہ جہان کا وحشت کی آنکھ سے
کبھی نہ قطب نے مانند ماہ کی گردش
گوشہ عزت ہمیں زنداں ہوا
پیٹ کا پتھر ہمیں نان توکل ہو گیا
موردِ لطف ازل سے ہوں میں تنہائی کا
خلق میں شہرہ ہے گمنامی سے میرے نام کا
گھر کب اس شرم کے تپلے کا دل زار نہیں
میری احساں ہیں کنج عزت کے
عالمِ ہستی میں خوش منزل عزت آئی
وہ ڈوبا بحرِ نخوت میں جسے ہم آشنا سمجھے
بیٹھ کر خلوت میں تنہا سیر کثرت دیکھنا
غیر تنہائی رفیقِ بی کسی کوئی نہ تھا
بے نیازی نے عطا کی ہے مجھے عنقا کی حرص

اسیر

..

امیر

..

آتش

..

..

..

احد

اقبال

اشک

..

..

انشا

..

..

اکبر

انور

..

..

..

..

..

..

باقی

..

..

..

..

..

..

تسلیم

جب تعلق کو ترک کر بیٹھے
کیوں آج میں جدا نہ رہوں سب سے ناصحو
گوشہ گیروں ہی کو بخشی ہے خدا نے رحمت
عہد کا اپنے فلاطوں اُسے ہم نے سمجھا
ترک عزت سبب رنج و الم ہوتا ہے
ہے اگر حق نے دیا عیب و ہنر کا امتیاز
کنج عزت جیتے جی مرٹ کے گور
اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ
اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا
الگ سب سے ہو قبر ہو یا مکان
کیوں نہ میں قدر کروں گوشہ تنہائی کی
سخن جہان میں بس تم الگ رہو سب سے
لطف تنہائی میں وہ میں نے اٹھایا ہے کاب
کنج عزت ہم نے عالم میں کیا ہے اختیار
جب مر گئے کسی کو کوئی پوچھتا نہیں
جوں مردیک چشم سدا گوشہ نشین ہوں
جو نام صفحہ عالم پہ چاہتا ہے تو
جب مر گئے کسی کو کوئی پوچھتا نہیں
جو رہے سب سے جدا اس کو زیادہ ہو فروغ
مثال آئینہ عزت سے پائی ہے عورت
رہے اب ایسی جگہ چلکے جہاں کوئی نہ ہو
بے درو دیوار سا اک گھر بنانا چاہئے
پڑھئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمسار دار
جو تنہائی ملی ہے صحبت ارباب دنیا سے
دامن کہسار کے سایہ میں جا کر بیٹھ رہ
خواہش یہی دل میں اک ہے یارب
عالم کی سیر کرتے ہیں عزت میں بیٹھکر
گوشہ عزت میں بیٹھا چھپکے آخر کار میں
کوئی واقف نہیں احوال سے میرے اتک
اے خوشا حال جو ہیں غرق تصور میں ترے
عزت گزریں نہ بدلیں گے اے بادشاہ عہد
دنیا ہے دنی اس کی ہے ہر بات کینہی
جس طرح حوض میں رہتا ہے گل نیلوفر

کوئی دشمن ہے اور نہ یار اپنا
کیا جائیگا لحد میں مجھے اک جہاں نہ چھوڑ
بطن مادر میں کسے غم ہوا تنہائی کا
کنج عزت میں جو تنہا کوئی انساں بیٹھا
طفل جب تک کہ رہا بطن میں گویاں نہ ہوا
بیٹھکر گوشہ میں گر ہر اک بشر کا امتیاز
مجھ کو دو گوشے ملے آرام کے
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویسا تھا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طوفانی
بہر طور ہے کنج عزت پسند
کوئی تو قیر نہیں مردم ہر جانی کی
نہ کام غیر سے رکھو نہ آشنا سے غرض
جی الجھتا ہے مرا مردم کی کثرت دیکھکر
اہل دنیا کی شناعیت اور عداوت دیکھکر
عاشق چھٹے نہ گوشہ عزت حیات میں
گھر سے قدم اپنا کبھی باہر نہ نکالا
تو گھر میں گوشہ عزت وہیں پکڑ کر بیٹھ
عاشق چھٹے نہ گوشہ عزت حیات میں
کون سب انجم سے انور ہے سوائے آفتاب
ہوا ہوں خانہ نشین حفظ آبرو کے لئے
ہم سخن کوئی نہ ہوا اور ہم زباں کوئی نہ ہو
کوئی ہمسایہ نہ ہوا اور پاسباں کوئی نہ ہو
اور اگر مر جائیے تو نوہ خواں کوئی نہ ہو
مرہ تب خضر نے پایا ہے عمر جاودانی کا
کائناتی ہے زندگی اپنی اگر راحت کیساتھ
عزت میں کٹے یہ زندگی اب
جلوے ہمارے دل ہی میں ارض سما کے ہیں
خوش نہ آیا اختلاط مردم دنیا مجھے
میں تو اس شہر میں ہوں گوشہ نشین مدت سے
کنج عزت میں خبر سارے زمانہ کی نہیں
گوشہ تری کلاہ کا کنج فراغ سے
چھوڑو بھی اسے اور کرو گوشہ نشینی
گرچہ عالم میں ہیں رہتے ہیں عالم سے الگ

جویا
خلیل
خوشدل
راسخ
سودا
سحر
سفیر
سخن
شائقی
شہید
ظفر
عاشق
عزیز
غالب
فدا
فوق
محب
مصطفی
میر
ہر

گوشہ نشینی
کہہ چکا میں کنج تنہائی ہے کنج عافیت
جو منہ ہے اس کے گوشہ میں وہ ہمدرد چھپت
زنگ کلفت سے ذرا آئینہ دل صاف کر
پھر کیلے گی تجھ کو اس گوشہ کی قدر و منزلت
دل ہو خالی کر تو ہے خلوت گزینی کا مزہ
پہلوے طبع ہفت اقلیم کی ہے سلطنت
دل کو خالی کر تو ہے تنہا نشینی کا مزہ
دل کو خالی کر تو ہے خلوت گزینی کا مزہ
دل کو خالی کر تو ہے میں جو ہیں خوبیاں
جو منہ ہے لیکن کہہ نہیں سکتی زباں
اکند لے سکتی ہے کنج عافیت اے بواہوس
کنج تنہائی ہے کنج عزت ہے جھلکا چھپ رہا
میں ادھر ہے کیوں ادھر تو ہے جھلکا چھپ رہا
کنج تنہائی ہے کنج عافیت کرنا یقین
یہ وہ گوشہ ہے کوئی دنیا کا جھگڑایاں نہیں
بادشاہ ملک ہے یا بیواے فاقہ مست
ایک ہو جاتے ہیں دونوں جب ہو عزت گزین
جو گوشہ گیر شہرت مد نظر آکر ہے
عقل کی طرح اپنا عزت سے نام نکلا
پروا سے قصور و قصور دارا نہیں مجھے
گوشہ گزیری کو

گور غریباں
چہل پہل ہو آداسی ہو کچھ خبر ہی نہیں
بے مزہ کی ہے مستی مزار والوں میں
گور جس کا نام ہے وہ ہے فقط وزن لیجئے گا
کیا وہاں تو جو غم فزندان کی طرف
کریا دیا زمین حق نے کیا گلزار حسن
منہ اٹھا کر دیکھو گور غریباں کی طرف
کیوں نہ یاران عدم چین سے سوئیں ہیں
جبکہ مر کے کیا شہر ہو خوشاں پیدا
ابن نظر سے کہتی ہے عبرت پکار کے
میرا وجود ذی شرف گور غریباں میں
جسے ہیں کیسے بیتی کو جو ویران کہتے ہیں
بڑے بیدار ہیں روئیا ہوں عبرت سے
میں اپنی بیکسی پر آپ کبھی گور غریباں میں
گذر پوتا ہے جب میرا کبھی چکا پاتے
رفیق ایک نہ خواب عدم سے چکا پاتے
لچا پاتا ہی ہے گور غریباں کی بیکسی کا اثر
جب ہے گور غریباں کو وہ لوہ گر آیا
جو گزرا کوئی ادھر کو وہ پائے آرام
آئے جو گور غریباں میں وہ پائے گئے
چادر اٹک تھی اک پاس سوہم تان گئے
ہسائی

جلبیں

جلالی

حیرت

سراج

نقاد

نقد

تہذیب

مشتق

گوشہ گیری کو وہ اللہ نے شہرت دی ہے
بیٹھے ہیں گوشہ عزلت میں ہم اتجڑ کے پانوں
نہیں پہنچے گا صدمہ گوشہ گیسوں پر کسی صورت
حادثات دہر سے خانہ نشین کو خوف کیا
گوشہ گیری سے بچے انساں فریب ہر سے
گوشہ گیری کے سبب کتا ہوا انسان ہر میں
آبرو گوشہ نشینی ہے تو پھرنا ذلت
کنارہ کش ہیں جو بحر جہاں سے بے خطر ہیں وہ
کی ہے ازل سے گوشہ نشینی جو اختیار
نہ کیونکر گوشہ عزلت میں بیٹھیں
دل سے باتیں - رفع سارا شور و شر - قائم جو
جو ہے نام منظور ہو گوشہ گیر
واسطی چاہئے ارباب دول کو عزلت

گور غریباں

دو جگہ خفتگان خاک مجھے
نہ ہو آواز پا سے درد سر عالی دماغوں کو
رہتی ہے گور غریباں کی سرک کب خالی
خفتگان خاک کی قبروں پہ آہستہ چلو
چل سو گور غریباں اے حریص مال و زر
تماشا دیکھ گورستان میں نیزنگ زمانہ کا
اجالا نہیں قبر میں کچھ بھی آئین
تمیز نیک و بد ہرگز نہیں ہے خاک کے نیچے
خشک گل - فسرہ ہنرہ - شمع چپ - بالیں داس
مدتوں کی خوش بیانی بزم نظم و نثر میں
ہم یہ سمجھے رکھ گئے جب گور پر غمخوار شمع
یہی ہے کہ نوبت بچے مقبرے پر
آسودگان خاک کا عالم نہ پوچھئے
سوتے ہیں مدفن میں ہم کس چین سے آرام سے
رو ونگا حسرت مردہ پہ میں انکی لے جوش
نشان رہو ملک عدم عفا صفت پایا
تلاش پوشش مرقد عبث رہتی ہے یاروں کو

کہ نہ اس کے پر پرواز کو عنقا پہونچا
ہاتھ منت کش ارباب دول کیا ہوگا
بلای آسمانی سے رہا خم میں فلاطوں ہے
طاثر قبلہ نما کو ڈر نہیں صیاد سے
خوف عنقا کو کبھی ہوتا نہیں صیاد کا
ہو صدف میں گوہر نایاب قطرہ آب کا
تھا گہر بہ کے بنا رشتہ گوہر آنسو
نہیں درویش کی کشتی کو خوف غرق طوفانیں
عنقا کا نام خلق میں ہے کقدر بلند
حوادث سے فراغت چاہتا ہوں
سارے عالم سے ہے ہم کو گوشہ عزلت پسند
کہ عزلت سے عنقا کی شہرت ہوئی
حصہ چوروں کا ہوا گنج جو مدفون نہ ہوا

نظم

نسخ

وزیر

واسطی

سہیل

ایر

اوج

آتش

ایں

برق

تسلیم

جوش

جوار

تھوڑے تھوڑے ذرا پرے سر کو
ذرا غافل قدم آہستہ رکھ گور غریباں پر
آہی رہتے ہیں غم و درد کے مارے دوچار
سور ہے ہیں چین سے انکو جگانا کیا ضرور
دیکھ کتنی آرزوئیں نذر مدفن ہو گئیں
جو گل ہے خندہ زن تو رو رہی ہے شمع مدفن پر
اندھیرے ہی میں ہم تو سوتے ہیں پڑ کر
بشریکان نظر آتے ہیں سب آغوش مادر میں
جی بھر آیا عالم گور غریباں دیکھ کر
چلئے اے تسلیم اب شہر خموساں کی طرف
گھر میں تاریکی ہے جلتی ہے پس دیوار شمع
سو اس کے کیا غل مچانے سے حاصل
دن ہے نہ رات ہے نہ ہینہ نہ سال ہے
صبح کا دھڑکا نہ دن کا غم نہ دن ہے شام سے
ہوگا جانا جو سو گور غریباں میرا
نہیں معلوم ہوتا حال کچھ شہر خوشاں کا
کہ کافی چادر مہتاب ہے گور غریباں پر

محنت

مشتاق تھے مدت سے اس آواز کے تکرار
 آئی تو صدائے جوس عیش پس غم
 اچھا کہ برائے تو مل جاتا ہے سب کو
 ہر حال میں بیکار تو محنت نہیں جاتی
 لازم ہے ہاتھ پاؤں ہلانا براے رزق
 رکھنا ہے اگر عیال تو عزت گزیرا نہ ہو
 کم و محنت و جانفشانی کی عادت
 نہ بدنام ہو عیش و عشرت میں پھنک
 نسب کیا کام آئے گا دم خشر
 بزرگوں پر نہ ہونا زاراں عمل کر
 تکلیف اٹھا پہلے جو راحت کا ہے خواہاں
 بے جا چاک کی گردش کے نہ پیمانہ بنے گا
 ہر کوئی بیج اپنا خود بوتا ہے خوب
 کام اپنا آپ ہی بوتا ہے متوالے
 گر گئے جوئے پندار کے تھے متوالے
 بڑھ گئے پیشہ و مزدوری و محنت والے
 فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو
 اگر چاہتے ہو فراغت کی طمع
 قصد کر کب ہنر کا سب تاباں کی طمع
 داغ جب دل پہ اٹھائے گا تو کامل ہوگا
 طمع دولت

باز

پیر

تجربہ

تدبیر

جنوں

حالی

رہنمائی

محنت

موٹے ہوں یا کہ دبے گورے ہوں یا کہ کالے
 یہ بالے پن کا یار و عالم عجب نیا ہے
 کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے
 یہ عمروہ ہے جس میں جو ہے وہ بادشاہ ہے

نظیر

منزل دنیا نہیں ہے یہ مقام امتحان
 چرائے رنج و مشقت سے جی نہ طالب عیش
 اوروں پہ آمیز تکیہ کب تک
 زور بازو سے کماتے ہیں سو یہ کہتے ہیں
 جی چھوڑ بیٹھے مرد یہ ہمت سے دور ہے
 محنت کرو انعام لو انعام پہ اکرام لو
 یاں آئے ہو تو کچھ تو کر کے بیٹھو
 حصول مدعا چاہے تو استعمال قوت کر
 نہ کی جب شرط کی پروا گیا مشروط ہاتھوں سے
 بعد محنت ہو جو راحت اور ہو جاتی ہے حرص
 بے مشقت کبھی ہوتی نہیں راحت حاصل
 باتوں سے حاصل کچھ نہ ہو ہمت سے اب باندھو کر
 محنت جو کی جی توڑ کر ہر شوق سے منہ موڑ کر
 بچپن رہا کس کا سدا انجام تو سوچو ذرا
 ہاتھ پاؤں کو ہلا راحت اگر مطلوب ہے
 بے خاک کے چھانے ہوے زر کس کو ملا ہے
 بے خون پئے لقمہ تر کس کو ملا ہے
 جو رتبہ والا کے سزاوار ہوے ہیں
 کیا خوف ہاتھ پاؤں خدا نے عطا کئے
 غایت ترکیب اعضا ہے یہی کچھ کام کر
 معطل نہیں بیٹھتے شغل والے
 نہیں مبتلا جو تن آسانیوں میں
 امید کیجئے اگر امید کچھ نہیں
 اگر مفلسی ہو تو کیوں رنج کیجئے
 جو محنت مشقت کرے کوئی انسان
 فائق ہے سلطنت سے مشقت کا مرتبہ
 لو کری سر پر مشقت کی ہے تاج مروی
 عرق ریزی ہے ناحق مثل باراں باغ دنیا میں
 جیت لے میدان مشقت سے نہ ہمت ہار دل
 کہ نوش نیش کے ہمراہ گل ہے خار کے ساتھ
 تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو
 خشک روٹی میں مزہ ہے سو مزعفر میں نہیں
 قسمت تو ہر طرح ہے یہ محنت ضرور ہے
 جو چاہو گے مل جائیگا محنت کرو محنت کرو
 مت ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھو
 اثر اللہ نے محنت میں دے رکھا ہے محنت کر
 اہم مقصد کہاں ہوتے ہیں حاصل خالی باتوں سے
 بھوک بڑھتی ہے شفا ہوتی ہے جب بیمار کو
 غرق دریا ہوا غواص تو گو مسر پایا
 بک بک سے کیا ہے فائدہ محنت کرو محنت کرو
 کر دو گے دم میں فیصلہ محنت کرو محنت کرو
 یہ تو کہو کھاؤ گے کیا محنت کرو محنت کرو
 رات آسائش سے ہوتی ہے بسر مزدور کی
 بے کاوش جاں علم و ہنر کس کو ملا ہے
 بے جو رکشی تلج نطفہ کس کو ملا ہے
 وہ پہلے مصیبت کے طلبکار ہوے ہیں
 چلتے رہیں تو حاجت خیل و خدم نہیں
 کاہلی اے بے خبر نشا نہیں تفتدیر کا
 شکار افکنوں کو نشانے بہت ہیں
 انھیں دم بدم تازہ دم دیکھتے ہیں
 غم کھائے بہت جو خیال سرور ہو
 کسی کی نہیں رہتی یاں ایک حالت
 کما سکتا ہے زر بقدر ضرورت
 مٹی کی ٹوکری بھی جو سر پر ہے تاج ہے
 سائی بالہا ہما سایہ ہے برگ کاہ کا
 کہ غیر از خار و خس آخر کو کچھ حاصل نہ ٹھیرے گا

امیر

انشا

آزاد

احمدی

اسیر

افضل

انور

سمعیل

اصغر

بکر

مصائب

اب زمانہ کا رنج ہے آصف
کیا خوشی کا کوئی زمانہ تھا
نہم دل کو سختی ایام کو دیتی ہے سخت
جم گئی جب برف پانی سنگ خارا ہو گیا
ایذا سے دہرے میں گنگنا رشا دہوں
یونہی تھا جو عذاب وہاں وہ یہیں ہوا
کیا حادثات دہرے میرے نام کا
یونہی گیا جو گنج پڑا فیض غیر سے
تکلیف رخ ہوتی ہے کب فیض کا
احسان ہر سے نہ مشا دلخ ماہ کا
جہ گرا خجانی فقط آفاست عالم کی دلیں
ورنہ مڑے کو نہیں شستی کی حاجت اب یہ
جہ مصیبت دہر میں اہل ریاضت کے لئے
بیشتر دیوار گرتی ہے سر فروز پر
آفاق میں جگہ نہ ملی غم کو جب یہیں
آخر کو آئے پیچھے رہا میری گوریہ
کنج حیات

ہے مثل نگین شرط جگر کا وی محنت
کا ہیدہ ہو ریاضت باطن سے دل اگر
سچ ہے حرکت کے ساتھ ہے برکت

عالم میں ارادہ ہے اگر ناموہی کا
لیجائے سوے خلد اڑا کر ہوائے دل
طالب زر کو ہے سفر سے فیض

مساوات

گدا و شاہ برابر ہیں خاک کے نیچے
برابر صانع عالم کو ہست و نیست عالم ہے
باغ دنیا ہو کہ فردوس برابر مجھ کو
جیتے جی ہے دہر میں شاہ و گدا کا امتیاز
ایک ڈالی کے سب ہیں برگ و ثمر
کتے مفلس ہو گئے کتنے تو نگر ہو گئے
یہیں گر چھوڑ جانا ہے تو پھر دونوں برابر ہے
جو فرق ہے تو فقط نیک و بد عمل کا ہے
آنکھوں کے بند کرتے ہی مطلق رہا نہ فرق
ہے تخت نشین کوئی کوئی خاک نشین ہے
تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
مقام عدل پہ جس دم سریر آرا ہو
ہے یاں پہ امتیاز امیر و فقیر کا
کچھ کسی سے غرض نہیں میری
نہیں ہے فرق غریب و امیر کا ایدل
عالم اسباب میں دونوں رہے محتاج تاج
فرق کچھ منعم و مفلس میں نہیں آخر کار
مفلس کی طرح امیر کو بھی اک دن
ہوں اہل مناسب کہ ہوں نااہل و رذیل
مشہور ہے مونگ موٹے میں کون بڑا
جب تک جیتے ہیں آدمی ہیں دونوں
جا برابر ہے دل مادر میں ہر فرزند کی
وہی عبث اغماض ہے مفلس سے غنی کو
امیر ہی فقیری کا ہے ایک حال
کنج نفس میں دونوں برابر ہیں ہم صغیر
کچھ مرتبہ میں شاہ و گدا بیش و کم نہیں
شاہ میں اور گدا میں نہیں خارق جو حیات

لحد میں ساتھ یہ قصر بلند و بام نہیں
نہ شادی کچھ بنانے کی نہ کوئی غم مٹانے کا
یہ چمن زار ہے کس کا وہ گلستاں کس کا
مرتے ہی ہو جاتے ہیں دونوں برابر خاک میں
ہے کوئی ان میں خشک اور کوئی تر
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے
اگرچہ قصر سلطانی ہو یا تنکیہ گدا کا ہو
بنے ہیں ایک ہی مٹی سے سب رفیل و ثریف
دیکھا مقام ایک امیر و فقیر کا
انجام غرض ایک ہے ہر شاہ و گدا کا
محبت میں سبھی یکساں ہیں جس کی جیسی بن آئی
ہر ایک خرد و کلاں میں برابر ہو جائے
واں ہے حقیقت ایک گدا اور شاہ کی
مجھ کو یکساں ہیں سب غریب امیر
پس فنا نہ شمار گدا و شاہ رہے
فرق کیا فرق گدا و فرق عالمگیر میں
ایکساں شاہ و گدا دونوں کفن رکھتے ہیں
دو گز چادر کفن کی مل جاتی ہے
دنیا دونوں کے واسطے فانی ہے
ہے شاہ و گدا کا تہر یکساں رتبہ
جب مر گئے خاک میں بتا فرق ہے کیا
رتبہ زیر خاک یکساں ہے گدا و شاہ کا
کچھ فرق نہیں زیر زمین شاہ و گدا میں
زمانہ میں حاصل ہے کس کو فراغ
ہو صرصر خزاں کہ نسیم بہار ہو
رکتا ہے تاج شاہ رکھے ہے گدا کلاہ
مرتے ہی ایک ہے دونوں کا کھانا کیا یا

واسطی
وزیر
وقار
آتش
تسلیم
حالی
ذوق
ذاکر
رمز
سفیر
سخن
سودا
شائق
فدا
مضطر
ماہ
مہر
ناسخ
وہی
وحشت
بہرم
ہوش

<p>مصاب</p> <p>بے نصیب خلق کب منجانہ ظالم عیش</p> <p>بادہ ملتا ہے یہاں تو زخم کے انگور کا</p> <p>نجات دنیا کے مضمون سے یہاں نہیں کوئی دینے والا</p> <p>دراز عمر حاکم قاتل جو اس لئے تو اس کے دم کا</p> <p>اس شخص جہت میں خوب جو دیکھا نولے اسیر</p> <p>اندوہ مدد سے سبیل آفت سے کہاں جائے قیام</p> <p>جو خرابی سبیل آفت سے کہاں جائے قیام</p> <p>پانی پانی ہے حباب آسا ہمارے گھر کے گرد</p> <p>حادثوں سے نہ ملا اس بہت کی تدبیر</p> <p>اب نے برف گرائی مری بارانی پر</p> <p>ایک دم بھی نہ ملا بحر جہاں میں آرام</p> <p>ہو گئی عمر بسر</p> <p>راحت کہیں نہ خانہ آفاق میں ملے</p> <p>ہر چند پیش و پس دیوار کی تلاش</p> <p>دور گردوں سے یہاں گرداں گجولوں کی طرح</p> <p>خاک تیرے خانہ بردوشوں کو ہو گھر کی طرح</p> <p>اس میکہ میں عیش سے واقف نہیں ابیابم</p> <p>سم آگئی کبھی ہنسی تو اجوم لال میں</p> <p>فکر دنیا غم دنیا پاس اجا سہ دوست</p> <p>انٹے کاموں میں بھی ہم ٹھیکے ہیں بیکار نہیں</p> <p>آفت دہر</p>	<p>زیر بام آکر بچھاتی ہے ہوائے بام شمع</p> <p>ہے وہی سینہ وہی سنگ وہی گردن و تیغ</p> <p>بلوغ عالم میں ہیں مثل نکبت برباد ہم</p> <p>گھر حباب آسا بناتے ہیں رہ سیلاب میں</p> <p>کوئی گھر دنیا میں صحن و بام سے خالی نہیں</p> <p>طوق اسے ساتھی کبھی شیشے کی گردن میں نہیں</p> <p>مڑھ ملتا ہے ہکو میوہ شیریں کا حنظل میں</p> <p>گرتے دیکھا جلد باران میں گلی دیوار کو</p> <p>ایک دن اپنا چراغ زندگی خاموش ہے</p> <p>ہرگز بغیر زخم زبان قسم نہیں</p> <p>یوسف کنوے میں اور پیمبر تھے غار میں</p> <p>کب کوئی پیتا ہے پانی کا سٹہ گرداب میں</p> <p>ہے مثل صبح چاک مرے پیرہن کے ساتھ</p> <p>کھائیے جتنا زیادہ اشتہا پیدا کرے</p> <p>ہاں اسیر ایک ہے اب گوشہ تربت باقی</p> <p>کب روکتی ہے موج کو زنجیر پائے موج</p> <p>ہے صبح عید بھی تو گریباں دریدہ ہے</p> <p>برق سے خرمن جلا گھر گویا سیلاب سے</p> <p>ایک پتھر سے ہزاروں فتنے برپا ہو گئے</p> <p>ہمیشہ مورد آفات عالم اپنا خرمن ہے</p> <p>چارہ ہے رہروں کو کہاں گرد راہ سے</p> <p>گردش گردون دوراں آسا ہو جائے گی</p> <p>ایسی کوئی زمیں نہ کوئی آسمان ملا</p> <p>میں اپنا شیشہ دل کب تلک بچاؤں گا</p> <p>تن عریاں کو ستاتی ہے زمستان کی ہوا</p> <p>اشراف سے کیے ہیں برتر تو کیا ہوا</p> <p>دہن غیر سے آمادہ فریاد ہیں سب</p> <p>عالم آشوبی میں ہے فکر تن آسانی عبث</p> <p>چرخ ہر صبح آسا ہوا کر</p> <p>پھنسا یا کس بلا میں ہم کو لا کر</p> <p>جب تک جئے عذاب رہا اپنی جان پر</p> <p>قید خانہ میں مرے آتے ہیں اکشر پتھر</p> <p>ٹوٹنے کا خوف ہے قطرہ جو گوہر ہو گیا</p>	<p>کنج عولت میں نہیں مجھ کو حادثہ سے نجات</p> <p>کب ملی ہم کو زمانہ کے حادثہ سے نجات</p> <p>اپنی بربادی سے کتے ہیں جہاں کو شاد ہم</p> <p>حادثات دہر سے غافل ہیں کب اہل جہاں</p> <p>بھاگ کر پست و بلند دہر سے جاؤں کہاں</p> <p>حادثات دہر سے نازک دلوں کو خوف کیا</p> <p>وہ صابر ہیں کہ تلخی باغ عالم کی گوارا ہے</p> <p>حادثوں کی تاب لا سکتے نہیں ہیں خام طبع</p> <p>حادثات دہر کی ہے تند اگر ایسی ہوا</p> <p>فارغ جہاں میں رنج سے اہل رقم نہیں</p> <p>دنیا میں بتلائے مصیبت ہیں اہل حق</p> <p>ہو روا حاجت کب انجی جن کو ہے گردش مدام</p> <p>پیدا ہوا میں دہر میں رنج و محن کے ساتھ</p> <p>لقمہ غم میں ہے شائد خاصہ اکسیر کا</p> <p>سارے عالم میں تو آرام نہ پایا ہم نے</p> <p>آلام سدا رہ سبکو نہیں اسیر</p> <p>اس غمکدہ میں جو ہے وہ آفت رسیدہ ہے</p> <p>زندگی بھر مورد آفات عالم میں رہا</p> <p>سخنی ایام نے توڑے دل اہل جہاں</p> <p>کبھی تو برق گرتی ہے کبھی سیلاب آتا ہے</p> <p>کیا کلفت جہاں سے بچیں مردم جہاں</p> <p>پیس ڈالے گی ہمیں اک روز دانہ کی طرح</p> <p>دنیا کے حادثات سے جسمیں نجات ہو</p> <p>فلک سے سنگ حوادث ہمیشہ آتے ہیں</p> <p>بیشتر حادثہ دھڑے محتاجوں پر</p> <p>گرداب قہر موج ہے آفت ستم حباب</p> <p>مثل نے انجمن دہر میں ناشاد ہیں سب</p> <p>قلم مولاج میں کبتک ٹھہرتا ہے حباب</p> <p>صورت دانہ پیتا ہے مجھے</p> <p>عدم کچھ خوب تھا اسے زندگانی</p> <p>زنداں سے کم یہ پیکر خاکی نہیں اسیر</p> <p>سخنی دہر سے دم بھر نہیں آرام اسیر</p> <p>مگر عالم میں ہے آفت لازم اہل کمال</p>
--	--	--

مصائب
ہو ایسے حال میں پھر خاک زندگی کا لطف
زمانہ برسین چرخ بر سر بیدار
کس کو نہیں گرد آسمان ایک
چکر میں پہاں ہیں زمانہ سارا
دوست کوئی نہیں دشمن ہے گرفتار کیا
لاکھ آفت میں مفرد ہے شرح اپنی
کیا پوچھتے ہو عمر کسی برس میں
جز درد نہ دیکھا کبھی اس میں رہنا ہے
جہاں میں آفتوں کا سامنا دن رات رہنا ہے
مصیبت ہے مصیبت پر پہاں مشکل ہے
یکروں صدے ہزاروں آفتوں میں ہے
ایک جاں انسان کی آفتوں کوئی کرے
یوں بخت میں ایک دو تو صبر بھی کوئی کرے
اپنے دل کو مار کر پھر جبر بھی نہیں
خاطر رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہیں
میزبان ہو کے ہوا میں انہیں ہوانوں کا
غرت بندہ دہر میں صدے سے یہاں صدے
اس پر بھی ہیں یاد بھی گھر نہیں آتا
داغ سے کوئی دل نہیں خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا
ہر جگہ

آفت دہر سے خالی کوئی تعمیر نہیں
اہل حق بھی ہیں یہاں پست و بلند
مقام فکر ہے نیزنگی ریاض جہاں
راحت نصیب اہل جہاں ہو گماں نہیں
ہے ثمرہ مصیبت خاصان حق کا حصہ
اے ربط چار عنصر تو نے ہمیں پھنسا یا
راحت سے تمہے عدم میں ہستی میں رنج اٹھا
حادثوں میں ہوتے ہیں مغلوب غالب بیشتر
دل قوی جن کا ہے وہ کیونکر حادث سے ڈریں
سارے عالم میں نہ پایا چین کا ہم نے مقام
دیکھتا ہوں جسے پاتا ہوں اُسے سرگرداں
دنیا میں ہے ہوائے حادث اگر یہ ہی
آسودگی کی ارض و سما میں نہ رکھ امید
بزم جہاں میں غم سے کسی کو نہیں نجات
دنیا کی آفتوں سے چھٹا جو گیا اسیر
نظر آتی نہیں آرام کی جا ساری دنیا میں
جو آفت میں رہا کرتے ہیں انکو خوف آفت کیا
گردش چرخ سے پیدا ہیں حوادث کیا کیا
ایک آفت جو ملی دوسری آفت آئی
دیکھا نہ غیر روز سیر میں نے عمر بھر
جوش باران حوادث سے نہیں جائے خطر
آنکھ کھولی تو ہجوم غم و حواں دیکھا
رنج یاں جنکو ہے آتش انہیں واں راحت ہے
ہستی چند روزہ نے تو تنگ ہی رکھا
گھر گر آیا جو مراسیل حوادث نے تو کیا
رات آرام سے کھتی ہے نہ دن راحت سے
رنج دنیا سے زیادہ ہے عذاب مرقد
غم و غصہ و رنج و اندوہ و حواں
ہے بجز رنج و الم و عکدہ دہر میں کیا
خوشی کا نام بھی اپنی زباں پر اب نہیں آتا
بسر کیونکر ہو اس دنیا سے ناہموار میں اپنی
اس قدر عالم ہستی میں اٹھائے مددے
ملا نہ چین خرابات دہر میں کوئی دم

گوشتہ امن بجز خانہ زنجیر نہیں
چرخ پر عیسے ہیں یوسف چاہ میں
وہ کون غنچہ گل ہے جو مزجیب نہیں
اسکی طلب ہے دہر میں جکنا نشان نہیں
کھنچتا ہے سر پر آئہ کسی اماں شجر میں
اندوہ میں بلا میں تشویش میں محن میں
آئے اسیر ناحق خلوت سے انجمن میں
لوٹ لیتی ہیں و با میں عورتیں بازار کو
سیل کی پروا نہیں کچھ آہنی دیوار کو
چل کے زیر خاک کچھ تربت میں راحت ہو تو ہو
کون راحت میں ہے اس گنبد گرداں کے تلے
برباد ایک روز یہ مشت غبار ہے
ناداں تھی یہ دیگ خالی تغار ہے
سوزاں ہے مثل شمع اگر تاجدار ہے
سرحد ہے گور ملک عدم کے دیار کی
نکالوں اے جنوں کیونکر قدم زنجیر کے گھر سے
نہیں ڈر کو دکان اشک کو مڑگاں کے لشکر سے
میں ہمیشہ یہ کماں تیروں کا برساتی ہے
تا دم مرگ بکھڑے یہی دنیا کے ہے
رحلت مری جہاں سے شب درمیاں ہوئی
وہ گدا ہوں مری کملی مجھے بار آتی ہے
محفل دہر میں کب عیش کا سماں دیکھا
اے خوشا حال جو دنیا سے خفا جاتے ہیں
خواب عدم میں دیکھیں گے صورت فراغ کی
چار دیواری عناصر کی گرائی ہوتی
زندگانی دور روزہ مجھے پیاری ہے
جائے آرام نہیں گنبد گرداں کے تلے
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے
کوئی آرام سے یاں اپنی بسر کیا کرتا
سہے اے اشک میں نے اس قدر رنج و محن ایسے
جہاں دیکھو ہزاروں خار ہیں لکھوں ہی ٹیلے ہیں
جو گیا یاں سے وہ پھر کر کبھی آتا ہی نہیں
مر کے گرا جائیں گے کہیں نہ کہیں

<p>ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزع نشہ عیش یاں نصیب کسے امیر اک مرقع ہے یہ دار فانی آئی نہ اپنے کام عمر غم میں کٹی مدام عمر خالی مصیبت سے نہیں انساں کو ہستی و عدم غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا سامان کروں مقام شکر ہے غافل مصیبت دنیا فکر دنیا خوف عقبہ سیکڑوں رنج و الم زندگی میری بسرا شکوں کے دریا میں ہوئی دل آفت زدہ اپنا نہ ایذا سے ہوا خالی مشکلوں کا ہے بہت دل میں ہجوم افسر کے ایک آفت ہو تو انسان کہے حال اس کا گرد و کلفت سے میں آلودہ ہوا ہوں بال بال برسر فرزند آدم ہر چہ آید بگزر د کبھی نہ میرے عناصر کو تازگی بخشی خدا سے کہوں گا کہاں مجھ کو بھیجا روتے ہیں ساری رات سارے دن آب و دانہ مجھے کہاں لایا بچائے موج آفات سے ہونا خدا ایسا طالع منحوس کیا کم تھے تباہی کے لئے ہزاروں میں نہیں ہے خانہ دنیا کی آرائش نہ دیا چین کبھی حسرت دنیا نے مجھے گھر بیٹھے ہی نصیب جو آفت سفر میں ہے چین دینے کے نہیں اے بحر یہ لیل و نہار عدم سے آئے تھے ہستی میں کیا بری سالت لشکر اندوہ و غم سے ایسی بربادی ہوئی تھوڑی سی زندگی میں اٹھائے بہت عذاب طفل کرتے ہیں فغاں پیٹ سے پیدا ہو کر خبر نہیں مجھے دنیا تھی یا جہنم تھا ان آفتوں میں پڑا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں سامنا ایسی بلاؤں کا رہا دنیا میں رنج دن رات ہے پروانہ و سرخاب کی شکل قالب خاکی میں کیونکر روح بے کھٹکے ہے</p>	<p>عصم کارزار ہے دنیا کہ سراپا خار ہے دنیا غم و کلفت و حسرت و بیکسی کا تنکے چنے تمام عمر صورت کھربا عبث ہیں منزلیں دونوں کٹھن ایک اس طرف اک اس طرف اتنی اس غمگدہ دہر میں فرصت ہی نہیں اسی بہانہ سے اللہ یاد آتا ہے ہائے کیا کیا کلفتیں ہیں اک دل ناشاد میں جسم و مرکب آئینائے بستر و بالیں ہوا نیا پیدا ہوا ناسور گر زخم کہن بگڑا کام ہو جائے خدایا کہیں آساں میرا گور کے گود میں پلتا ہوں میں پیدا ہو کر اس زمیں نے ڈھلایا ہے آسماں بالائے سر غم نہیں آفت پہ آفت ہو جہاں بالائے سر نہ چار باغ سے میری ہوئی دو چار بہا میں اس غمگدہ میں نہ دم بھر رہا خوش کیا بُرے کھٹتے ہیں ہمارے دن نہ ملا چین عمر بھر مجھ کو جہاز زندگی تھم جائے لنگر ہو تو ایسا ہو چرخ کیوں درپے ہوا مجھ خانماں برباد کے مرے پر فیصلہ ہے جیتے جی سارا کھیرا ہے داغ بن بنکے جگر میں مرے ارمان رہے چکر ہماری روح کو دوران سر میں ہے دن کو تڑپا کیجئے راتوں کو رویا کیجئے نہ اس قدر جئے ہم رنج جس قدر گزے پیکر خاکی ہمارا گرد و لشکر ہو گیا پیری میں موت کا بھی تقاضا اٹھایا کوئی اس خانہ احوال میں نہ دلشاد آیا یہ جانتا ہوں کہ میں مورد عذاب رہا خدا نے کی نہیں اس شخص کی قضا پیدا ملک الموت بھی آئے تو ہر اسان نہ ہوا زحمت روز کبھی ہے تو کبھی کلفت شب خوف رب مرنے کا ہے اس قصر بے بنیاد سے</p>	<p>مصاب جو زیریں موتے میں راحت سے وہی ہیں کسی کو نہیں دنیا کی دنی میں آرام و جوان و پیر ہیں سب ایک حال میں لغض و جوان و پیر ہیں سب ایک حال میں تجملیں نہیں زمانہ چرخ کہن میں کون تجملیں لاکھوں پیش رفتی ہیں تجمل کو مدام فکر میں لاکھوں نہیں ہے اس خراب بادی ہے چین مل سکتا نہیں ہے اس بوجھ بھاری ہے اپنے غم کا وہ بوجھ گردوں کا لوٹ جائے وہ رنگ جہان خراب کا صدیوں سے ہے وہ رنج جہان خراب کا جو حال ہو تو اسے مجرا میں کر نیچے یاد کیا ملک عدم کے چین دنیا میں رہے اس غمگدہ میں رات دن رنج و محن جہنم ایک جا ہو درد اگر تو اسکی ممکن ہے دوا کیا علاج اپنا کرے وہ جو سراپا درد ہو جو کہ تقدیر میں تھے رنج و محن دیکھ چکے کیسے کیسے ستم چرخ کہن دیکھ چکے بندگی حق ہے فرشتوں کی کہ غم ہے کپڑے آرمی کے واسطے کیا کیا بلا ہیں بیاں نہیں مصیبت میں رہے ہیں بتلاک شب بیاں نہیں زمین پر جب سے ہم آئے ہیں دور آسماں کیجا اٹھائے</p>
---	---	---

مصائب

مصائب

سامنا رہتا ہے اندوہ و الم کا درد
ایک دم غم کردہ دہریں دل شاد نہیں
ڈال سے آئے تھے کچھ نہ ہم لکھیں
پھر چلے یاں سے لاکھ غم لکھیں
کچھ ہو تو ہو غم نے غدا بکچھا
ہستی میں تو ہم نے غدا بکچھا
جو کوئی دیکھتا ہے رونا ہے
بجھہ دل داغدار کی صورت
آشے ہیں ہم جہان فانی میں
داغ اٹھانے کو رنج متنبے کو
سحر زندگی تلخ ہو جائے گی
پہی دن جو کڑوے کیلے رہے
عشرت و آرام و راحت سے اوسے نیرام
غم ہمارا دوست غم نے ہو گئے غم خوار ہم
کارخانے میں جہاں کے عیش سے غم ہے فزون
ایک دن ہو عید تو دس دن محرم چاہئے
دنیا میں عیش کم ہے مصیبت زیادہ
دس دن ہیں اگر غم کے تو دودن ہیں عید کے
جنگل آئیں کھلی ہیں رکھ پھکے کھجے کھیاں
گہر بونے

۲۰
تکمیل

اٹھائے میں نے جو صدمے الم کے
 کدھر جاؤں کہاں ٹھیلوں نہ یہ پریشاں وہ خواہاں
 مختصر حال زندگی یہ ہے
 حسرت و اندوہ و حرمان و غم و رنج و فراق
 اے جوش درد و حسرت ایذا و رنج و محنت
 سختی سہی نہیں کہ اٹھائی نہیں کراہی
 باغ جہاں میں ہم رہے رنج و غنا کے ساتھ
 یاس و حسرت ہیں اور کہیں آہ و فغاں
 یا رہے دکھ میں یا رہے غم میں
 اے فلک باقی نہیں میسرے جگر میں جاغ
 آسمان وز میں شکنجہ ہے
 چمن دہر میں خالی نہیں رحمت کے کوئی
 کھٹکے ہزار رہا ہیں جہاں میں قیام سے
 جہاں میں آئے تھے کیا رنج ہی اٹھانیکو
 فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں
 کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ موز رہتا ہے
 کیا درد دل کہوں کہ سراپا ہوں درد مند
 اے حیات دوروزہ لے آئی
 پورا ہو کوئی کام مصیبت زدوں سے کیا
 دل زمانے کے ہاتھ سے سالم
 اے درد جس کی آنکھ کھلی اس جہان میں
 زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
 ماتم کدہ جہاں میں جوں ابر
 روندے ہے نقش پا کی طبع خلق یاں مجھ
 ہوا نہ سامنا دنیا میں کس کس آفت کا
 ایسے جیتنے پہ زند خاک پڑے
 سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے پر کوئی
 دم بھرنے رہے چین سے افسوس ہے لے چرخ
 کیوں دئے ہیں تو نے قسام ازل
 رنج و اندوہ و طال و رشک و غم
 سانس دیکھی تن بسلی میں جو آتے جاتے
 زیر گردوں نہیں آرام کی صورت کوئی
 یوں جو گئی زراعت دل پائمال غم

کسی کا دل نہ یا رب یوں حزیں ہو
گل بازی بنتے ہیں زمین و آسماں مجھ کو
لاکھ سودا تھا اور اک سر تھا
مونس و ہمدرد ہیں اپنے یہ دو چار اندنوں
اترے ہیں یہ مسافر آکر سرائے تن میں
دنیا میں کیا کسی پہ مصیبت پڑی نہیں
دیکھا نہ ایک گل کبھی میث و غنا کے ساتھ
گھیرے رہتے ہیں عدو ہر گھڑی دو چار مجھے
ہم نے دنیا میں آکے کیس دیکھا
اور کیوں دیتا ہے مجھ کو داغ پر بالے داغ
چین اس میں ذرا نہیں ملتا
ٹوٹتے پھول ہیں پڑتے ہیں ثمر پر پتھر
اچھے رہے جو کر گئے کوچ اس مقام سے
الہی تو نے ہیں کس بلا میں ڈال دیا
سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے میں
ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہی
آتی نہیں ہے بات سوائے فغاں مجھے
کن گرفتاریوں میں تو مجھ کو
جو رہ گئی مراد تباہی میں رہ گئی
کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا
شبنم کی طرح جان کو اپنے وہ رو گیا
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
اپنے تئیں آپ رو گئے ہم
اسے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
دو روزہ زندگی میں سیکڑوں ٹال ہو
موت اس زندگی پہ ہنستی ہے
آمرائے کما مردان خدا لیتے ہیں
ایذا ہی اٹھاتے رہے پیدا ہوئے جب سے
ریخ لاکھوں ایک جی کے واسطے
صدے ہیں یہ آدمی کے واسطے
اور جلاد نے چرکا دیا جاتے جاتے
سب اٹھانے کو یہاں ریخ و مہن بیٹھے ہیں
گو یا ہوا گذار تلخ اپنی کشت میں

مصاب

مصائب
پہنچتے ہیں یہ آسمان کی طرح
گردش میں گردش افلاک
گردش میں گردش افلاک
زمانہ کے دور و دراز
دکھایا جو تونے وہ جسم
مصیبت کو چاہئے اس
اپنے اعمال کی
دیکھو جسے وہ اپنے ہی رنج و محن میں ہے
افسردگی کا دور اب اس کو بھی
آئے جو بلا تو اس کو بھی
اپنے کروت کی یاد خدا آتی ہے
رنج و تکلیف ہی میں یاد خدا آتی ہے
عالم یاس میں ہر لب پہ دعا آتی ہے
بزدلی چور مصیبت میں بسا در ہوجا
موت سے بچتے ہیں کب موت سے ڈرنے والے
منزل دھڑلے میں قنبا ہی رہیں کم چھا
رنج پہنچتے ہیں بہت اس میں مصیبت کی
عمر سب اپنی عجب دنیا میں ہے راحت کیسی
ہم نہیں جانتے دنیا میں ہے راحت کیسی
میرے قضا اور ہے اعمال کا
افکار سے ملتی نہیں راحت دم بھر
کشتی تن

یہ سنگ حوادث فلک سفلے مارے
آئے ہیں تنگ ہم ستم روزگار سے
وہ رنج اٹھائے ہیں کہ غیروں کا تو کیا ذکر
موت کی بھی التجا کرنے کو فرصت چاہئے
فروغ آرام کب پایا ہوا ہوں جب میں پیدا
دین کی پابندیوں کی شرط ہے دنیا کے ساتھ
ہماری آب و گل میں ہے ازل کے دن برباد کا
طالب طبل و علم کو بھی نہ دیکھا چین سے
دم بھر یہاں بسر نہ ہوئی اپنی عیش سے
یارب زمین سخت ہے اور آسمان ہے دور
تکڑے دل و جگر ہوئے آنکھوں کے سامنے
بنے قدر ایسے غبار ہم ہوئے گردشوں میں وہ خوار ہم
سخن گو کے لئے سختی یہاں ہے
ٹوٹا جہاں کوئی شہاب سمجھا میں خانماں خراب
گلشن دنیا کا پھل ہر ایک ہے برچی کا پھل
غم و رنج و اندوہ حومان و یاس
گردش دھڑلے در پئے دانا
بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است
اک اگر دکھ ہو تو ناصح کیجئے اس کا علاج
ہے خمیر زندگی افکار اور آلام سے
اے مہر حکیم دے اگر تلخ دوا
حکمت میں نہ دے حکیم مطلق کی دخل
آدمی جب تھیلہ کھاتا ہے
ہمد جوانی رو رو کا ٹاپیری میں آنکھیں بند لیں
ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے
جن بلاؤں کو میرے سنتے تھے
کبتنگ اس تنگنا میں کھینچے رنج
فکر معاش یعنی غم زیست تا بکئے
کھا گئی یاں کی فکر سو موہوم
آتش غم میں بسکہ جلتے ہیں
دل ایک اور لاکھوں ہی افکار رنج و غم
سختی دہرنے جس طرح مراد دل توڑا
نے خلق کو نکچکاں ہوں نہ خلق بریدہ ہوں

ہر عضو مرے کا لبد خاک کا ٹوٹا
جائیں کہاں محل کے فلک کے حصار سے
خود اپنی مصیبت کا مجھے غم نہیں ہوتا
جان دینا بھی اجوم غم میں مشکل کیوں نہ ہو
دیباہے رنج اٹھانے کے لئے حق نے مجھے دل کو
ہائے کیا کیا وقتیں ہیں آدمی کے واسطے
لڑکپن میں جو کھیلے کھیل تو خاکبازی کا
کیا میں اس غمناہ میں اسباب راحت مانگتا
دست جفلے چرخ سے داغوں پہ کھائے داغ
بے بس ہوا ہوں مرغ گرفتار کی طرح
کس کس کے اس جہاں میں خدا نے دکھا داغ
کہ مثال دائرہ فلک جو اٹھے تو بسر و پا ہوئے
جی بھی بتیں دانتوں میں زباں ہے
مجھ پہ پڑا کوئی عذاب مجھ پہ کوئی بلا چلی
چوب درباں ہے نہال خشک اس گلزار کا
ہمارے بھی کیا کیا مددگار ہیں
صفت سنگ آسیا ہے یہ
کہو تو چین کی صورت ہو چکر کہاں پیدا
سر میں سودا دل میں سوزش ہے جگر میں درہے
چین سے کیا بیٹھنے پاتا ہے یاں کوئی بشر
بیجا ہے مریض کی شکایت بیجا
شائد کہ مصائب ہی میں ہو تیرا بھلا
اس کو اللہ یاد آتا ہے
یعنی رات بہت تھکے جاگے صبح ہوئی آرام کیا
پیوند ہو زمین کا شیوہ اس آسمان کا
ان کو اس روزگار میں دیکھا
یاں سے یارب تو ہی نکال ہمیں
مر جائے کہیں کہ ذرا آرام پائے
وہاں کیا ہوگی کچھ نہیں معلوم
شمع ساں استخوان گھسکتے ہیں
دنیا کے مخمضوں سے پریشاں نہ ہوں تو کیا
کبھی اس طرح سے شیشہ کو نہ توڑے پتھر
اتنا تو جانتا ہوں کہ آفت رمدہ ہوں

غافل

فروغ
فلق
قدر
گویا
مفتی
میر
مصطفی

کشتی تن کو نہیں بھر حوادث میں امن جھے ہیں غم کے پرے اس کے کشور دلیں نور ہی ہے تنگ دنیا میں رہ تفریح طبع تکوا میں ہم نے دست حوادث سے کھائی ہیں اس زندگی سے حشر میں اللہ ہی بچائے بیکس نہیں ہے بے وطنی میں کوئی بشر ہندوستان بھر میں ہے ماتم معاش کا جی میں ہے آہ سے احوال درگوں کردوں کیا مصیبت کی سختیاں ہوں بیاں مضطرب کیوں نہ ہو دل مضطر یارب مجھے نجات دے اس منحصر سے تو چلتی رہی نفس کی چھری دل پہ رات دن لی نہ غم کدہ دھس میں جگہ اتنی خوف سے بھولے ہوئے لوگ اپنی خواہشیں دیکھیں ہوتا ہے دن بسر کیونکر گرہی حال ہے میرا تو سوئے ملک عدم تم تو دانا ہو کہیں کیا اے نصیر اتنا یہ رنج آرام نہیں تو ہے نصیر آہ میں ذرا گلیں روزگار کے ہاتھوں سے لے نصیر حادثوں سے بے خطر نساخ ہیں عالی دماغ حادثات دہر سے امین رہے عالی دماغ اس دور میں گزر نہیں جو غم نشا ط کا آرام کہاں نصیب ہسم کو گھر بنائے اس قدر کثرت سے رنج و یاس نے جاتا کہاں حوادث عالم سے بھاگ کر لگا رہتا ہے کھٹکا ہر گھڑی سیل حوادث کا ہے پختہ مزاجوں کے لئے تنگ حوادث وحشت نہ پوچھ حال پریشانی دماغ کہیں کیا جو دنیا سے ہم لے چلے پختہ مغز وں کو نہیں باد حوادث سے ضرر کر دیا موج حوادث نے وہیں برباد آہ ہر شخص سے اٹھنے کا نہیں بار مصیبت نازک دل انسان ہے دکھائے مصیبت	لوٹ ہی جاتے ہیں ہر موج میں لنگر دوچار نقارہ بج گیا اندوہ کے رسالوں کا ہمدم ضیق النفس باد سحر ہونے کو ہے میٹھے ہیں گھاٹ گھاٹ کا پانی پئے ہوئے انسان جس کو رنج و بلا میں بسر کرے دنیا کی آفتوں کو ہے صحبت غریب سے جس گھر میں دیکھتا ہوں یہی ملے ملے ہے تنگ رکھتی ہے مجھے گردش ایام بہت دن قیامت ہے اور رات پہاڑ بن گئیں اس کو مشکلات پہاڑ افکار کا جوم ہے دن رات بے طرح عالم میں چن صورت بسمل نہیں ملا کہ روؤں بیٹھے کے میں نامرادی دل پر ایسے پر آشوب عالم میں کہاں کی خواہشیں شب تو گزری خدا خدا کرتے میں اگر آج نہ جاؤں گا تو کل جاؤں گا فروغ دنیا سے لا حاصل یہ کیوں گنجیں ہیں آب دنرات رہتی ہے فلک پیر کو جنبش دیوار و در کی سیر کروں کیا بنا کے چول خوف اہل آسماں کو کب ہوا سیلاب کا خوف سکان فلک کو کب ہوا ہونچال کا وہ کون ہے دل کہ جو اندوہیں نہیں کھٹکا درپیش ہے سفر کا دل مرے سینے میں چھتا ہو گیا زنبور کا کس جا یہ آسمان نہیں یہ زمیں نہیں خرابات جہاں میں گھر کوئی آباد کیا کیجے رہتا ہے سلامت شمس خاموش ہیں ناوک ہلا کے ہدف چار سو سے ہم غم و رنج درد و الم لے چلے صد مہ صرصر سے ہو جاتی ہے شاخ خام خم جوں حباب اس بحر میں ہم کوئی دم بیٹھے اٹھے دشمن بھی کسی کا نہ کبھی پائے مصیبت موت آئے مگر شکل نہ دکھائے مصیبت	میکش نیر مجموع مضطرب نظم نظر نواب نصیر نساخ نسیم واسطی وقار وحشت ہوش ہمد ہمز	مصاب دنیا میں بڑا روگ ہے آزار مصیبت یارب کوئی انسان نہ ہو بجا مصیبت رستم کا جگہ پانی ہوا اس رنج و الم میں بہن کے رواں تو شش مصیبت سے ہو رہی تھی ہنگام مصیبت کا نہیں کوئی بھی تھی یوسف سے ملے جہانوں نے دیکھو دعا کی دل کا بھی مصیبت میں اس وقت میں کوئی کس سے تنہا کرے مصیبت کا زمانہ چراغ خدا ہے یہ مصیبت کا زمانہ کیا تو خدا ہے یہ مصیبت کا زمانہ اس وقت میں بیگانہ کہاں ہے گمانہ کانوں سے سنا جس نے مصیبت کا زمانہ بے موت بھی وہ مر گیا کچھ کہ کے بیانہ برگشتہ مصیبت ہی میں ہوا لاخو کا ایمان وڑتا ہے مصیبت کے ہنریوں ہوا نادان کچھ غم نہیں ہے تجھ کو اللہ ہے نگہبان
--	--	---	---

زوال میں نہیں باقی کوئی کسی کا شریک تنہا لحد میں چھوڑ کے ہم کو چلے گئے کون ہوتا ہے برے وقت کا ساتھی بدیل جانتے تھے جس کو ہم اپنا وہی بیگانہ تھا جو خدا آشنا نہیں کوئی سب بھلے وقت کے اخلاص بندے والے سکھ کے سب ساتھی ہیں دکھ کا تو نہیں کوئی رفیق وقت مشکل میں کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے وقت مشکل خود غرض دیتے نہیں بہرہ کا ساتھ لو نزع کے عالم میں پھری جاتی ہے پتلی مصیبت کو کوئی مٹاتا نہیں راحت و آرام و عقل و طاقت و ہوش و حواس وقت بد میں بدتر از غیر آشنا ہو جائے گا ساتھ کس کا کوئی دیتا ہے پریشانی میں وقت پڑتا ہے تو کوئی آشنا ہوتا نہیں دل سے نالے بھی نکلے جاتے ہیں ولے قسمت کہ رہا میں لب بحر ذخار عزیز و اقربا و دوست سب دنیا کے جھگڑے تھے زندگی میں ہی ہیں سب یا سمجھ لو حیرت دن اچھے تھے جب تک مرے مہرباں تھے نہ کرے دوست یگانوں کا بھروسہ کوئی وقت بد میں کون دیتا ہے کسی کا ساتھ رند ہیں یہ سارے جیتے جی کے واسطے ہو نہ روز فراق میں یوں کہ ایک دم بھی پیٹ میں ہو قبر تاریک میں احباب نے تنہا چھوڑا چھوڑ کر قبر میں رخصت ہوئے سارے احباب نہ بعد از دفن مرقد پر عزیز و اقربا ٹھہرے ریخ و الم میں کون دے ساتھ بلا نصیب کا دل بستگی اسے شہید چھوڑو چل دے صبر و خرد بیتابی دل دیکھو ایام مصیبت میں کسی نے نہ وفا کی وقت خدا نہ خواستہ پڑ جو گیا تو سب خلا ہیں رو خوشی جو نصیب ہو تو غریب و رفیق بھی ساتھ رہا	رفیق دوست پسہ اقربا غلام عزیز افسوس اپنے کام نہ اسوقت آئے دوست طور جل جل کے پھنکا داد نہ دی موسیٰ نے سچ تو یہ ہے کوئی بڑے وقت میں اپنا نہ تھا کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور پر بڑے وقت کوئی دوست مددگار نہیں یا راحت ہیں بہت یا مصیبت کم ہیں ہر گراں بار سے کرتے ہیں سکسار گریز آرزو میں رہ گئیں دل میں گیا تنہا شباب سچ ہے کوئی اپنا دم مشکل نہیں ہوتا اڑی پر کوئی کام آتا نہیں مہرباں کرنے لگے ناہربانی وقت نزع گور میں ہر عضو آپس میں جدا ہو جائے گا رنگ گلشن میں کبھی ہم سفر ہو نہ ہوا دشمن فرہاد نکلا تیشہ فرہاد بھی کون اپنا شریک حال ہوا آشنا چھوڑ کے تنہا مجھے سب پار ہو فنا کے بعد کوئی دیکھنے آیا نہ تربت میں کوئی آتا نہیں پھر گور غریباں کی طرف برے وقت میں سب کنارے ہوئے ہیں سچ ہے مشکل میں کسی کا نہیں ہوتا کوئی یا ر ثابت اک ملی دنیا میں تنہائی مجھے کون مرتا ہے کسی کے واسطے نہ رہتے دیکھا کبھی برے وقت اکچھ بھی میں یا ر اپنا اٹھ گئی شمع بھی باری شب اول بھر کے نہ رہا ایک نگہباں سب تربت باقی نہ ہمد اکدم ٹھہرے نہ یار و آشنا ٹھہرے چھوڑ دیا امید نے دل کو فگار دیکھو دنیا میں نہیں کوئی کسی کا راہ لی ہمارہیوں نے راہ مشکل دیکھو سچ ہے یہ مثل کوئی کسی کا نہیں ہوتا شاو کہاں کسی کو یاد اگلی تری بھلائیوں رہ ملک عدم کی طرف جو چلے کوئی اپنا شریک سفر نہ رہا	باقی بلاغت بیدل بیدم بیان پر تو تواب تجمل تسلیم جوار جنون جلال جلیل جو یا حیرت داغ ذوق رند سودا سفیر سراج سعید شاد شہید شفیق شاو صغیر صغیر	مصیبت میں کوئی ساتھی نہیں برا ہوتا ہے وقت بد بظہیر ازردہ دکھائے یگانے غیر بنجانے ہیں اکثر وقت جذبات خدا کوئی نہیں اپنا زمانہ ہیں پتا نہیں رہا ہے سب میں شامل نہ ہوا نہیں ہوتا ہے حال میں شامل نہ ہوا رد تک جی تو کسی کا آشنا کوئی پس مردانہ نہیں ہوتا سب احباب جانی ہیں گراں زندگی کے بار میں ہوتا ہے شریک کب جلا کوئی کسی کے دل میں گریں بیچارہ کب بنا کرتے ہیں ساتھی دنیا میں سب بن جائے ہیں سب ان کے کوئی بگڑی کا باجس ان کے کتنے تو بہت منہ چھپا گئے پہنچا چھپکے شمشاد غلاب گور چھپا گیا جو حد کا ہمدردی کرے اپنی سوائے کسی کون ہمدردی نہیں کوئی دل زبور کا پوچھنے والا دوست ان کے بی بی بہتر کہ دو سہرا نہ ہے حال یکیں جبر و خرد جان و تن کے ہیں پاں نہ غم میں صبر و خرد جان و تن کے ہیں ہمدرد ہوں نہ کسی ہمدرد کے ہیں
---	---	---	--

مصیبت کے بعد راحت
ہم زمانہ میں خوشی بعد من ریختے ہیں
شام غربت میں نہاں صبح و صبح دیکھتے ہیں

معرفت

کریں تکلیف سے محبت قصد کعبہ
یہاں بھی خدا ہے وہاں بھی خدا ہے
بہت دور ہے منزل دوست ایدل
جو پہلے ہو پھر خدا ہی خدا ہے
عشاق کی گزرتی ہے مر مر کے زندگی
ان کے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا
پر نور ہے وہ جلوہ جانانہ کسی کا
خود شمع کا شعلہ بھی ہے پرانی کسی کا
کیا گزرتی ہے کس طرح سے کہیں
بائے اہل مستعار کی یاد تیری
رہے ہر دم ہمیشہ یاد تیری
جلد صبر کیجو آدھن بس تو ہی تو ہے
بند کر لیجئے جس وقت رہ دیدہ و گوشت
بہ تکلف خبر از من آسمانی ہے

وقت بد میں ہر طرف سے چٹکیں ہونے لگیں
پہلو سے دو گھڑی جو سرکتے نہ تھے کبھی
کسی کے کوئی کام آتا نہیں وہ وقت آیا ہے
روز بد سے ڈر کے ہو جاتے ہیں پھر
بیکیسی میں بجز اللہ کے دیکھا ہم نے
دیکھا نہ پھر کے آنکھ چراۓ چلے گئے
کوئی شریک برے وقت کا نہیں سچ ہے
کسی کا ساتھ مصیبت میں کون دیتا ہے
سایہ بھی تو ہمراہ لحد میں نہیں جاتا
اسیر دام ہو کر بلبلاں نہ کر شیون

آئینوں میں جا بجا سورج گہن ثابت ہوا
گھبرا گئے وہ قبر میں تاخیر دیکھ کر
کہ انساں ہاتھ سے اپنے لحد اپنی بنا رکھے
دوست دشمن آشنا نا آشنا
اپنا غمخوار کوئی یار و برادر نہ ہوا
رکھ کر لحد میں اپنے پر اے چلے گئے
عدو تو کیا نہ مرے دوستدار کام آئے
بدن کے ساتھ ہوئی دفن کب مزار میں روح
ساتھی کوئی مشکل میں کسی کا نہیں ہوتا
شریک حال ہوتا کون ہے کسی مصیبت میں

مصیبت کے بعد راحت

فروغ جاں کبھی بے کلفت ملال نہیں
بعد تکلیف کے راحت کا بھی ہونا ہے ضرور
بے رنج راج ہووے نہ بخت اور حصول
مصیبت اگر ہے تو راحت بھی ہوگی
جو پہلے نیش کھائے ذائقہ وہ نوش کا پائے
کیوں آمد خزاں سے ہوں افسردہ مثل گل
آتے ہیں اشک کثرت خنداں سے آنکھ میں
ہے سامنا بلا کا پس از عافیت ضرور
میں رنج و غم سے گھبراتا نہیں اسکا سبب یہ ہے
شکایت کیا خدا سے ہے اگر بنگر بگڑاتی ہے
سختی سے ملا کرتی ہیں آرائش صابر
اے سپہر مدعی اب غم سے فرصت چاہئے
عاشق کشود کار کے امیدوار ہیں
اٹھالے تھوڑی سی تحصیل علم میں محنت
یکساں کبھی زمانہ کی حالت نہیں رہی
رنج کے بعد میسر تجھے راحت ہوگی
چھٹکر قفس سے جائینگے گلشن میں مصفیہ
اشارہ یہ تجھیں خطی سے ہے
کسی کو ملک و مال آساں نہیں دیتا کبھی گرد و
راحت کے بعد رنج ہے راحت ہے بعد رنج

وہ آفتاب نہیں ہے جسے زوال نہیں
کیا عجب آڑے مری آئے مصیبت میری
راحت کی گ طلب ہے تو رنج و محن کو دیکھ
کہ گاہے چناں اور گاہے چنیں ہے
برائی سر پہ لے اول تو ہو ساماں بھلائی کا
کیا پھر کبھی نہ آئے گا موسم بہار کا
افسردگی دلیل ہے ہونا سرور کا
ہوتی ہے عافیت کی توقع بلا کے بعد
مصیبت کہتی ہے بعد اسکے راحت آنی والی ہے
بدل عسرا کا سیرا ہے اگر تقدیر پھرتی ہے
بے پیسے نہ ہاتھوں میں ہوا رنگ جنا کا
بعد عسرت کے مقرر ہے جو سیرت چاہئے
حد سے زیادہ غم ہے ہوی انتہائے رنج
یہ سچ ہے ملتی ہے محنت کے بعد راحت بھی
عسرت بھی کیوں رہی جو عسرت نہیں ہی
غم نہ کھا غم سے پریشان طبیعت ہوگی
ہونگے کبھی نہ قابل پرواز بال کیا
وہ رحمت میں ہے جو کہ زحمت میں ہے
اگر یوسف بھی ہو پہلے کنویں اسکو جھنکار کھے
ایما یہی ہے گردش لیل و نہار کا

سہیل

مہر
 کون وہ کیا ہے کہ انداز نہ لے نہیں
 سوچ نہیں نہیں سر پہ انداز نہیں
 سچ نہیں میں ہے یہ انداز نہیں
 جہم ایسا ہی صداغیر کی آواز نہیں
 ہے پتیر کی یاد ہر گاہ
 نہیں آگاہ مست ہر گاہ
 غیب کہ صراحت مستور
 کہاں کسی نے کہا
 نہیں کہیں کہیں
 تقدیر فہم کا کون سا
 نیا نیا کون کا اس سے جدا
 کر کے بی بی کی نشیں کو
 مجھ کی غلطی ہے یہ کام
 تامل کر کے تو میں نہیں ہوں
 ظاہر تو ہے تو میں عیب ہوں
 باطن تو ہے کسی صفائی کا
 ہے عشق سے حسن کی صفائی کا
 لہذا ہے ہوئی ہے پارسائی کا
 لہذا ہے کائنات ہے ظہور کثرت
 وحدت کا ثبوت ہے خدا ہی کا
 بندہ ہی کے دم سے ہے خدا ہی کا
 کہ جو رجسٹر کر کے تو انعام
 میں کام سے وہ خوش ہے اسے کام
 سر کفر کا

اجد
 افسوس
 اکبر

اسمیل

گرداب و جناب و موج سب پانی ہیں
 یہ بنیانی ہی اپنی مانع دیدار ہوتی ہے
 آنکھوں سے دیکھیں عربستان والے
 پڑھ رہا ہے سوزہ انا فتحنا بھول بھول
 ہے تجلی تری یا خالق سماں آتش
 تو ہی بسا ہوا ہے ہر گل میں ہر کلی میں
 کیا ترا جلوہ نہیں بکھا مری تقدیر میں
 کھول دی آنکھیں تو چپ بٹھا دل دلگیر میں
 ہر جامکاں ہے تیرا اولامکان والے
 کعبہ و دیر میں تم خاک اڑاتے ہو عبت
 حدوت آئینہ حسن قدم ہے
 کہ ہے معروف و عارف آپ ہی تو
 بات جو پیر خرابات نے سمجھائی ہے
 ہم خود سائل ہیں خود سوال اور جواب
 ہم خود ہیں سبب اور ہیں خود ہی باب
 منہ اور موحّد سب میں یکیاں
 پہنچا ہے جو قریب وہی دور دور ہے
 یعنی حریص تر ہے وہی جو صبور ہے
 فنا بعد فنا بعد فنا عرض
 کہ تو میں بنے اور میں تو بنوں
 لگا غوطہ کہ ہے گرداب صحراء
 تو ہے لاہوت میں دریائے خاموش
 عجب کہ بندہ نہ دعویٰ کرے خدائی کا
 اس روئے پاک کو نظریاک چاہئے
 میں ہی میں ہوں پھر مجھے کیا چاہئے
 مجھ کو آتی ہے یہ میری ہی صدا کہہاں
 عالم غیب سے یوں دل میں نہ آتی ہے
 نہاں ڈھونڈھا تو آیارنگ دبو میں
 نہ جامد ہے نہ مصدر ہے نہ شوق
 ہے قید جسم تو جسمانیوں میں
 نہیں ہوتا کسی حسانہ میں تو مات
 کہ بے کثرت نہیں وحدت کا اظہار
 بتاؤں غیب کس کو ماسوا کیا

ہے فرق ذرا سا ورنہ ہر شے ہمہ اوست
 حرم اور دیر میں یکیاں ہی جلوہ دہشت کا لیکن
 ہیں سارے جلوے سبحان والے
 کنت کنز اغضیا کا رنگ ہر غنچہ میں ہے
 بل گیا طور گرے غش میں جناب موسیٰ
 گلشن میں جا کے دیکھو بل کی یہ صدا ہے
 ہر گدے میں نہاں ہے پھر بھی ہر ناز حیا
 بند کیں آنکھیں تو میرے سامنے پھرتا رہا
 مسجد میں سیکہ میں کعبہ میں تیکہ میں
 جلوہ گرد دل ہی میں اکبر ہے جمال محبوب
 نہ ہو وحدت تو کثرت بھی عدم ہے
 نہ پایا ہے نہ پائے گا کسی تو
 منہ پہ لاؤں تو یہ کم طرف بہک جائیں ابھی
 ہم عالم خواب میں ہیں یا ہم میں خواب
 آتی نہیں کوئی شے کہیں باہر سے
 حقیقت سے نہیں ہے کوئی آگاہ
 مطلق یکانگی ہے تو نزدیک و دور کیا
 تارک وہی ہے جس نے کیا کل کو اختیار
 شعور ہستی موم ہوم ہے کھنر
 بیاں تک میں یکیاں دیکھو بنوں
 تیمم کر کے خاک تر ہے دریا
 اگر ناسوت میں ہے موج پر جوش
 وہیں سے جب کہ اشارہ ہو خود نمائی کا
 آئینہ بن کہ شاہد و مشہود ایک ہے
 میں اگر وہ ہوں جو ہونا چاہئے
 ہیں زمین و آسمان ہنگامہ وحدت
 خود منادی و مناد ہی ہوں نہ غیبت جھوٹ
 عیاں دیکھا تو چو خپا غیب ہو میں
 مگر مطلق میں ہے تو عین مطلق
 ہے اصل روح تو روحانیوں میں
 مقید میں مقید ہے تری ذات
 تری وحدت میں کثرت ہے نمودار
 ہے اک آئینہ حسانہ بزم کثرت

معرفت

انوار رب کی ہے خدائی کا ارا
عجز و نیاز کیا ہے کہاں غور ہے
وعدت میں اعتبار حدت و قہر ہے
تجارب بطون میں پناہ کفر و اللہ احد
چھوٹی ہیں کیا بیاں پھر کفر و کائنات خلق
بجرا ہے باغی و حدت کا و کائنات خلق
خود بدل کو ناسخ و حق سولی چھلے مارا
اک مرتبہ کی تپا پہلے میں جان والی
اول باب کے تپا پہلے میں جان والی
پھر اس کو خود قضا کی صورت کی صورت والا
کردن میں نہیں کی الفت کا طوق والا
بلبل کو باز تو ہے کیاں ہے جلد و دست کی
کرم اور دین میں کیاں ہے دیدار ہوئی ہے
پہنچائی جا رہی مانع و دیدار ہوئی ہے
نہ ملا پیک تصور کو کسی جائے پنا
وہ خدا جانے کیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
تو یہ میرے دل میں تھا جس جبر کی ہوئی
ذرا جھجکا ہے تو حاصل عرش میں ہوا
پوش میں پاپا نہ پہنچا ہے پناہ
خود دی میں رہی ہے ہم پر کیا
دیکھتی ہیں

بیمیں

ارکب

فنون

صن

=

=

=

=

گر کفر کی راہ سے رسائی ہو و ملاں
بندہ ہوں تو اک خدا بتاؤں اپنا
ہے بندگی وہم اور خدائی پندار
ڈھونڈھا کرے لاکھ کوئی کیا ملتا ہے
جب تک کہ ہے بندگی خدائی کا حجاب
کس طور سے کس طرح سے کیونکر پایا
باقی رہا مدعا نہ دعویٰ نہ دلیل
مقصود ہے بعد جستجو سے باہر
اندر باہر کا سب یقین ہے غلط
تقریر سے وہ فزوں بیاں سے باہر
اندر باہر ہے وہ نہ پیدا پہناں
سیدار مئی و جو رہے خواب عدم میں غرق
ہے راہ کی تلاش تو کر گری طلب
خاک سے افلاک تک ہے در و تیر و نام
اول و آخر بھی تو ہے ظاہر و باطن بھی تو
ایک دو گھونٹ جام وحدت کے
سب سائے تجھ میں ہیں یا تو سما یا سب ہیں
کیسی طلب کہاں کی طلب کس لئے طلب
ہے کائنات گرد رہ کائنات عشق
مرچکے جیتے جی خوش قسمت
جلوت کا بھروسہ ہے نہ خلوت کی توقع
ہے شعور ما سوا بھی اک حجاب آگہی
غیر سمجھا ہے کسے اے ہمنشین
تم نے کب دیکھا ہے بے رنگی کا رنگ
تیرے سوا اسے نظر آتا نہیں کوئی
جب تک ہے عشق و عاشق و مشوق میں
اپنی ہی جلوہ گری ہے یہ کوئی اور نہیں
اتنا تو جانتے ہیں کہ بندے خدا کے ہیں
ہے مجھے کشمکش سعی و طلب سے نفرت
ہو دم عرض تجلی پاش پاش
حسن کی کیا ابتدا کیا انتہا
نہ ہو جب فرق ہی تو راہ کیوں ہو
تھی چھٹیر اسی طرف سے ورنہ

اس کفر کو تو حبا وہ اسلام سمجھ
خالق ہوں تو اک جہاں دکھاؤں پنا
میں وہ ہوں کہ خود پتہ پاؤں اپنا
دن کا کہیں رات کو پتا ملتا ہے
بندہ کو بھلا کہیں خدا ملتا ہے
دل نذر کیا سراغ و لبر یا یا
کھوئے گئے آپ ہی تو سب بھریا یا
وہ گل ہے دلیل رنگ و بو سے باہر
مطلب ہے کلام و گفتگو سے باہر
ادراک سے وہ بری گساں سے باہر
سرحد مکان و لامکان سے باہر
لب بند ہو گئے یہی روز نشور ہے
عقل و ہی ہے عقل میں چکی فتور ہے
کونسی عقل ہے وہ جس میں ترا چرچا نہیں
تو ہی تو ہے پر کہیں تیرا پتہ لگتا نہیں
جو نہ پی لے وہ متقی ہی نہیں
اس پہلی کو کسی نے آج تک پوچھا نہیں
ہم ہیں تو وہ نہیں ہے جو وہ ہے تو ہم نہیں
وہ دل ہی کیا کہ جس میں تری جستجو نہ ہو
اس سے اچھی تو زندگی ہی نہیں
سب وہم تھا یا روں نے جو تاکے تھے ٹھکانا
بے خبر جب تک نہ ہو لے با خبر ہوتا نہیں
میرے دل میں بدگمانی اور ہے
بے نشانی کی نشانی اور ہے
حاصل جہاں میں جسے عین یقین ہے
کھلتا کسی پر راز حدوث و قدم نہیں
غور سے دیکھ اگر آنکھ میں بنیانی ہے
آگے حواس کم خردنار سا کے ہیں
دل مرا ترک تنہا کائناتی ہے
سینہ مثل طور سینا چاہئے
شیفہ بھی بے سرو یا چاہئے
نہ ہو کوئی تو پھر آگاہ کیوں ہو
میں اور مجال آرزو کی

اسمعیل

<p>معرفت</p> <p>وہی ذرہ ہے بنانا ہے مثال نورانیہ</p> <p>پھر وہی ذرہ بنانا ہے جو ہے شکل پہ مچھلا</p> <p>شعشعہ مصل ہے وہی اور وہی پورانیہ</p> <p>نور و جلال ہے جس میں ہے نورانیہ</p> <p>گل بنانا ہے جس میں ہے نورانیہ</p> <p>کبھی سب رنگ دکھانا ہے جو ہے نورانیہ</p> <p>صاحب غم نہیں پاتا ہے جو ہے نورانیہ</p> <p>جسے مجھ کو نہیں دیکھتا ہے جو ہے نورانیہ</p> <p>دوئی جب تک کہ نہ تو ہے نورانیہ</p> <p>طرف وحدت کے لئے نہ اچھلنے بابا ہے</p> <p>نہ مجھے پھول کے لئے نہ اچھلنے بابا ہے</p> <p>ایک اک جلوہ گر دیکر کا جلوہ جا بجا ہے</p> <p>بجھ کر نہیں وہ ہے بجھ کر نہیں وہ ہے</p> <p>وہی بلبل دی خاطر ہے جو ہے نورانیہ</p> <p>اگر اس کو جدا ہے تو ہے نورانیہ</p> <p>کلکے دل نہ اپنا گلشن فانی ہے</p> <p>ہر اک گل کے تئیں خالی جو ہے نورانیہ</p> <p>شب تاریک دنیا میں نہ ہوئے راہ بنیاد ہے</p> <p>اگر اس راہ پر گام نہ لگتا ہے</p> <p>جس میں نظر</p>	<p>کون ایسی جا نہیں ہے وہ جہاں ملتا نہیں</p> <p>جس نے خودی مٹائی وہ بندہ خدا ہوا</p> <p>جب آنکھ بند کی وہیں ملے راستہ ہوا</p> <p>آگاہ کیا جدید ہو حال قدیم سے</p> <p>کر مک شب تاب بھی موسیٰ چراغ طور ہے</p> <p>غافل تجھے خبر نہیں حبل الوریہ کی</p> <p>کہ یار ہے رگ جاں سے زیادہ نزدیک</p> <p>کہ ہستی خودی ہے خدائی فنا ہے</p> <p>ہم نہ ہوتے تو یہاں نام ہمارا ہوتا</p> <p>خکل دکھلاتے جو تم اور ہی نقش ہوتا</p> <p>وہ جسم میں ہے وہ جان میں ہے نشان تباؤں میں</p> <p>کہ اوس کا ہو کے پھر کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا</p> <p>میں نے ہر شے میں تری جلوہ نمائی دیکھی</p> <p>کہیں نیکیاں و گماں بنا کہیں کے نشان نشان ہوا</p> <p>کہیں آپ اپنا یقیں بنا کہیں آپ اپنا گماں ہوا</p> <p>بس حقیقت میں ہی حاصل عرفاں ہے</p> <p>جو نہاں ہوا تو نہاں ہوا جو عیاں ہوا تو عیاں ہوا</p> <p>کہیں ل نہا کہیں دل رہا کہیں پناہ دہاں ہوا</p> <p>کبھی حملہ حادث قدم دیکھتے ہیں</p> <p>تو ہی تو ہے اتنا تو ہم دیکھتے ہیں</p> <p>در پردہ ہر اک ساز میں جو بول رہا ہے</p> <p>ہو کے بیدم بخدا جلوہ جانان دیکھا</p> <p>مٹے پردہ تو ہم کا تو یہ ناداں ہے دانا</p> <p>کھو کے خودی کو خودی جو ہو اس کو اس پاتا ہے</p> <p>جو نظر سے اپنی گزرے تو وہی ہے سرسبز</p> <p>جس کو دیکھے گا یہی سمجھے گا ہے اس کی خبر</p> <p>ویسا ہی اب ملے نشان ہر نشان کے بیچ</p> <p>نظر آتا ہے تو ہی حیا سو آج</p> <p>شوق ہے تجھ کو اگر اس یار کے دیدار کا</p> <p>ہر اک شے میں ہے ہر جگہ اگر ہے چھپا دیکھا</p> <p>وہی ہر سو نظر آتا ہے جو ہے گل پہ محیط</p> <p>اور وہی رنج دکھاتا ہے جو ہے گل پہ محیط</p> <p>مناک میں پھر وہ ملاتا ہے جو ہے گل پہ محیط</p>	<p>دیدہ حق میں نہ تھی محتاج دیدار عجیب</p> <p>زاہد ذرا مقام تصوف کی سیر کر</p> <p>راہ مقام بار تصور سے ہر قریب</p> <p>خالق کی معرفت میں ہے عاجز ہر اک بشر</p> <p>دیکھ آنکھوں میں اگر کچھ معرفت کا نور ہے</p> <p>تو جس سے ہے بعید وہ تجھ سے قریب ہے</p> <p>جو اس کو دور سمجھتے ہیں عقل ہی دور ہے</p> <p>جبابوں نے سائل پر مٹ کر بتایا</p> <p>نستی باعث شہرت ہے مثال عمقا</p> <p>پردہ پوشی سے رہا آپ کی پردہ سکا</p> <p>اسی کا جلوہ جہاں میں ہے وہی ہر کجیاں</p> <p>وصال یار تہیہ فراق ہر دو عالم ہے</p> <p>نظر آیا مجھے ہر رنگ میں تیرا ہی ظہور</p> <p>نئی شان سے ہو جلوہ گر وہ جہاں جلوہ کنان</p> <p>کہیں خیر و شر کہیں بولبشر کہیں رہبر</p> <p>دونوں عالم میں بجز یار کوئی غیر نہیں</p> <p>کہیں رب ارنی کی دی صدا کہیں لہرانی سنگیا</p> <p>کہ مرخص مرض و سجن وہی چارہ ساز و دوانا</p> <p>کبھی اپنی ہستی عدم دیکھتے ہیں</p> <p>جو تیرے سوا دیکھتا ہو سو جانے</p> <p>اسرار جو مختص ہیں وہی کھول رہا ہے</p> <p>آپ کو کھو کے نہ پوچھو کہ ملا کیا ہم کو</p> <p>دوئی کا دور ہو یکسر نشان کیا نظر آئے</p> <p>جب تک پردہ خودی پر ہے نظر نہ آئے گاہر</p> <p>ہے نہیں خالی کوئی جا اس کے سمع نور سے</p> <p>ویر مسجد میکہ کیا کعبہ و تخانہ کیا</p> <p>اس بے نشان کا جیسا نہ ملتا تھا کچھ نشان</p> <p>بسا آنکھوں میں ہے جلوہ جوتیرا</p> <p>خلق کی جانب سے سی ہے چشم اپنی ای عزیز</p> <p>پھروں تھا دھونڈتا جسکو اسو اب جا بجا دیکھا</p> <p>عشق اس کا مجھے بھاتا ہے جو ہے گل پہ محیط</p> <p>نخل فرحت سے وہی سب کو شرب نشا ہے</p> <p>خاک سے کرتا ہے پیدا وہی شکل انسان</p>
---	--	---

مست
 باب کیوں نہ ذکر یا ہمیشہ رہے تراب
 کرتا ہوں نفی غیر میں ہر لالہ میں
 لگاؤ نہ ہے وہ نہیں جس کو حقیقت سے غم
 آدمی کو مصرفت اپنی کسارت میں
 تراب اتنا بھڑا رہ کہ وحدت میں کثرت ہے
 نظر صورت پر کچھ حقیقت نظر پہلے
 اول و آخر وہی ہے ظاہر و باطن وہی
 آخر کر دے ہیں ثابت کوئی تپ جائے
 اسی وحدت سے ہے کثرت پیدا
 نہیں جمع میں واحد وہی ہے
 بندہ فانی انا الحق کیا کہے کا پتہ
 جب خودی کے اپنی غلاب خدائی چھپا
 حقیقت میں ہے سابد وہی ہے
 جاری شکل میں سابد وہی ہے
 وہی سجد اور سجد وہی ہے
 کیوں سجد اٹھائے تراب کی توفیق
 وہ تو ہے تجھ سے بلایا کیوں ہے خبر
 ہوا یا دین اس کی یوں ہے مجھے
 کہ بھولا سب اپنا پر کیا مجھے

جس سمت نظر جاتی ہے اویار تو ہی ہے
 تجھ کو ہی تو کہتے ہیں نہ نکار نہ سخن
 ایسا داور ابقا کا ہے مالک تو ہی پیارے
 ہر نرم میں روشن ہی تو ہی شمع کی صورت
 مسجد میں کہیں بیٹھکے تو وعظ کرے ہی
 جزیرے نہ تختاور غمگین کو ہے خواہش
 جب چشم بستگی ہو مجھے اس جہان میں
 ذات حق ہے جلوہ گر لیکن نہیں طالب کوئی
 انا الحق صورت منصور ہر ذرہ کے لب پر ہے
 عجب دولت ہے یار و گنج عرفاں
 نہ دنیا سے لذت نہ عقبے سے رغبت
 اسے وہ کیوں نہ پہچانے جو خوب اپنے تئیں جانے
 تراب اس ذات میں ایسا تو کم ہو
 کس طرح تراب آتی ہو ارواح بدن میں
 نشاں اس کا کسی سے کب بیاں ہو
 کیوں نہ ہو واصل بحق نکلے جو عالم تراب
 وہی ہے سمیع اور وہی ہے کلیم
 نہ کوئی معشوق ہو صوری نہ کوئی عاشق مجذوب
 جلے اندیشہ ہے گھر خالی رہو گراؤ تراب
 ہے عدم کے سوا بطون میں کیا
 رہو حبا گتے چاہو سوتے رہو
 چاہو مسجد میں رہو چاہو ہوں دیرین جا
 کنت کنزاً سے نہیں علم جسے کیا جانے
 نہیں جس سے ہرگز ملاقات ہے
 بد کہے کیونکر کسی کو جھکر دل میں تراب
 وہ تو ہے دل میں ترے کعبہ چلا ہی جس لئے
 طبیعت سے اپنی نکل جائے سالک
 کہاں طالب کہاں رہتا ہے مطلوب
 ہر فنا میں ہے رویداد و بقا
 غائب از خلق کیوں تراب نہ ہو
 تیرے قدم سے حرمت دیر و کشت ہے
 لگا تو شوق سے بحر محیط میں غوطہ
 ذرہ ذرہ میں چمکتا ہے وہی مہر منیر

گلزار میں گل تو ہی ہے اور خار تو ہی ہے
 اور جگت میں جو بسا ہے اقرار تو ہی ہے
 فنا سے پھر رکھتا بھی سرو کار تو ہی ہے
 پروانہ منط جلنے کو تیار تو ہی ہے
 میخانہ میں بنت کہیں میخوار تو ہی ہے
 کوئین میں مطلوب بس اے یار تو ہی ہے
 آنکھوں کے سامنے وہی حال جناب ہو
 شمع نورش ہے پرافسوس پروانہ نہیں
 کوئی دیکھے عیاں ہونا ترے سر پہ نہاں کا
 خدا کی معرفت ہے کان نعمت
 ادھر ہوں تو کیا ہوں ادھر ہوں تو کیا ہوں
 کہیں چاہے سو ملانے تراب ایسا نہیں بھولا
 گھلے جس طرح پانی میں بتا شا
 کوئی عارف حق صاحب اسرار سے پوچھو
 وہی پائے نشاں جو بے نشاں ہو
 بندہ جب چھوٹے خودی سے تب خدائی نقدا
 یہ طرف سخن ہے عجب بات ہے
 وہ اپنے حسن پر جو آپ گرم عشق بازی ہے
 دل میں جب حق بس گیا تب اٹھ گئے سب سے
 معرفت کا مزہ ظہور میں ہے
 مصاحب تمھارا وہ دن رات ہے
 حق رہے پاس تو پھر دونوں یہ گھر میں اپنے
 کس طرح آئے یہاں کون و مکان کو آئے
 جو دیکھا تو سب کے وہی سات ہے
 سب ظہور ہے چلوں سب جلوہ بیچون ہے
 شیخ جی باہر نہ جا گھر سے خدا کیواسطے
 کھلے تب حقیقت سفر دور وطن کی
 جہاں موجود اور واحد وہی ہے
 ترک مطلب حصول مطلب ہے
 وہ تو حاضر ترے حضور میں ہے
 مسجودان کا تو ہے نہ گل ہے نہ شستہ
 کہاں کی موج کہاں کا جاب جانے دی
 نور سے اس کے نہ کوئی ذرہ کو خالی کہنے

مجھے یار سے اب یہی گفتگو ہے
 تراب اس نے دل میں ترے گھر بنایا
 تراب کہہ نہیں سکتا نشان شعلہ طور
 جہاں تک نظر جائے دیکھوں اسی کو
 ارنی تو یہاں کہلے بہت مرگئے عشاق
 دور نزدیک کس کو کہئے تراب
 کلمہ الحق ہے کہ جنز حق نہیں موجود کوئی
 پیدا جو ہم نہ ہوتے اُسے کون جانتا
 ہی پردہ نے میں نفسہ ہوئے
 وہ غیبتی کا مذاق لوٹے جو قید تھی سوائے چھوٹے
 آنکھ پھیلا کے دیکھ ہر بندہ
 نہ سمجھے کوئی یار سے غیر مجھ کو
 صفت جس کی سب سُن کے مشتاق ہیں
 ہر ابتدا کو چاہئے کچھ انتہا تراب
 جد ہر جاؤں تراب اور دھڑو ہی ہے
 پنج گئے وئے جو اُسے پہچانکے چپکے رہے
 پھر اسی کا وجود دیکھ پڑے
 حقیقت کا مزہ سالک نہ پائے
 اُسے میں آپے باہر کہاں دھونڈوں کہاں ٹھکوں
 کثرت سے اس قدر تری وحدت کا زور ہے
 کون بوجھے یہ معاکس سے کہئے چیتاں
 اس طرف شرک جو کفار کو سمجھاتا ہے
 ہر شے میں تراب اصل کو دیکھ
 قرب پہ یار کے وسیل صریح
 رام کہتا ہے کوئی اس کو کہیں کوئی خدا
 تراب اور سب سے یہی خوب ہے
 وہ باہر نہیں اپنے طالب سے ہرگز
 سب گرفتار یک یقین ہیں
 جہاں چاہو وہاں دیکھو جگ اس کے نور سے ہے
 انا الحق کہہ اٹھا منصور جب حق ہو اعمور
 وہ صورت گو مری آنکھوں سے جو دور
 جوش ہستی میں ہیں متنائی
 عارف اس کو کہئے جو اپنے تئیں پہچانکے

جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہی
 تو کس کے لئے در بدر کو بکوبے
 یتاجب اس کا ملے طالب سراغ چلے
 جہاں میں وہی جلوہ گر چار سو ہے
 اس وارئی امین میں قدم رکھو سنبھل کے
 نظر آتا مجھے وہی سب ہے
 ہم تو اس بات سے کچھ اور ہی اثبات ہوئے
 ظاہر ہوا ہے وہ تو ہمارے ظہور سے
 گویا ہے وہی زبان نے سے
 تراب کا دل جو بے ٹوٹے ملے خدا سے گئیانی
 اپنے مولا سے کیا مقرب ہے
 کہ صورت میں میری وہی ہو ہو ہی
 خدا جانے یار وہ کیا ذات ہے
 آغاز عشق کو نہیں انجام چاہئے
 کوئی اس سے کہاں جائے کہ صحر جائے
 بڑھ کے باتیں جو کر و عرفاں کی مارا پڑے
 اپنی ہستی کو جب عدم کر دے
 طبیعت سے نہ جب تک خوب مرے
 حقیقت عین صورت ہو کھلا یہ سخن اقر ہے
 چاروں طرف جہاں میں انا الحق کا شور ہے
 خود وہی گویا ہوئے اور خود وہی شواہد ہے
 اس طرف کلمہ توحید وہ فرماتا ہے
 کیا کام سب تجھے لحاظ شے سے
 ہو معکرو سخن اقرب ہے
 وہی مولا ہے وہی حق ہے وہی ذات ہے
 کہ اپنی محبت خدا ہے مجھے
 اودھرا اور اودھرا جیل سے جستجو ہے
 ہم تو عاشق ہیں لائقین کے
 نہیں اسکی تجلی سے کوئی سنگ و شجر خالی
 وہی خود بولتا ہے نے میں جسکی تعز ساز ہے
 خیال اس کا تو میرے روبرو ہے
 نیستی جان نامراد ہے
 ہر جگہ اپنی حقیقت کا ستا شانی ہے

معرفت
 حقیقت کو اپنی ہی جھلسا خوب
 دجا اہل کشف و کرامات ہے
 کھنکھن کے حق سے ملنا جب تک عالم میں کھجوا
 دو عالم سے کبھی خطے خلا سے گر ملا جائے
 یار درم کہنے ہو سب کو ایک
 بی تو اپنے دل میں اس کو کیا ہم
 کہ وہ نہ دکھاتا تو اُسے دیکھنے کی کیا
 میں نور کو ہم نے تو اسی نور سے دل ترا
 تراب اس کا کلمہ خاص ہے نہ لا
 تو اس کے سوا جی میں ہم نے بھیالے دیکھا
 تراب خاکی میں ہم کو دیدار ہو تو کیا
 جاکھو رہو سو کچھ نظر نہیں پاتا
 میں تو اپنے سب سے بڑے شہر ہے انیا
 عجیب دید ہے طرے جگہ جگہ جاؤں تراب
 عجیب ہے یہ کہاں اب بجا کے کھلے ادھر
 کیا کھیرے دیکھو وہی ہے کوئی کھلے حصہ
 میں طرف دیکھو وہی خدا کی کا ہے حصہ
 دیکھا تو خود ہی میں بھی خدا کی نہیں کرتا
 ہے وہ کوئی اپنی نالائش نہیں کرتا
 کسی کو نہیں ملتی ہے خزانہ کی کلیب
 کھوتا ہی نہیں کلمہ طرف پر اسرار خدا
 دجا دل میں

معرفت

داعظ شہزاد صومند و دیہ کس لئے
ایسی کوئی جگہ ہے کہ جس جا خدا نہ ہو
جہ پر ہے ہے خیال سے اپنے
کب ہو تراب ان سے خودی و انانیت
اوسے کی طرح پانی میں جو ہیں گھلے بہت
تھی خاک جھان کی کسی نے یہ نہ پوچھا
آدم دم حق سے نفس پاک ہے لگا
منزہ وہ تو ہے کون مکان ہے
مکان اس کو کہاں جو لامکاں ہو
کون کی ہوشے ذات کا طالب صفت کو چھوڑ
کس کی تلاش کس کو ہو گر رنگ و بو نہ ہو
کس کی نام نشان کا ہم سے منہ
کوئی نام نشان کے جلوہ گر
ہے سابقہ ہے کیا ہے جو رہے
ظاہر و باطن و بی ہے اس کو رہے
دیکھتے اور پوچھتے اس کو رہے
طالب و مطلوب کیا ہے دور رہے
ایک ہو جاو کہیں منت سے حال کھلا
من عرف نفس سے حال کھلا
آپ کو جانے حق کو پہچانے

تراب

وہی دل میں سما یا ہے وہی آنکھوں میں چھپا یا
مسجد و دیہ و صومند کعبہ
غیر حق کوئی نہیں ہرگز تراب
نہ ہو و جس کو بھی جدائی کر نہ ہرگز جو پوچھا
جہل سے تم پر ہوئی یہ معرفت کی راہ کم
آپ ہی میں اس کو پائے کچھ جو پائے آپ کو
اپنے نام و نشان سے جب گزرو
جلوہ گر اک ذات ہی جسکی صفت ہیں سینکڑوں
ہے تراب عاشقی اسی کی خوب
کعبہ و مسجد میں جاتے ہو بھلا جی کس لئے
ہوا جو کوئی محو ذات و قدم
آنکھ کھولو دیکھ لو عالم میں ہو کس کا ظہور
دیکھ پڑتا ہے کچھ تو ان کو حق
حق تو فرمایا ہی میں تو سب کہیں ہوں کے پاس
آشنا دریا سے ہو موجوں سے مت سازش کرو
کیا میں اس کا نشان ستلاؤں
ہر جگہ یا جلوہ گر ہے تراب
گر خدا سے وصال چاہے تراب
وہی ہے اول و آخر وہی ہو ظاہر و باطن
بالتیں ہے تراب سب میں وہ
کہنا بعید ہے یہ گھر تو ہے دور تیرا
جو عالم بگاڑے گا اپنا تراب
نہ تجھ سے ملا جو یہاں جیتے جیتے
دیکھتا ہوں عرش کے اوپر سے تا تحت اثری
اس طرح تمزیہ ہو چھ اور اس طرح تشبیہ
ہماری شکلیں ہیں یہ سب جو دیکھ پڑتی ہیں
جو خالی نہیں اس سے کون و مکان
بندہ کا محرک تو وہی حضرت حق ہے
جد بندہ سے وہ کب ہو کہتا سخن و اقرب ہے
حق تعالیٰ عشق اپنا دے تو بہتر ہے تراب
نہ ہوتا جو بیاں اس کا نہ ملتا ہے نشان سر کا
کچھ حق کے سوا نسبت بندہ کو نہیں بھبتی
گر مومن و کافر میں رشتہ ہے حقیقت کا

تراب ایسے مصاحب کے کہ چھوٹے کہاں بھاگ
سب کہیں وہ رہا کہاں نہ رہا
جھوٹی ہمت ہم یہ کس پر باندھتے
اسی کی بہتر ہے آشنائی تراب اسکو تو آشنا کر
ہو معکوا اپنا کنتم سے کیا واقف ہو تم
اور کوئی اس سے نہیں نزدیک تر راہ وصول
راہ تب پاؤ بے نشان کی طرف
اک طرف کہتا ہے مر جا اک طرف کہتا ہے تم
حسن کو جس کے ہو کبھی نہ زوال
وہ تو ہے دل میں تہا رہے پھر تے ہو تم جس لئے
نہیں اس پہ لگتا وجود و عدم
کون ہے ظاہر میں سے لیکے تا چرخ ہم
دھیان جو اس طرف لگا بیٹھے
کس طرح دیکھوں اس کو میں عالم سے الگ
دم میں یہ جائیں گی پانی ہو کے موجیں کلہم
بے نشان ہے نشان سے باہر
گھر اسی کا ہے کعبہ ہو یا دیہ
آپ کو نفی کر اُسے اثبات
تراب اس سے یہی کہہ کلمتہ الحق کا جو ہر سال
ہے جو و بسم و گمان سے باہر
ہے جلوہ گر ہر اول جوں کوہ طور تیرا
رہے گا بسا وہ ہی عالم کے بعد
اُسے عمر بھر غم رہا زندگی کا
شرق سے تا غرب اک ہی ہو نہیں کوئی دوسرا
دونوں حالت میں نہیں کوئی دید اس کا دورا
جہاں تمام ظہور و منور ہے اپنا
تو باطل نہ کس طرح کہے خلا
اک ذرہ تراب آپ سے جنبش نہیں کرتا
طاوہ سب سویوں اب ہے ہم جوں دل میں آجولا
حسن صوری کچھ نہیں اس سے توحی بالکل اٹھا
خدا ہی جانے کیا عالم ہے اسکی بے نشانی کا
مجبور ہوا تو کیا مختار ہوا تو کیا
تبیخ ہوئی تو کیا زتار ہوا تو کیا

تراب

معرفت

ساری ہر ایک عدد میں عدد واحد ہے
 جمع کو مشہور و ہی سب میں خاصا ہے
 کلمہ کلمہ تو سب جو سمجھا ہو جگا
 فی الحقیقت وہی موجود و ہی صاحب ہے
 ذات مطلق ہے کہ اطلاق میں موجود ہی
 نشان تقلید میں کون اس کے سوا صاحب ہے
 مقصد اپنا کوئی اختیار کرے کسی تراب
 وہی مقصود وہی قصد وہی وحدت کی دیہ
 جس کو نت شرت میں ہے وحدت کی دیہ
 وہی عارف بڑا شائق ہے
 جہاں میں کیوں نہ پیش ہو چاند سوجی کی
 طلوع شمس و قمر میں تو نور شیرا ہے
 جو تراب آپ کو نہ پہچانے
 اس سے زیادہ نہیں کوئی نادان
 ایک ذرہ اس کے عکس میں کیا باہ تو
 سب میں روشن وہی کیا ہو گیا ہے
 اک ذات ہے جو سب کو دروہ ہے بار
 منبہل کوئی ہے کوئی نہ سمجھے بار
 اول و آخر اسے کیوں نہ سمجھے بار
 وہی آغاز کہیں ہے وہی انجام کہیں
 ہم دن جاں ہے

تراب

جس کو میں چاہوں وہ مجھے چاہے
 کوئی میرے سوا نہیں موجود
 اُسے نام و نشان سے اپنے کیا فکر
 دل مرا حویار ہے ایسا
 مجھ سے سب مانگتے ہیں اپنی مراد
 حقیقت سے گریب خبریوں تو کیا ہوں
 آشنائی اسی کی خالص ہے
 صورت میں تفرقہ ہے حقیقت میں کچھ نہیں
 ایک قطرہ بھی نہ پایا ہم نے پانی کے سوا
 اہل عرفان کو ہے ہمیشہ قرب
 چاہے کوئی برا کہے چاہے بھلا کہے
 موت سے یار و دیار ہے ڈر رہے
 وحدت کی آنکھ سے جو نظر بھر کے دیکھے
 ہندو سے پوچھو چاہو مسلمان سے پوچھو
 سدا میں آپ سے رہتا ہوں کی طرح تھی
 کافر ہے وہ کرے جو نہ نفی دو گانگی
 تراب اس کو کہاں چون و چیرا ہو
 اسی سے جب ہے حقیقی ہو یا مجازی ہو
 توحید کی سمجھ میں جو ہے تراب یکتا
 خودی گم ہو تو پھر کیا خود بدوت کی جانی
 راہ فتا میں سالک ثابت قدم نہ ہوں گے
 سلوک راہ حق بے پیر کیا ہو
 کب اینا قولوا ہو دے کسی پر روشن
 تراب آئے جو کوئی مسجد سے تہانہ میرا نہ دی
 تراب اسے نشان کو کوئی نشانی کس طرح لئے
 ہے سب اللہ آگے کیا کہئے
 کس سے کہئے تراب اس کا مجید
 حق تو بے پردہ عیاں ہو آنکھ کھولو دیکھ لو
 وہ متیب کس طرح عالم میں ہو
 اندھا ہے وہ جو اس کی طرف دیکھتا نہ ہو
 جو ہر وجود میں ثابت اسی کی ہستی ہے
 ہوا اتنا عالم ارواح میں جو مست است
 وہی کچھ سمجھے بے نشان کی بات

غیر ہے کون جس کو چاہوں میں
 عرش ہوں فرش ہوں سما ہوں میں
 جو گم رہتا ہو فکریہ نشان میں
 خطرہ ما سوا کی تاب نہیں
 سب کا مقصود وہی عاہوں میں
 ملک ہوں تو کیا ہوں بشر ہوں تو کیا ہوں
 ہو جو بیکر نگ طاہر و باطن
 سید صاہی قد وہی ہے جو خم ہی جو دیں
 جزو ایسا کون ہی جس میں وجود کل انہیں
 سب دخواہ آگے کیا کہئے
 اپنی توجہ ان بوجھ میں دن رات ایک ہے
 زندگی میں آپ سے جو مر رہے
 عالم زار حق تا بسما ذات ایک ہے
 دونوں ہی کہیں گے کہ حق بات ایک ہے
 وہی میں کہتا ہوں جو کچھ حبیب کہتا ہے
 مومن کو لا الہ سے اثبات ایک ہے
 جو ہر صورت میں اس بے چوں کو دیکھے
 اسی سے نام اسی سے نشان الفت ہی
 اس کو نہیں کسی سے ہرگز دو گانگی ہے
 جو بخود ہو تو جانے بخود ہی میں کیا خدائی ہے
 ہستی سے اپنی بالکل جب تک عدم نہ ہوں گے
 نہیں خالی یہ رستہ رہنمائی سے
 جب تک نہ اس کے دل میں حدت کا نور آئے
 خدا کا گھر ہے وہ اس میں کسی کا کیا اجارا ہے
 نہ واں تک عقل پہنچی ہے نہ واں دراک طاہر
 ہے وہ ہمراہ آگے کیا کہئے
 اس حقیقت سے کون محرم ہے
 سو جھٹا جس کو نہیں وہ کیا کری معذرت
 جس کو سیر عالم اطلاق ہے
 اہل بصیر کو خواہش دیدار چاہئے
 تو خود پرستی سری عین حق پرستی ہے
 یہاں بھی اس کو وہی بخود ہی ہستی ہے
 اپنی جو ہستی و نشان سے گئے

تراب

معرفت
چون نہ ہو پیش جو موسیٰ تو کچھ نہیں

تا جلوہ ہو تو چھریاب تا شا کیوں ہو

اب جو کھلی صورت جانوں نظر آئی

کھلا دی صورت موسیٰ نظر آئی

پیش وہی صورت دیکھ لیا اب نظر آئی

شے میں تجھے دیکھ دیا اب نظر آئی

اب تو شکر سے عجب تھا نظر آئی

نیک تو دل سے ملا اپنے بچے

پیش خودی دل سے ملا اپنے بچے

تو جلوہ ناما نور کا نظر آئی

تو جلوہ ناما نور کا نظر آئی

کلمہ اللہ پر کیا کیا نہ بن جاتی خدا جانے
دیکھیں جو الگ عالم نیرنگ سے ہو کر
اک خاص ادا حسن تلون کی ہے ورنہ
جلوہ ہے جو عالم اس کا کیا دل کی خصوصیت
امین و طور تو کیا خود بھی نہ ہوتے موسیٰ
وہ پاس مرے ہو کر پنہاں ہو گناہوں سے
چاہیں وہ آپ ہی جب اپنا تماشا ہونا
کس طرح رنگ و دوئی اس کا نظر میں جتا
ہر ایک رنگ میں گراں کی دید لازم تھی
کسی کے جلوہ کے قائل ہوں بے سبب کیونکہ
رہا کرتے ہیں جو یا جس کے ہر سو مومن و کافر
آ کر جہاں میں ہم پہ کھلا ان کا راز حسن
وہ اس لئے ہیں نظر آتا نہیں ہنوز
پنہاں وہ اس طرح ہے کہ پیش نگاہ ہو
سننے ہیں جلوہ گر ہے کوئی بزم دہریں
تھا اور کون حائل شوق خیال بحر
تھا امتیاز جزو کل اپنی نگاہ میں
بہر کلمہ خاص تھی کیوں جلوہ گاہ طور
تھا ایک کار گاہ نقین کا نام جس
ہو کے نزدیک بھی وہ دور رہا آنکھوں سے
کہیں ہم دل کو کس حجت پہنر گاہ ناز آئی
بنا آئینہ اشیا بنجلی گاہ حسن ان کو
کسی کا بار غم عشق اور مراد دل زار
آپ سے جانا ہے توفیق ٹھکانا میرا
نہیں جو یا جو ہر پہلو میں تیرا
پھر وہی واد فی امین ہے وہی جلوہ طور
آ جاؤ نظر صاف کہ منکر کو یقین آئے
خیال کھینچ کے باہر نکال ہی لایا
جو کرتے بھی تو کسی کی تلاش کیا کرتے
ہے اتصال مانع دید اور تو قریب
مانا کہ تیسری دید نہ مشکل سہی مگر
ظہور مستہی مطلق ہے ہے اعتبار وجود
لو بخود ہی سے بچ نہ سکے حضرت کلیم

حجاب بخود ہی شوق اگر حائل نہ ہو جاتا
اک وہم ہے کہتے ہیں جسے ارض سما آپ
فرمائیے کیا ہیں کہ جو ہیں سب سے سو آپ
آزاد نقین کیوں پابند مکاں ہوتا
ایک دم اور جو تو جلوہ منسا ہو جاتا
کیا ہوتا خدا جانے گرد و مکاں ہوتا
ان سے خلوت میں بھی ممکن نہیں تنہا ہونا
جس کو آتا ہو ہر اک رنگ میں یکتا ہونا
تو ہم سے بھی کہیں اس کو دو چار ہونا تھا
نہاں نہ تھا تو کہیں آشکار ہونا تھا
اسے ہم اپنے نزدیک رگ گردن سمجھتے ہیں
جب ہم نہ تھے تو پردہ ہستی حجاب تھا
تاب نظر بقدر متا شا نہیں ہنوز
پیدا وہ اس طرح ہے کہ پیدا نہیں ہنوز
آنکھیں مگر کسی سے شناسا نہیں ہنوز
خود شوق دید پردہ چشم حجاب تھا
ورنہ جو بحر تھا وہی عین حباب تھا
جب ہر جگہ جمال ترا بے حجاب تھا
جب امتیاز قطرہ و موج و حباب تھا
قرب مطلب سے رہا بعد منازل مجھ کو
وہ کیونکہ جلوہ آراؤ مکاں ہوا مکاں ہو کر
ہوے وہ اور بھی پیدا نکا ہوں سے نہا ہو کر
عجب ہے کہ وہ گراں گاہ سے اٹھا کیونکہ
جادہ گم شدگی حباب دہ منزل ٹھہرا
مجھے تبا کہ ہے وہ کونسا دل
دیکھنے کو بھی تو آئے کوئی موسیٰ سنکر
کیوں آئینہ وہم میں ہیں جلوہ نما آپ
چھپے وہ لاکھ مگر آپ کو چھپانے کے
ہم اپنے آپ کو کھوئے بغیر ناپا کے
پھر کس طرح سے تیرا متا شکر کوئی
موسیٰ کا جو صلہ بھی تو پسیدہ کرے کوئی
وگرنہ کیا ہے حد و ث اور یہ قدم کیلے
پردہ نگاہ شوق کا حائل نہ ہو سکا

ہم و دینی

حرم و دیر میں ہے جلوہ نمایاں کس کا
قطرہ وہ ہوں کہ مجھ میں سمائی ہے بحر کی
کلام ہر دم یہی ہے اسکے غریق دریا معرفت کا
تصور ہم نے جب تیرا کیا پیش نظر پایا
کیا پتہ دوں تجھے قاصد وہ کہاں رہتا ہی
موسیٰ کو سوچ ہے کہ ہیں ہم میں طور پر
سمجھوں کسے رقیب کروں کس سے دشمنی
ساراجاں آئینہ خانہ ہے یار کا
دیکھنا جلوہ دیدار کا مشکل ہے جلیل
ہر حکہ شان نی آن نی رنگ نیا
دریا سے دور رہنے میں قطرہ کا ہے وجوہ
نہ کعبہ ہی چھٹا ہم سے نہ چھوٹا کوئی تجانہ
تو ہی تو ہر سو نظر آنے لگا
رنگ وحدت باغیں چھایا ہوا پر احوال
اس کے نیرنگ یہ ہم مرتے ہیں
وہ ہے پردہ میں مگر پھر بھی جلیل
من یکتا کے فدا وحدت میں کثرت دیکھئے
دیکھوں ہزار آنکھ سے جلوہ ترا مگر
گرا سے پردہ کثرت میں نہ چھپتا ہوتا
جلیل اسکی طلب سے باز رہنا سخت غفلت ہے
بے نشان تجھ کو سمجھ کر صبر آجاتا مجھے
دل میں تھا وہ سرور وہ آنکھوں میں نہ رہتا
ہم نے پایا تھا بادۂ وحدت ازل کے دن
ہے چار طرف خرد اکا جلوہ
کو چلی ہے آپ سے باہر مجھے اسکی تلاش
یار و خانہ و ماگروں جہاں می گرویم
جلوہ ہے رنگ میں خلاق بے شبہا کا
ہوتے ہیں صورت پرستی سے بشر معنی پرست
ہر نرم میں وہ زینت محفل نظر آ یا
کوہ پر حضرت موسیٰ تجھے کب دیکھ سکے
کیوں جھٹکتے پھرتے ہیں دیر و حرم
ہوئی ہے جب سے تجھ سے آشنائی
بے پردگی سے اسکی ہے خود رفتگی کا حال

بھٹکتے پھرتے ہیں عاشق تیری ہر جازا میں
 زمانہ بھر میں حاصل ہے تصرف ہر جگہ تجھ کو
 پتہ دیر و حرم میں کیا ملے شیخ و برہمن کا
 تری ہر سمت سے آواز آتی ہر طرف میں
 ترا ملنا ملنا دو ہی باتیں ہیں زمانہ میں
 کہیں عاشق کہیں معشوق میں جلوہ ترا دیکھا
 زمانہ میں عیاں ہر سو یہ تیرا رنگ قدر ہے
 نظر آتا ہے ہم کو ذرہ ذرہ میں ترا جلوہ
 کند فکر کیا جائے ہماری یا مگر دوں تک
 کہیں تو نور بنکر آنکھ کی پتلی سے ظاہر ہے
 غرض ہم کو نہیں دیر و حرم سے ہم تو عاشق ہیں
 یہ ادنیٰ سا کرتہ ہے کہیں ظاہر کہیں باطن
 تہوں کی محبت میں کیا ہو رہا ہے
 خاک میں مل کے خاک ہو جانا
 سما یا ترا جلوہ آنکھوں میں ایسا
 ترا نور دیکھا زمیں سے فلک تک
 کیوں ہم تری تلاش کو دیر و حرم میں جائیں
 لاکھ پردوں میں ہو تو ڈھونڈھ کنا لیکھا خیال
 خدائی پہ جب ڈالتا ہوں نگاہیں
 کوئی صورت نظر آتی نہیں اچھی مجھ کو
 آئینہ خانہ دنیا میں رہی جن کی تلاش
 جستجو ہے حرم و دیر سے مایوس ہوں میں
 زندہ جاوید تھا جو مر چکا تھا پیش مرگ
 چشم موسیٰ نے لیا پردہ میں یہ عین خواب
 تپا پتا و فتنہ وحدت ہے اس گلزار کا
 ملت پہ ناز شیخ و برہمن کو ہے ہمیشہ
 انسان میں سنا ہے کہ خدا رہتا ہے یہاں
 نشان تیرا پایا تو پایا اسی نے
 حرم میں بھی تو دیر میں بھی تو ہی ہے
 جدھر دیکھے اس کا جلوہ عیاں ہے
 سینکڑوں رنگ میں تجھ کو ہے خدایا دیکھا
 آکے دنیا میں عجب ہم نے تماشا دیکھا
 نیکی آیا ہے کہیں یوسف کتھاں تو ہی

نہیں ہے دیر و کعبہ میں تبا پھر کہاں تو ہے
 یہ دل تو ہے جگر تو ہے زباں تو ہے بیاں تو ہے
 نشان بے نشان تو ہے مکان لا مکان تو ہے
 تو ہے ناقوس تجانہ میں مسجد میں اذان تو ہے
 عیاں تجانہ میں دیکھا تو کعبہ میں نہاں تو ہے
 زلیخا بھی تو ہی یوسف بے کار واپس تو ہے
 جہاں میں تو ہی تو ہے تو زماں پر آسمان تو ہے
 نہاں تو ہے عیاں تو ہے گماں تو ہی یقین تو ہے
 کسی نے بھی جسے دیکھا نہیں وہ ناز میں تو ہے
 بنے ہیں دل ترا مسکن کہیں پر دہ نشین تو ہے
 جہاں پر ٹلک گئی اپنی جس میں دیکھا وہ تو ہے
 مکاں دونوں میں یہی دیر و کعبہ میں کہیں تو ہے
 کہ دل میں خدا ہی خدا ہو رہا ہے
 ماسوا اس کے کیمیا کیا ہے
 نظر جس جگہ پڑ گئی تو ہی تو ہے
 ادھر تو ہی تو ہے ادھر تو ہی تو ہے
 وہ کو نہاں مکاں ہے جہاں تو کہیں نہیں
 دل میں سوا نکمیں میں ہر آنکھ میں بنیائی ہے
 خدا ہی خدا ہر طرف دیکھتا ہوں
 میری نظروں میں کھاجب ہے جلوہ تیرا
 دل میں وہ دیدہ بد دور نظر آتے ہیں
 کچھ پتا تو ہی تبا و ادھے ایمن ان کا
 پاک تھا جو خاک ہو جانے سے پہلے خاک تھا
 ترے جلوہ پہ کیا صیاد تجھے دیکھ لیا
 فرد ہے وحدت کا اسکی ہر شجر کا ہر ورق
 اے دوستو ہے کام یہاں امتیاز کا
 کیا جانے کوئی اس میں جو اسرار ہے تیرا
 نشان خودی جس نے اپناٹایا
 تو ہی جلوہ گر ہے جہاں دیکھتا ہوں
 جہاں میں نے ڈھونڈا وہیں تجھ کو پایا
 در بدر دیکھا کہیں تخت پہ بیٹھا دیکھا
 جس طرف آنکھ اٹھی یار کا جلوہ دیکھا
 کہیں سوا تجھے ہر شکل زلیخا دیکھا

معرفت
لاکھ ڈھونڈا ہی کئے پر نہ ملا تیرا نشان
آپ جب گم ہوئے ہر سو ترا جلوہ دیکھا
غور سے جب کہ نظر ہم نے ہر ایک جانب کی
زور زور میں التجا ترا جلوہ دیکھ
اس لطف پر قدامتوں میں اس نے دکھایا
ہر شے میں اپنا جلوہ جو اس نے دکھایا
دیکھا جب سر کو ہم نے نظر سے اٹھایا
پروردہ کوئی کام نہ دیکھتا ہوں
اتھا کہ نظر میں جو بیاں دیکھتا ہوں
خدا ہی خدا کو عیاں دیکھتا ہوں
زمین و زماں اور مکین و مکنتا ہوں
ہر اک جا میں تیرا مکان اس بار کو میں
کہاں ڈھونڈتے جاؤں دیکھتا ہوں
میں اپنے میں اس کا مکان تو ہی نظر آتا ہے
جب طرف دیکھتا ہوں تو ہی نظر نہیں
تجھ سے خالی کوئی صحر کوئی گلزار نہیں
جسے ڈھونڈتے تھا تو دیر و حرم میں
تسے دل میں وہی پردہ نمایاں
وہی دیر و حرم میں ہے کیا
نہاں وہ ہے در و دیوار دیکھا
دیکھتا ہے کہ

<p>معرفت</p> <p>ارے آپ کو تو شاد دے بہاں تک</p> <p>کہ باقی رہے پھر نہ نام و نشان تک</p> <p>نور نظر کھلے نہ شب و روز و وجود</p> <p>سُر نکات عالم علم علیہم کا</p> <p>سُر نکات کفر اور اسلام کی</p> <p>کیا کہوں راز حقیقت کیا ہے خواراج</p> <p>کیا کہوں پر تشنہ کیا ہے موجود ہے</p> <p>دب و کعبہ کی اشارہ سے تو بیاں موجود ہے</p> <p>خن د اقر کے اشارہ سے تھے بیکاراج</p> <p>کیا فلک پر دھونڈھے جاؤں تھے بیکاراج</p> <p>کیا تھیں ساجھی اک آدم نہ ہو امیر کے بعد</p> <p>کہ تھی تھیں ساجھی اک آدم نہ ہو امیر کے بعد</p> <p>راز سر سبز کا ہوا ہے ہم پر</p> <p>خاتمہ بار امانت کا ہوا ہے ہم پر</p> <p>عشق کا داغ کسی نے نہ کیا میرے بعد</p> <p>وحدت بغیر اپنا کھانا کیوں نہیں</p> <p>چلے کو جوں کمان میں ہے تیر کی ہوس</p> <p>شر وہ اسے دل ہو مبارک نہ وجہ اللہ کا</p> <p>آئینہ خانہ یہ ہے مستحق کے جلوہ کا</p> <p>عین مستحق آدم ہے عین اللہ کا</p> <p>منظر مطلق ہوا ہے حق نامشک کا</p> <p>منظر دل کو جوں نہ ہوئے لاوالا اللہ کا</p> <p>عشق میں پہلا سبق ہم کو ملانے آہ کا</p> <p>دیدہ دل سے</p>	<p>سید</p> <p>خلوت میں بیٹھ جائے جہاں سے اتحاد دل</p> <p>بلا شبہ پہنچے گا تو لامکاں تک</p> <p>بے تصور اُسے ہر جا نظر آتا ہے تو</p> <p>نہ دم جلے خالی رہے عویاں تک</p> <p>و یا انسان کو بے انتہا عشق</p> <p>خدا کی ذات سے جس نے کیا عشق</p> <p>ہے لفظ کن سے بھی پہلے لکھا عشق</p> <p>جز خدا پھر رہے نہ کوئی خیال</p> <p>ہر وقت میں یہ حال ہے ہر فقر و شرط</p> <p>وہ دونوں جہاں کو کنارہ ہوئے ہیں</p> <p>وہی اپنی بازی کو مارے ہوئے ہیں</p> <p>ہر رنگ بے عدیل ہے اس بے عدیل کا</p> <p>سمجھے کیا راز کہ تو محرم اسرار نہیں</p> <p>دین و دنیا میں نہ پائیگا فروغ</p> <p>تو میر ہو تجھ کو حق کا وصال</p> <p>جو اہل معرفت ہو گا وہی اس کا مزہ جانے</p> <p>بحر حق کا یہی کسار ہے</p> <p>کسی نے نہ عالم میں پایا مجھے</p> <p>کامل نہیں سالک نہیں مستانہ نہیں ہے</p> <p>ظاہر و باطن اسی کا ر و نظر آیا مجھے</p> <p>اُسے اہل طریقت کیوں نہ پھرا مل تھا جانے</p> <p>انت انت کے فسانہ کو بھلایا تو نے</p> <p>جس طرف دیکھا اُدھر بس تو نظر آیا مجھے</p> <p>اللہ کے عاشق کے لئے بام ہی ہے</p> <p>اے اہل نظر عین دلا رام یہی ہے</p> <p>دیکھ اللہ کے سوا کیا ہے</p> <p>ورنہ پردہ ہے خودی کا درمیاں</p> <p>دیکھ لیکھا آپ میں سارا جہاں</p> <p>ایک وہ ہے ہزار آنکھوں میں</p> <p>پہچان کہ تو صورت جیواں میں نہیں</p> <p>کیا تذکرہ اس بات کا قرآن میں نہیں</p> <p>ہست سمجھے گا تو پستی پائے گا</p> <p>تجھ کو تا اثبات حق کی ہو خبر</p>	<p>حق تو یہ ہے کہ اس کے ہیں معنی مراقبہ</p> <p>اگر ادج چاہے تو کو نور تن کو</p> <p>یار جس کے رگ و ریشہ میں سکتا ہے تو</p> <p>نہ خلوت نہ جلوت پہ کچھ منحصر ہے</p> <p>ہوا جس دم خدا کو ذات کا عشق</p> <p>اس کے ہاتھ آیا مقصد کل</p> <p>یہ قدرت نے خود نوک قلم سے</p> <p>جب کھلے تجھ پہ راز من عرف</p> <p>مجھ کو کبھی ہونا کبھی نہ ہونا کبھی رونا</p> <p>جو تیری محبت کے مارے ہوئے ہیں</p> <p>خدا سے نہیں جن کو سید محبت</p> <p>آپ ہی خدا ہے آپ نبی آپ کائنات</p> <p>کام کیا عشق حقیقی سے تجھے اے زاہد</p> <p>جب تلک ظاہر نہ ہو نور خدا</p> <p>ذات میں ذات گم کر اے سید</p> <p>جسے راز الہی کھل گیا وہ بے بصر کیے</p> <p>موج دل سے نماز پڑھ سید</p> <p>ہوا محو عرفان میں اس قدر</p> <p>جس نے نہ پایا جام مئے تاب طریقت</p> <p>تم وجہ اللہ کا جس دم تصور بند گیا</p> <p>کیا کہیں نے فنا عشق خدا میں کچھ پہلے</p> <p>کیسے کہتا نہ بھلا قالوا ہل یہ سید</p> <p>آنکھ جب کھولی نہ کچھ ہر سو نظر آیا مجھے</p> <p>جو محو مقامات ہے عرش اسکی جگہ ہے</p> <p>ہر دل میں جو خود جلوہ نما آپ ہوا ہے</p> <p>کیوں تو مشغول ذات غیر ہوا</p> <p>گم کرے گرا آپ کو تب ہو عیاں</p> <p>دیدہ باطن اگر کھولے گا تو</p> <p>نور اس کا ہے ہر جگہ ظاہر</p> <p>کیا جلوہ خالق دل انسان میں نہیں</p> <p>خن و اقرب کیوں ہے غافل داں</p> <p>نہیست ہونے سے تو مستی پائیگا</p> <p>نفی کا کر ذکر تو شام و سحر</p>
--	--	---

ظاہر و باطن کے اپنے واجب امکان کو دیکھ
ابتداء سے انتہا تک ہے سفر اپنا مدام
تو ہی سب عید و رب کے غمخ سے میں رکھ دیا سب
کمال عشق اگر چاہے تو رکھ مد نظر خود کو
نفی اثبات کے جھگڑے سے میں مرست چھوٹاں
روز اول سے مجھے سودا ہے نور و مار کا
صورت انسان پر حق خود ظاہر و پیدا ہوا
استغرف الاذکار سے ٹوٹا ہے دم ناسوت کا
لا ہے اول لا ہے آخر لا ہے ظاہر و باطن
لا کی ہستی میں سراپا معنی انسان ہے
لا کے اسرار حقیقت سے وہی ہے فیض نیا
پیر اشرف نے مجھے مرست یاں ٹھہرا دیا
نور مطاق کا مجھے جس دم اشارہ ہو گیا
موت قبل الموت کا یہ راز آشنا ہو گیا
لا نفی مخلوق حق اثبات آلہ ہوا اگر
نقطہ اول کا جب حاصل نظر آ رہا ہو گیا
کل شئی امر کن سے آتکارا ہو گیا
عدم سے دعوہ تھا تجھ کو کہاں کہاں نکلا
فتم وجہ کا معنی یہ بے گساں نکلا
پتہ کیا تیرا لگائے محبہ کوئی دانا
کبھی تو رام ہوا گاہ تو رحیم بنا
طلسم وحدت و کثرت ہی کے عناصر میں
خدا را واجب امکان کے تو بطوں سے نکل
دریائے احدت سے بنا وحدت جاب
دیر میں کبھی میں کلیسا میں
جو ہے اقرب رگ گلو سے سراج
دیر و حرم میں کیا ہے جو واں ہی یاں کبھی
جو ہے اقرب رگ گلو سے سراج
واحد خدا کی ذات ہے ایدل وئی کو چھوڑ
ہر شے میں اس کا ذہ ہے ہر درہ طور ہے
دل کو آئینہ بنا رنگ و وئی دل سے مٹا
زمین پہ کیا کوئی اس کا پتہ لگائے گا
جستجو جب کہ تری ہے تو ہے میرے نزدیک

بے خبر رہ کر نہیں مرو و دھونا چاہئے سرمست
 ہو کے پاؤں نا بو و پھیر موجود ہونا چاہئے
 تباہ شے ہے کیا جو تیرے میرے سوا بھی ہے
 رموز لا آکہ میں فنا بھی ہے بقا بھی ہے
 جو ظاہر لاہی الا اللہ حقیقت میں آکہ بھی ہے
 کون کہتا ہے ہمارے سر سے خیر و شر کیا
 گاہ حوا آدم و گم مریم و عیسیٰ ہوا
 بندھ گیا جب سے تصور عالم ملکوت کا
 لا میں ہے رمز و کنایہ اشرف الحیوت کا
 لا ہے منظر گنج مخفی منزل لاہوت کا
 صفحہ دل سے دور کر دے نقش جو ناسوت کا
 فاصلہ جب اک قدم کا رہ گیا لاہوت کا
 میں تماشے کے لئے خود بزم آرا ہو گیا
 خواب بیداری کے عالم کا تماشا ہو گیا
 پھر تصور کس کی، محشی کا نقش ہو گیا
 وہ نقاب محویت سے آشکارا ہو گیا
 کار ہائے دین و دنیا ختم سارا ہو گیا
 چھپا تو مجھ میں تھا دیکھا تو جان جاں نکلا
 توشش جہت ہی کا برزخ وہ راز داں نکلا
 کہ جس کے نام و نشان کا نہ کچھ نشان نکلا
 عجیب ناز ترا یا رفیع راں نکلا
 چھپا وہ نقطہ کی صورت میں تھا قرآن نکلا
 اگر تو برسر انصاف مہرباں نکلا
 وحدت کی موج دیکھے کثرت میں میم کا
 نظر آتا ہے یا ایک ہی شخص
 تو اُسے ڈھونڈھتا ہے یا ہر کیا
 جنگل کو اختیار نہ کر اپنے ہی کو چھوڑ
 تو اُسے ڈھونڈھتا ہے کیا باعث
 رکھ بخودی سے کام ہمیشہ خودی کو چھوڑ
 موسیٰ کی طرح طالب دیدار بھی تو ہو
 شکل دلدار کی آئے گی نظر آپ آپ
 کہ آسمان کو بھی اس کا مکان نہیں معلوم
 مسجد و میر و کلیسا و حرم چاروں ایک سخن

[illegible]

محررت
موتا اگر توفیق نہ ہو تیری رستی
پہ دو پرستے و چو کی کہے قصود
بر شے ہیں جہ نور جلوہ گشت تیرا
اور اک میں آتا نہیں جہ بر تیرا
دالا ہے تجو میں اگر شوں نے تیرے
دیار پر آہ کہ تیرے تیری
ہم کھوں سے نہیں ہے تصویر تیری
خود آئینہ دل میں ہے جلوہ ترا
جہیل و نہار سے عیاں جلوہ ترا
عارف ہے وہ بہ زلف اگر گم تیری
گھر گھر گئی سینہ میں محبت تیری
مکن نہیں دیکھوں جو نہ صورت تیری
کچھ نہیں کی کچھ مرث کے گئی نہ کچھ
کچھ کھلی خدا یا نہیں الفت تیری
وہ نہلات نثر ہے جواب و گلے
فلوت سے جدا ہے نہ الگ محض سے
نام آتا ہے پہ وہ سے زباں پر شا کہ
رہتا ہے کہاں پہ چھو پہ کیر دل سے
دیکھا نہیں آنکھوں سے یہاں تیرا
ب کہتے ہیں محبوب زمانہ تیرا
عجب عجب تیرے

سمجھا بھی تو یہ کہ کچھ نہ سمجھا تجھ کو
 تعلق لاکھ ہو پھر بھی جہاں سے بے تعلق ہو
 ناز میں تجھ سا بھی لے جان جہاں ملتا نہیں
 حرم ہو دیر ہو دل ہو کہ عرش اعلیٰ ہو
 ترے ہی نور کا ہر چیز میں جلوہ دیکھا
 دیر و حرم سے قطع نظر جب کہ کر چلے
 وہی یاں جلوہ گر ہے اور میں ہوں
 ساری دنیا کی سیر کی ہم نے
 نہیں ہے غیر کا یاں ذکر ہرگز
 کیا کیا تجھیں ڈھونڈھا نہ ملے دیر و حرم میں
 یہ بارگراں عشق کا انساں نے اٹھایا
 دل تو رکھتا ہے تجھے پیش نظر
 انھیں کا نام رہ جائیگا دنیا میں یقیں سمجھو
 غرض نہ ہم کو ہے مومن سے اور نہ کافر سے
 شاہ اغراض تو نہ کہ اس سے
 جس قتا میں ہو بقا حاصل تمہارے عشق میں
 صحرا کی ہے تلاش نہ گلزار کی تلاش
 روپ پر صد تے کبھی ہیں اور کبھی بہر روپ پر
 چھوڑ دے جسم کو قتا ہے یہ
 اس کی الفت میں ہوئے دونوں جہاں سے جو بری
 دل لگی ہو جس کو اس کی چاہ سے
 کہتے ہیں صوفیاں صافی دل
 عشق اللہ کا جو مائل ہو
 کہاں تہی کے جلوے تھے کہ صر عرصہ عدم کا تھا
 تری تلاش میں آئے عدم سے ہم یاں تک
 باراب تو امانت کا دلا سر پہنچا لا
 اس نور کے پر تو کا ہے جلوہ میر و دلہیں
 کوئی ایسا ہوا آئینہ کہ جس میں تو نظر آئے
 راہ پوشیدہ پوچھے کس سے
 دل صاف ہوا آئینہ رو نظر آیا
 دیکھا نہ رہا موش ذرا بھی تن و جاں کا
 میں نہ کہتا تھا انا الحق سو کہا یا مجھ کو
 ہوں کافر لیکن ور زباں ہر دم محکوم لا

معرفت

وہ تو دکھاتا ہے ہر رنگ میں جلوہ تجھ کو
خواہ تو دیکھ اسے خواہ تو غفلت میں نہ دیکھ
اسے نظر اس پردہ میں کچھ کہہ رہا ہے نہ نواز
نے پہنچی کرتی نہیں بیجا مدہ شور و فقاں
میر میں دیر میں کعبہ میں دیر میں گھر میں
پھیرے فقاں میں تیری کہاں کہاں کیا کیا
سب سے نادیدنی عالم اس کی کیا
دیکھتا اس کو ہے تو دیدہ اگر دیکھتا
ایک ہی ہے جلوہ گریاں عاشق و مشتاق میں
شوق میں اس کے یہاں حال کھلا
جان دیا دیکھ کے تیرے پائی بات
ہم نے کچھ کچھ کے تیرے کا کہہ سکتا ہے
جبکہ وہ خالق ہے ہر شے کا تو کہہ سکتا ہے
یہ کہ دنیا ہے محبت اور کار دنیا جو محبت
کچھ گیا جب کہ دلی کا پردہ
پھر تو عاشق شمع جواں ہے بیچ
پھر تو عارض و جاگزیں میں کیوں و نہاں
میر و عارض کا اندر چاروں طرف
کہ نہیں عشق حقیقی کا اندر محبوب جہاں
کس کی ہے ان کو غیر محبوب جہاں
پھر دیش میں سہا شمس تو چاروں طرف
چاہو کہو نصیب

مخلص

جانشین

جانشین

ہے جہاں میں جلوہ گراں کی ذات و صفات
بیٹھ کر گوشہ کے اندر گوشہ عزت میں تو
جہاں دیکھو موجود اس کی تجلی
کہ وجہ و گاہ امکان کہ وجود و گاہ نور
جو غیر ہے سو عین ہے جو عین ہے سو غیر
دیر میں کیا نہیں اور کعبہ کیا ہے یار و
ہر احد ہے جلوہ گراں سے مگر وہ لاشریک
کے ہے غرض جائے دیر و حرم میں
اے بے سمجھ سمجھ کہ یہ مشہود کون ہے
آپ میں ظاہر ہوا اور آپ میں ظاہر کیا
نہ کچھ رہے گا نہ کچھ ہے مگر ہے ایک وجود
کیا جب سے اقرار تھا لو بے کا
مٹ اپنی ذات سے کہ ملے عمر جاوداں
برہمن ہم کسے پوجیں کہ ہیں میں سب کچھ
جس طرف دیکھیں نظر آتا ہے تو ہی تو مجھے
نظر آتی ہے ہر آئینہ میں صورت مجھے تیری
معرفت تیری بہت دشوار ہے اور اک کو
لا سکاں کیا ہے کسی جائے نہ ہوتا ریکی
چشم حق میں سے جو عالم یہ نظر کی ہم نے
حقیقی و مجازی رنگ سے آگاہ ہیں طالب
گل نو بہار ازل ہو تو کسی معرفت کے چمن میں جا
تری جا ہے سب بلند تر تجھے پستیوں پہ کیوں نظر
جو تو آئینہ میں ہے جلوہ گر تو دلی کا اپنی گشاں کر
جو حقیقتہً ترا یار ہو خط و لب پر اس کے تار ہو
کبھی کشت دل کو جو آب و در تو سر شاخوں کو تو کام
وہ ہے پیش نظر اور پھر نظر آتا نہیں ہر گز
چراغ دشمن کیا برقی میں کیا اور شر میں کیا
خالی نہیں ہے اس سے کوئی حد کوئی جہت
نہ وہ زمیں کے نہ ہے آسمان کے پرد میں
گرا رض و سما کی محفل میں لولاک لپکا کا شور نہ ہو
وہ اس طرح سے جہاں میں ہے جا بجا موجود
بدل رہا ہے وہ باغ جہاں میں کیا کیا رنگ
دکھاتا ہے ہر رنگ میں اپنا جلوہ

گاہ ہوتا ہے صفات اور گاہ ہے وہ عین ذات
خامزہ سب کا لیادے چاشنی و اجبات
مقرر نہیں کچھ یہ دیر و حرم پر
ہوش میں سیہوش خود سیہوشی میں ہی ہوشیار
جو نار ہے سو نور ہے جو نور ہے سو نار
منظر عشق جہاں پوچھو وہاں ہے موجود
بے نشان میں بانٹاں ہے بانٹاں ہیں نشان
بہر سو اے دہم دم دیکھتے ہیں
ہر شے میں دیکھ لے کہ یہ مسجود کون ہے
میں کیا اقرار مجھ سے میں ہوں پنا کار سا
اُسی وجود کو موجود جا بجا دیکھا
ہو اتب سے نازاں میں نقد قدم پر
پاؤں کا جان تازہ ہمیشہ لبان ہوج
چاہے اپنی پرستش مجھے پتھر کے عوض
مثل شعلہ رخ نظر آتا ہے ترا ہر سو مجھے
کوئی پردہ ترے جلوہ کو حال ہو نہیں سکتا
جس قدر محرم ہوا اتنا ہی نامحرم ہوا
مثل شعلہ رخ انور ترا ہر سو نہ ہوا
ایک عارض یہ نظر آتا ہے صد ہا برقع
بتوں پر جان دیتے ہیں مگر اللہ والے میں
نہ ملا کے خاک میں رنگے ہوا سدا خزاں کہیں میں جا
ترے گھر کا نقشہ ہو عرش تو سفر کی پھر وطن میں جا
نہیں پائے ایک سے دوسری پانی والی لگن میں جا
اسے لعل و مشک پیار ہو نہ ختن میں جانے میں جا
پے لعل گوہر بے بہانہ میں جانے عدن میں جا
پڑا غفلت کا پردہ ایک ایسا ہی کہ کیا کہئے
جہاں دیکھا وہاں اک جلوہ تیرے نور کا دیکھا
ہر چند وہ نہیں ہے حدود و جہات میں
مگر ہے جلوہ ناد و جہاں کے پردہ میں
یہ رنگ ہو گلزاروں میں نور نہ ہو سیاروں میں
کہ جس طرح سے بدن کی ہر اک سانس میں روح
ہمیشہ دیکھو ہر بار و خزاں کے پرد میں
میں اس شوخ کی خود نمائی کے قرباں

صادق

صابر

طالب

ظفر

<p>معارف</p> <p>ترے ہی شوق میں ملک قری و پورا تو جی گل سے نوازا تو ہی سرور تو ہی دیر و دم میں جیجا تو اسی کی ہے شہ افت فقط نہیں ہے مجھے لامکا کی کا بہت دیکھا کوئی تجو سنا نہ پایا بہت سی خاک چھانی لامکا کی تو جی چاہے تو جی چاہے سو اتیرے کوئی معذرت ہے میں کیا کہنا ہے اور کیا بات ہے اس کا کیا کہنا ہے شکر نہیں محبت میں ملوے شکر نہیں کہ کثرت میں کچھ رطقت و صحت نہیں صرف دوئی ملا کے ہوئے معذرت ہم پھر اک نگہ میں جلوے تو دوئی ہیں پورا نہ صفت خود کو جلوے تو نہ ہے اس خاک کو اکسیر بے تو نہ ہے وہ اگر دل میں ہے تو وہ کچھ دور نہیں ہم نے سمجھا ہے اسے اور وہ کچھ دور نہیں یہ رنگ میں تو رنگ ملایا نہ جائے گا جب تک دوئی کا حرف ملایا نہ جائے گا فیض و صحت کی</p>	<p>رام و رحیم میں نہیں میری گمان میں فرق گو بے نشان ہے کہنے کو پر بے نشان نہیں خاہر میں گو بنا ہے بیاطن بنا نہیں وہ کون شے ہے جس سے بھلا وہ عیا نہیں فائدہ کوئی بھی اسے دل بڑیاں ملتا نہیں جز خدا بھی جہان میں کچھ ہے چشم حق میں نہ ہو عاشق تو جی بکا نظر دل مجھ اپنے گھر میں جانیں کہاں کہاں پر جس مت نظر اٹھ گئی تو ہی نظر آیا اس آرزو میں تا نظر آجائے رو و دست نہ اٹھا جو زمین و آسمان سے تری ہی نیزنگیاں میں ساری تو ہی تو بے نیاز ہے ہر طرف ہم نے حاکم دیکھ لیا جدھر جہان میں ہم دیکھ بھال کر نہیں نقش سہی مٹا کے دیکھ لیا نگاہ جس طرف اٹھی تو ہی نظر آیا پھر کیونکر کہیں ہم نے خدا کو نہیں دیکھا خود کو کہو کر دل میں گھر پیدا کیا ما سو اتیرے جو مسلوب ہو خوب ہوا چشم حق میں میں وہی جلوہ ہوا کاشد کا فنا ہونا ہے سہتی جاوداں کی بے غفلت یاں کی ہشیاری ویاں کی حقیقت کھل گئی دونوں جہاں کی اسی کی قدرت کا ہے تا شا فلک کے اوپر میں کیجی وہی ہر جا نظر آ یا مجھ کو تیرا جلوہ ہے چار سو مجھ کو کہ جس جا پردہ ہوتے ہیں اسی جا ہم بھی ہوتے ہیں گر اپنے آپ دیکھو ہبسا لو جس مرتبہ تو دور تھا اتنا ہی قریب تھا جو ہم میں آبلے یہاں وہی یقین تھا جس جا خیال و ہم دونی کا گمان تھا ورنہ ہر ایک شے میں جو جلوہ الہ کا جد بکر کو لیتا ہوں یہاں تو تیرا جلوہ خانہ</p>	<p>چاہو کہو تعصب دینی سے کچھ دے جو کچھ جہاں میں ہے وہ ہے اس کا ہی سبب ہو سب میں ہے دیکھ چشم حقیقت سے وہ خدا عاشق تو کیوں مہکتا ہے سارے جہان میں آپ کو کھوئے تو پائے بار کو بے اشتباہ گو کسی کے گمان میں کچھ ہے با صرہ اس لئے بخشا ہے کہ اس کو دیکھو جب سب جگہ وہی ہے پھر دیکھ کر م کیا اس درجہ تصور سے تری آنکھیں میں محمور میں کیا کہ ہر وہ ماہ بھی پھرتے ہیں اتنے وہ عاشق نے اٹھایا بار افست تو ہی و دس تو ہی جہاں میں تری جلوہ ہو وہ جہاں تیرے جلوہ کے ہیں نشان ہر سو ترا ہی جلوہ ہے جس جا خیال دوڑا یا جلوہ وہ جو کبھی نہ دیکھا تھا نکاش میں تری چاروں طرف پہر میں لے امکاں میں نہ تھا جو اسے امکاں میں پایا جستجوئے حسانہ دلدار میں تو ہی تو دل میں سما یا ہے خدا یا میرے ویر ہو کعبہ ہو تنخانہ کلیسا کوئی ہو ملا جب بحر میں قطرہ ہوا بحر خود کی کھوئی تو بے خود ہو گئے ہم ملا اس رنگ میں جب رنگ اپنا اسی کا جلوہ ہو دیکھ ہر جا فلک کے اوپر میں کیجی پردہ جس وقت دوئی کا اٹھا نظر آتا ہے تو ہی تو مجھ کو تصور میں نہیں رہتے کبھی ہم تو جدا ان سب راز خفی جلی ہیں اس میں تھا دہم دو کی تفرقہ پر واز و گرتہ ہر کام نگاہوں میں ابھی کچھ ہے بھی کچھ پہنچے ویاں میں آپ کہ جائے نظر نہیں ہے حوصلہ ہی پست کچھ اپنی نگاہ کا مرا جلوہ ہر اک و ہر ترا بر جا ہے کاشا</p>
---	--	--

معرفت

عشق پرورش انسان میں ایک ہی چیز ہے
 سب میں تیرا ہی نشان تھا ہے معلوم نہ تھا
 کل میں تھا رنگ ترا غیب میں بھی تو تیری
 تو جی بلی کی فضاں تھا ہے معلوم نہ تھا
 تو عجیب رنگ سے ہر گز میں تھا ہے معلوم نہ تھا
 تن میں جاں نہ تھی زبان تھا ہے معلوم نہ تھا
 وہ جہاں نور سے میرے ہی ہوئے ہیں روشن
 ہر جگہ جلوہ فشاں تھا ہے معلوم نہ تھا
 عشق پر تھا تو اصرار تھا ہے معلوم نہ تھا
 عرش پر راز نہاں تھا ہے معلوم نہ تھا
 پیغمبر کے عشق میں تیرے ہی نور تھا
 تمہیں کس سے چل گیا تھا ہے معلوم نہ تھا
 پردہ پہ چل گیا تھا ہے معلوم نہ تھا
 اگر میں ڈالا تھا ہے معلوم نہ تھا
 نار سے گلشن بنا تھا ہے معلوم نہ تھا
 وہ موت چاہئے کہ فنا کو خبر نہ ہو
 وہ زندگی سے جو تباہی کے اس طرح
 گم ہو رہا ہو وہیں الگ سے خبر نہ ہو
 چلے ہی خبر و غم سے ہوئے ہیں عشق
 جوار جی پر کان لگائے ہوئے ہیں عشق
 دم توڑنے میں ہیں کہ فنا کو خبر نہ ہو
 کھان دیں یہ چھپتا

فیض وحدت کی یہ کثرت سے ہے کل روئیدگی
 ہر ایک جا پہ اسی کے ہے جلوہ کا پر تو
 جب دوئی کھوئی تو پھر سب کچھ عیاں ہونے لگا
 مطلع دل ہر دم کے دونوں مصرع ہوتا
 ہے ٹھکانا ہندوؤں کا اور مسلمانوں کا ایک
 گلشن و یرو حرم میں بھی اسی کا ہے ظہور
 بار الفت کا لیا عاشق اٹھا
 نقش ددئی سے تو رہے پردہ حجاب
 خود رنگی سے ہم کو ملا اتحاد دیا
 بار درخانہ و ماگرد جہاں می گردیم
 وہ ہر جگہ ہے نہیں طور ہی یہ کچھ موقوف
 انا الحق کیوں نہ کہہ دوں بخود ہی میں
 گو نظر آتا تھا منصور بظاہر سب کو
 جس کو ہو کچھ وہم و گمانی کا گماں
 دل میں آنکھوں میں سے ہم نے چھپا رکھا ہے
 ذات میں تیری فنا ہو تو کوئی ایسا ہو
 سر میں سودا رہے تیرا ہی دہن ہے سر کی
 ہوئے ظاہر تو نہ ہم دیکھ سکے
 فنا فی اللہ کے ہیں راستہ پر جو کالے قافل
 سارے عالم سے ہوئے نا آشنا
 واصل وہی سالک ہی جو دھوکے میں آئے
 لازم بشر کو ہے کہ مرے پہلے موت سے
 بھولے ہوئے ہیں پناہ ہم ماؤں حقیقی
 اس جلوہ گدہ میں جو کچھ ہے وہی ہے
 ہے بزم میں خلوت صفت معنی و الفاظ
 ہے اپنے حال پر اہل طلب کو حیرانی
 فعل تکوین ایک دوری جنبش پر کا رہتا
 جس وقت نہ تھا وقت نہ فرق تن و جاں تھا
 مسجد کہ حرم تیکدہ یا دیر مغاں تھا
 نظر آئیں تیرا نہیر نگیاں ہر گل سے گلشن میں
 کس کی رنگت ہے چمن میں کس کا رنگ
 معما میسم احمد کا نہ پوچھو
 نور میں نار میں غنچہ میں شرم میں گل میں

عشق
 " آشاں میں تھا کوئی تنکا جو باقی کا ہ کا
 " ہر ایک شے میں مایا ہے رنگ ہو کر
 " دل بنا اپنا ہی حجام جم تماشا کا دکا
 " روح کو پہلا سبق تھا یاد اللہ کا
 " منزل دیر و حرم میں پھیرے کچھ راہ کا
 " ہر جگہ جلوہ ہے اس کا آپ خود پنہاں ہوا
 " سب سے برتر اس لئے آدم رہا
 " وہ گل ہے کونسا کہ نہیں جس میں بود و کسوت
 " دیوانگی نے پردہ غفلت اٹھا دیا
 " عرش و کرسی میں نہ پایا اسی پایا لیس
 " ہو اس کی دید کی کچھ تمہیں تاب طاقت بھی
 " کبھی میں ہوں تو یا رب گاہ تو ہے
 " پر حقیقت میں منصور سردار نہ تھا
 " وہ نہیں عارف ہے ہرگز اے جواں
 " دیر میں کعبہ میں تنجائے میں کیا رکھا ہے
 " تو ہی تو آنکھوں میں ہو اور تو ہی تو دل میں
 " آرزو دل کی یہی ہے کہ تو ہی ہو دل میں
 " ہوئے پنہاں تو نہ پنہاں دیکھا
 " عدم آباد سے بھی دور کچھ ان کا مکان ہوگا
 " جب سے تم سے آشنائی ہو گئی
 " ہیں غول بہت خضر نار و فنا میں
 " کیوں مثل خضر خواہش آب بقا کرے
 " جب تک بھٹسے ہوئے ہیں تقیہ ماؤں میں
 " جب اور نہیں ہے تو نہ تم نہ ہم ہم
 " ہر چند کہ ہوں سب میں مگر سب جدا ہوں
 " تلاش کرتے ہیں جس کی وہ ناپید نہیں
 " نقطہ اول وجود احمد مختار تھا
 " وہ جان جہاں بے تن و جاں جلوہ کناں تھا
 " تھا قبلہ وہی حق نہ ترا جلوہ جہاں تھا
 " چمن میں بلبلوں کے لب پہ تیرا ہی فسانہ تھا
 " کس کا جلوہ نور میں اور نار میں
 " خدا جانے یہ کیا راز نہاں ہے
 " رنگ تیرا ہی عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

[illegible]

معرفت
یار کے رہنے کا جب کوئی ٹھکانا نہ ملا
لا مکاں پھر تو نظر آیا ہر آن کچھ
سارے عالم میں پھر کے دیکھ دیکھ
تم ہی تم آئے جب کسی نظر
دے مولا پھر جب جھانکے دیکھ
دین و دنیا سے ابھرتے ہوئی
جان لے خوب جے ابھرتے ہوئی
دین اس کا دہا ہو کتنے ہر دم
نخن اقرب وہ رہے الفت میں پشیمان کی
عمر بھر ہم رہے الفت میں پشیمان کی
دنت مرنے کے تھانے میں پشیمان کی
دی دیکھیں کے غصے میں پشیمان کی
تجھے اس قید اب کوئی دور سے
اگر انصاف کو دیکھیں تو کوئی دور سے
جب کسی سے جے دنیا میں محبت ہوئی
شر کو سامنے اس کے دی صورت نکلی
نہ کوئی جانب دیر دم پھر خدا نکلی
اگر ختم خودی ہو تو پلو میں خدا نکلی
جب کے لئے وال جانے تھے باں کیا ہم
جہ شکر خدا اپنے لئے کعبہ کے سفر سے
اجل کے عوض میں بقا

تکلیف

تکلیف تو تم کو ڈھونڈ تھا ہی رہ گیا جاتا
نہ کیونکر خودی کو خدا سمجھیں اب ہم
یہ کام کی ہے بات کہ ان آنکھوں دیکھ
کب سامنے اس کا رخ زیا نہیں ہوتا
کس طرح نظر آ گیا عکس رخ و دلار
ہم ہر جگہ دیکھتے ہیں برق و رکیار
نشان ہم پاگئے اس بے نشان کا وہ ہم کم کشتہ
مرآت حسن یار ہے سارا جہاں مجھے
ہمے رہے غفلت کہ اس کو ڈھونڈتے چھوڑے
نکل آ ب و گل میں یہ جلوے نہیں خدا کے
گھر گھر تمہاری شہرت عالم میں ہو رہی ہے
اور ارق نفس و قلب ذرا تو الٹے دیکھ
پائیں اسے قریب بہت اپنی جان سے
دیکھتا ہوں جسکو وہ صورت تباہ تری
بے ترے کچھ بھی نہیں جان لطف زندگی
آنکھ جس دن سے کھلی ہے اپنی
ہر شبہ سے منزہ ہے عیاں
ہے رسوائی کا میرے غل فلک پر
قلزم ذات خدا سے نہ سمجھ مجھ کو جدا
عالم میں یہ تفرقے نہ پڑتے
کھول آنکھ ہے ذرہ ذرہ خورشید
وہ سنگ میں ہے وہ ہے شجر میں
خود سے اسے دور ڈھونڈتے ہیں
جلوہ گر نور خدا ہے چار سو
مل گیا جس کو یہاں تیرا پتہ
آنکھ کھلنے پر وہ ہر صورت سے ہوگا آشکار
دیکھ نکل کے انسان قبضہ سے جسم و جاں کے
اک دن وہ تھا کہ ڈھونڈ تھا میں نشان یار
پردہ اٹھا دے ایک ہر جزئیات شخص و عکس
حشر کو اندھا اٹھ گیا وہ ضرور
بر ملا پھرتے ہو تم کو نین میں
جب یہ سمجھے کہ ہم ہی ہیں سب کچھ
ویراں ہو وہ مکاں کہ جہاں تیرا گھر نہ ہو

کیا بے نشان بن گئے ہر نشان میں آپ
خودی ہی میں تو خود نمائی ہے تیری
کچھ باتوں کے سن لینے سحر فانی نہیں ہوتا
ہر شخص مگر دیکھنے والا نہیں ہوتا
آئینہ ہی اس دل کا مجھلا نہیں ہوتا
موسیٰ کی دید کا وہ فقط ایک طور تھا
جسے ڈھونڈھا کئے ملک عدم میں کفر و دین سوا
ہے آفتاب ذرہ رگ رگ رواں مجھے
یہ نہ سمجھے یار ہے قالب میں آدم زاد کے
چھپکے ٹہا ہے کوئی قالب میں آدم زاد کے
چھپ چھپکے اور بیٹھو پردہ میں سماں کے
پڑھنی پڑی جو یہ وہی تو کتاب ہے
پردہ اگر دوئی کا اٹھے دریاں سے
تیرا ہی نقشہ نظر آتے ہے ہر تصویر میں
تو نہ ہو تقدیر میں تو کچھ نہیں تقدیر میں
ذرہ ذرہ میں خدا دیکھتے ہیں
ذرہ میں رنگ صفا دیکھتے ہیں
زمین پر ہوں مگر برباد ہوں میں
میں وہ قطرہ ہوں کہ جس کا ہر وطن پانی میں
تم چھپکے نہ بیٹھتے جو گھر میں
اک نور نہاں ہے اس کدر میں
روقت ہے اسی سے بحر و بر میں
عالم میں تلاش یا گھر میں
آنکھ سے پردہ مگر اٹھتا نہیں
پھر پتہ اس کا کہیں ملتا نہیں
اس کی قید لامکاں بھی مکاں ہو جائیگی
ہر اک مکاں کے اندر جلوہ میں لامکاں
ملتا نہیں ہے اب کہیں میرا نشان مجھے
بیکار ڈال رکھا ہے کیوں درمیاں مجھے
جس نے دنیا میں سمجھے دیکھا نہیں
کس جگہ ہم نے تمہیں دیکھا نہیں
پھر بقا کی طلب فنا سے غرض
پھوٹے وہ آنکھ جس میں کہ تو جلوہ گر نہ ہو

میکش

میکش	اجل کے عوض میں بقا آئی ان کو فقط اک نام کا مجبور ہے جو چاکر میٹھے ہستی وہ ہے کہ جس میں دہنی کا گزرتا نخن واقرب کہکے چھپتے ہو کہاں او جاجاں نخن توحید سے بھرا ہوا ہے ایک ایک حرف اشارہ نخن اقرب کا اگر کچھ فہم میں آوے وقت سماع عارفوں کو کیوں نہ ہو اثر میٹ دے سب تہی موموم کا نام نشان جسے ہوں دیکھتا ہے تیری صورت مٹا نام و نشان مرنے سے پہلے اپنا میکش ترے ہی دم سے ہے ای جان رگ جاں کو فیض جو دم پاک تھا آدم میں خدانے ہو نکا ہے یہ رلامکاں میں اس کا مکاں ہے خاص جو بیٹھے سات پردوں میں تھے چھپ کر خودی نہ جاتی تو خود میں نہ دیکھتے تجھ کو پھیرتا رہتا ہی تیغ نخن اقرب ہر گھڑی پردہ میں بھی بے پردہ ہر پردہ میں در بسکی مجھے تلاش تھی پہلو میں تھامے ہمراہ اس کے ہیں جسے اپنی خبر نہیں تو مقید ہے تو ہی مطلق ہے جب وہ ہر رنگ میں ہے رنگا رنگ جب ہو اللہ فی السماء والارض نفخت فیہ سے معمور ہیں کیا خاک کے پتلے داخل ہر ایک جسم میں فرما کے اپنی روح سجدہ کس کس کو کروں پاؤں پڑوں کس کس کے ہر اک مکان یار کا کچھ لامکاں نہیں گھر میں بیٹھے کہتے ہیں ہے لامکاں گھر یار کا مٹاتے ہیں خودی کو کس طرح سے ایک ہو کر نخن واقرب کا اشارہ جو ہو یاد ہو جائے ہر شے میں تیرا جلوہ ہر یاں ماسوا ہے کون تو جس کو ڈھونڈتا ہے کہاں وہ خدا نہیں کھیلے جو آنکھ تو وہ کشف نور ہوتا ہے ہزار رنگ سے ظاہر ظہور ہوتا ہے	جو ہیں موت سے پہلے مرجانیوالے لیا حق سے بشر نے اختیار بہتہ بہتہ محو خودی وہ ہے جسے اپنی خبر نہ ہو تم جہاں ہو ہم وہیں دیکھیں کہاں جائینگے آپ فرمایا ہے خدانے جوام الکتاب میں مسلماناں پر خدا کا فرما کا فرماں ہوا وہ یار نعمہ سنج ہے چنگ و باب میں رکھتا ہے اول جو سیر لامکاں کی آرزو کسے میں پھر کہوں اور کس کو تو آج اگر کچھ شوق ہے تیری بھی دل میں بے نشانی کا نخن اقرب چلا آتا ہے شریاں کو فیض آج تک وہی چلا آتا ہے انسان کو فیض ہر جا ہے جلوہ گر تو کہو کب نشاں ہے خاص وہی یہ پھر رہے ہیں کو کب آج نہ پاتے ہوتی نہ گری تیری جستجو دل میں گھر بنا رکھا ہی عالم نے رگ گردن پاس رہتا تو کہیں اور ہے شہرت ہو کہیں اور میری سمجھ سے دور تھا کچھ سو دور تھا کس درجہ باخبر ہیں کسی بے خبر سے ہم شرط تجہ میں ہے جزا تجہ میں ہے پھر سیاہ و سپید ہی کیا ہے پھر یہ قرب و بعید ہی کیا ہے خدا کی شان ہے جاگ اٹھی ہے تقدیر کی قصہ ہی پاک کر دیا قرب و بعید کا ہو گئے خلق میں لاکھوں تری صورت والے یہ سب نشان اسی کے ہیں مے نشان نہیں غور سے ڈھونڈیں تو کوئی اس کو خالی گھیر سمجھتا ہے وہی پلٹا ہو جو ہذا سے ہو کر عصر جسم ہر اک عرش معلیٰ ہو جائے کوئی جہاں میں دوسرا تیرا سوا نہیں وہ دم کے ساتھ ہی تیرے اک دم جد نہیں کہ ذرہ ذرہ سے حق کا ظہور ہوتا ہے ہر ایک شے سے عیاں تیرا نور ہوتا ہے	معرفت سور رکھتا ہے وہ جام بادہ توحید خیال غریب جا دل سے دور ہوتا ہے ہر ایک شکل نے گورنگ مختلف پایا گم گم تیار اس نقشہ ضرور ہوتا ہے خدا نے جن کو بنایا ہے ہر کھنڈہ اچھی پہاں انھیں کی نظر میں نور ہوتا ہے تیرا سے قرب ہے پائی ہے نسبت عالم نے موسیٰ کی موت ہے جو تم سے دور ہوتا ہے اگر یہ کچھ تو نہ رگ سے بھی قریب وہ ایک سے دور ہے جو اس سے دور ہوتا ہے عالم میں رنگ لائی ہے رنگینی یار کی بے رنگ ہو کے رکھتا ہے وہی جسم میں ترا جلوہ جو رنگا رنگ دل میں جسم میں مسلماناں کی کھجور میں گھرے سا عالم میں وہ کیلئے دنیا بے ملائقت میں مدت کا دکھائے تاشا بے ملائقت میں مدت کا کھلے توحید تو دل نور تجا ہو جائے کھانسی کا تھکا ہوا اکٹھے ہو جائے گن پے پے ان پردہ اکٹھے ہو جائے کھلی آنکھ تیرے عقدہ کھلا ہے سب سے تجہ طوف حرم کا توشوق ہوا
------	---	---	--

ساتی ہے وہی اور وہی مکیش ہے	صورت اس کی ہی جام مل میں کچی	مہر
کہتا ہے یہ کون جلوہ کثرت ہے	یہ کثرت محض خواب کی صورت ہے	"
ہے دیدہ خواب میں تری چشم اویز	وحدت ہے جد ہر دیکھے یاں وحدت ہے	"
لیکے ہوں تہی مطلق مراد واجب وجود	ماسوا کو ہے فنا اور بقا میری ہے	"
جیکے علت ہے عدم کیوں ہو معلول عدم	کا عدم ہے یہ جہاں اور بقا میری ہے	"
اہل باطن کی نظر میں ماسوا وہم محض	لیکے یاں فہم قاصر وہم خودی چیز کیا	"
صدق وہ ہرگز نہیں جس کا نمودی ہے جو	عالم رویا کی ماسیت یہ عقدہ کھلا	"
خواب کی سی صورت میں ماسوا کی صورتیں	استحالة ہے زبان حال کی یہ کہہ رہا	"
چشم بینا کی نظر میں ہے نقطہ ان کا وجود	پھر کہاں صورت نہ دیکھے جیکے صورت آشنا	"
اس تماشا گاہ میں چشم تماشا میں ہے تو	دیکھتا ہے تو توہی وحدت میں کثرت و نما	"
ہستی مطلق ہے تو اسکی اضافی ہر حیات	ماسوا کی منحصر ذات پر تیری بقا	"
تو نہیں تو وہ نہیں ہے تو تو اس کا وجود	یہ نمودنا ہری باطن میں ہے کیا حق نما	"
اب مہ کہے اسے یا اس کو کہے عین ذات	دو نواں لوں میں غرض کوئی نہیں دوہل	"
ماسوا ہی ذات مطلق ماسوا ہی عین ذات	کے خدا سے وہ جدا ہے کب خدا اس کے جدا	"
خالق و مخلوق ہو سکتا ہے کب نور بسط	لو ولد کے اور لہ تولد کے ہے ایک صلا	"
جو ہے تو وہ ہے مگر کیا ہے کہہ سکتے نہیں	ماعر فنا ہوازل ہی قول ارباب صفا	"
دعویٰ باطل نہیں ہے دعویٰ ارباب کشف	ذات حکی علم ہی معلوم وہ کب ہو سکا	"
سر عرفان الہی ہے مگر گونگے کا گونگا	آدمی کہا تا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا مزا	"
لا تعین نطق ہے وہ بے تقید علم ہے	راحت بے مثل ہے اندازہ و لا انتہا	"
ہے نہ اس میں کچھ تعین ہے نہ اس میں کچھ خودی	ایک بحر نور ہے وہ بے کدورت پر صفا	"
ایک بحر نور ہے مسمو ط عالم پر محیط	ایک بحر نور میں ہے جاگزیں ہر دوسرا	"
شور ہے کون و مکان میں قل ھو اللہ احد	کیا فقط تجھ کو ہی بس رہنا خدا ہے جدا	"
پندار اپنا مانع دیدار ہو گیا	شاہ کو دور نہ اب ہے نہ پہلے حجاب تھا	"
جب تک تھی آنکھ بند جدا لی بھی تھی اسے	جس وقت چشم و امہوتی دریا جاب تھا	"
اس کے مزے بتائیں گے مست الست ہی	روز ازل سوال ترا لا جواب تھا	"
شراب بخود پی پی اس طرح کی تشنہ جاں ہو کر	خودی چکے تری نور خدائے دو جہاں ہو کر	"
دورہ دورہ ہے ترے نور سے معمور یہاں	دیکھنے تجھ کو گیا طور پہ موئے کیونکر	"
جب تک خودی ہے تجھ میں بیگا خدا سو دور	یاں مایہ فساد فقط امتیاز ہے	"
نتیجہ غافلویہ ہے تمہاری سہو دنیا کا	کہ نوری ہو کے یہاں جامہ خاکی ہو انسان کا	"
کنار بحر بے پایاں وحدت پوچھتا کیا ہے	ھو الاول ھو الآخر نشان ہے اس کے پایاں کا	"
وجود واجب حق جب سا جاتا ہے آنکھوں میں	طلسم آباد آلمے نظریہ شہر مکان کا	"
نظر میں عارفوں کی ماسوا آئینہ خانہ ہے	یہاں ہر چیز میں جلوہ ہے عکس رو جاناں کا	"
مجانای تہر زینیہ ہے حقیقت کا جو تو سمجھے	ملا کثرت میں مجھ کو راستہ توحید نیر داں کا	"

معرفت
جز ذات حق نہیں جہاں ماسوا
حادث کی کو جو غور سے دیکھا قیوم تھا
موسیٰ پر اور طور پر موقوف کچھ نہیں
تو ہر کلام تھا جہاں کوئی کلیم تھا
تو ہر گداز اب تو ہم پر کیا عالم یقین
تو ہر گداز حق یقین تو کب تھا
دور نہ پار کج حق پایا نہ رگ کے قریب
کبھی چشم حقیقت پایا نہ کج تھا
جب کبھی تھا تجھ کو پہنچا ماسوا
دور میں سمجھا تھا تجھ کو نقش ماسوا
منزل لامبیاں میں چھ کر نقش تھا
سیکھائی میں فدا کے ناز میں تھا
لیکھائی میں مکان میں مکان ماسوا
لامکاں میں مکان میں مکان تھا
خود مکان میں تھا اور خود میں تھا
نہ کہوں تو ہی جہاں نظروں سے تو ہوا ہے
تیرا مکان خدا یا کہتے ہیں لامکاں ہے
شہروں میں تجھ کو دھونڈیں یا دشت خطری
تو بحر میں ہے تیار تھا کج کو بحر میں
ظلمہ نگر میں دیکھیں تو تجھ کو بحر میں
دل فکر کا تاج تو فکر سے ہے باہر
میں یقین سے نہایت دور ہوں
نور ہوں میں نور ہوں میں نور ہوں
آپ موسیٰ آپ

بہر وحدت میں ہو کر چشم جہاں آساوا
کون مکان سے گرنے تعلق رہے تجھے
ای خود آراہی ترا آئینہ خانہ دنیا
سوائے ذات نہیں سوا یہ جو لا نگاہ
تماثلے کثرت میں وحدت خدا کی
یوں بے نشان ہوئے ہیں کسی کی تلاش میں
ملے وہ برقع نام و صورت میں جب ہم سے
رہے خدشہ نہ دنیا کا لگے یوں تجھے دیویری
قال کو چھوڑ کے آ حال کدرجہ میں شیخ
تیری سستی سے یہی تیلے نمودی سب بہت
ہے کون سمیع اور کلیم
مطلوب ہیں ہمیں ہیں طالب
انساں کہیں کہیں فرشتہ
ہر شے میں بھرا ہوا ہے جلوہ
وصوڈتے ہو تم جسے وہ صورت چاہیں وہاں
لَنْ تَنَالُوا اللَّهَ حَتَّى تَنْفُقُوا کو جان کر
طور پر دیکھ لے خود آپ ہی اپنا جلوہ
تو وہ بہر وہی ہر شے میں عیاں ہو ہو کر
دیکھنے اپنا جمال آپ ہی محبوب کا دل
حق کو نہ جان صرف کلیں لکھاں میں ہے
کعبہ میں شیخ ہی تو کلیں میں برہمن
مدعی یہ تو بتا کس سے خدا ملتا ہے
دونوں عالم میں خودی ہی ہی خدا کا ہو ظہور
مر چکا مرنیکے آگے تو ہوا یہ معلوم
ہی ایک ہی اس کے سوا کون ہے باقی
کعبہ کو کلیں کو نہ جا بھول کے غافل
عقفا ہے یہاں غیر کردن نفی کسے میں
جو آپ کرتے ہیں فدا ذات خدا میں
جب تک نہ ہو تو جھکے سے فارغ مرنیکے
خدا کی ذات مقید نہیں ہوئے ناداں
ہے رنگ عجب تیر کیا کوئی تجھے جانے
نہیں ہے حق تو ای غافل کہاں تو
من تو کا پتہ توحید تک چلتا ہی غافل

دل کو کثرت سے سرکار کہاں رہتا ہے
کھل جائے ماہیت ابھی کون مکان کی
یہاں کثرت میں بھی دیکھنے تو وحدت ہوگی
ہوئی ہی خلق فقط وہم اور گماں کیلئے
جنہیں راز کی ہے خبر نہ کچھتے ہیں
سُدھ بدھ نہیں ہی ہیں نام و نشان کی
تماشا ہے ملے ہیں اور ملکر چھپتے پھر ہیں
آہلی دے مجھے توفیق تو کہنے کوں بھی
اس سے بہتر کوئی عالم جو نہ حالت ہوگی
تو نہ ہو تو نہ ہو ہستی کا کسی کی امکان
خود سنتے ہیں خود سنار ہے ہیں
ہم آپ کو آپ پار ہے ہیں
وہ ایک ہی سب کہا رہے ہیں
ہم سب میں ہمیں کو پار ہے ہیں
جب نہ ہو وہ جان میں جو وہ جا ہی نہیں
جو ہوا عامل پھر اس کو کوئی انساں ہی نہیں
خود کو بیہوش بنایا تجھے میں جانتا ہوں
لامکاں خود کو بتایا تجھے میں جانتا ہوں
آئینہ اپنا بنایا تجھے میں جانتا ہوں
اس بے نشان کا جلوہ تو بہرہ مگان ہے
کیا کیا ترا ظہور خدا یا جہاں میں ہے
کہ جہاں دیکھو دہاں اپنا پتا ملتا ہے
جب خودی خاک میں مل جائے تو کیا ملتا ہے
سچ ہی محبوب کو حق بعد فنا ملتا ہے
میں میں جو تو کہتا ہے کہاں تیرا نشان ہے
تو دھو نہ دھو رہا ہے جسے وہ تجھ میں ہے
جب اسم وہی فعل وہی ہو ہی جاں ہے
ہو ان پہ عیاں صاف جو کچھ راز نہاں
دیدار خدا تجھ کو یہاں نہ دہاں ہے
تو دیکھتا ہے کسی شے میں کہاں ہے
ہر شے میں بھرا رہ کر پھر بے زالا ہے
بغیر از شخصم کے کیونکر شجر ہو
تو حد جس حال ہو وہ ذات حق میں شامل ہے

مہر

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

محبوب

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

معرفت
نہ وہ عاشق کسی کا ہے نہ عاشق کوئی اس کا
جو وہ عمل جو وہ مردم اپنی ہی صورت پائے ہے
نصو را بنیاد کا ہے سما بدل میں کچھ ایسا
جدھر میں دیکھتا ہوں وہ غم میں مقابل ہے
کہ اسے انکار حق کو وہ شکر کیا ہے مجھ کو
خدا تجھے جو خود سے وہ شکر کیا ہے مجھ کو
جسے تو کھینچا وہ مرا ایمان کامل ہے
جسے تو کھینچا وہ مرا اوقات سے
نظام میں ہے انا اوقات کے
گنہگار اس سے نہ رہ جا آنا آنا کر کے
دیکھنے کی آنکھ تو تجھ میں تو دیکھ
راہیں جو اس کی ذات ہے
میں عشق کو جب تک سمجھا نہیں
راہیں زائد تری اوقات ہے
جب دنی کا دل سے پردہ اٹھ گیا
پھر یہاں دیکھو اسی کی ذات ہے
میں عشق کے راز سے واقف ہو چکے کوئی
اس کو کچھ نہیں کیا مجبور کی مختار کی
کشت کنڈا ہے جو نکلا ہے
جلوہ دورنگی دکھا یا بار نے
جو ہو خیال کی

معرفت
تعبید یا رکھ بیجا نکتہ کی بات ہے
خلق میں بیاس میں خالق تبارک
جب طرف دیکھا نظر آیا صحیح جلوہ ترا
دونوں عالم مجھ کو اپنے حق میں کوہ
ایجا الفتح سے قدرت پر ہوئی حال
میں نرسے نزدیک ہوں اور کب مجھ کو دیکھ
رب کو اور محبوب حاضر کر کے خود موجود بن
عارفان حق ہیں ان کا بیجا رشتہ ہے
بجہ اپنے پست حلقے کسی کا
سلف میں حکم ہے اب بیجا خبر ہے
عظمت و سبب ترا عا اچھی نہیں یہ
نیٹھا اول تو اب آئی کہ ہر سے
خود کی باقی نہ ہو اگر نہیں ہے
تو پھر حق جلوہ گر ہے تو نہیں ہے
جو کچھ خود کو اس نے خود کو پایا
جو ہے علم الیقین عین الیقین ہے
جسے تو ہو کے فاضل و ہوشیار ہے
مکان دل میں پیرے وہ کہیں ہے
خیال اینجا جب سے سما یا ہے
جہاں ہم میں مقابل وہ وہاں ہے
میں محو ذات ہوں

جو ہو خیال کی صحت نہ کیوں خودی مرٹ جا
تقینات سے تھا میں بڑی خرابی میں
نہ کیونکر اس سے ہوا ثبات جامع الاضداد
اگر محبوب تم دیکھو حقیقت کی نگاہوں سے
وہی پاتا ہے ہر اک شے میں تجھ کو
مختی خودی جب تک ہے کوسوں خلا سے دور ہم
کر کے پیدا واحدیت اور وحدت کا ظہور
یار اپنے آپ ہیں اغیار اپنے آپ ہیں
اہل عرفاں کی نظر رہتی ہے باطن ہی پر
مرچکے مرنیکے آگے تو ہوا یہ معلوم
نصیب اس کو کہاں جلوہ خدا اول
حق کا ظہور مجھ سے مرا حق سے ہے ظہور
مطلوب کوئی اور نہ طالب ہی کوئی اور
محبوب جس کا نام ہے جانو وہ میں نہیں
جو مستی کو اپنی عدم دیکھتے ہیں
کھلا گنت کنز اکاب سے معاً
ہمیں ہیں ہمارے سوا کون ہوں یاں
دیول میں اور گمبہ میں ہو جلوہ گر وہی
ہر شے میں ذات اس کی تو موجود ہی مگر
اے دل وصال یار کا ہونا محال ہے
کیا خاک سمجھے حق کو وہ اور حق کے غیر کو
تو دیکھ گوش دل سے ذرا سن کے غور سے
مسجود تجھ سے زائد ناداں نہیں جدا
حیرت کا ہے مقام یہ محبوب دم نہ مار
ہم نہ دیکھیں تو یہ ہے اپنی بصارت کا قصور
نخن و اقرب کی خبر خاص جو سن لی ہوتی
میری غفلت ہی نے رکھا تھا مجھے تجھ کو دور
تھے جو بے نام و نشان ہم وصل جاناں سے
جس طرف دیکھا نظر آیا نہ کوئی جز ترے
حق کے سوائے ظاہر و باطن میں کون ہے
جز حق نظر میں اس کی کہاں غیر کثرت
غافل خودی کے ساتھ خدا کا ظہور ہے
جب دل سے اپنے زنگ خودی کو مٹا دیا

محبوب
 خبر اسی کو ہے جو رازِ اینما سمجھا
 انا نیت جو مٹی آپ کو خدا سمجھا
 خدا کو بندہ کو جس نے کہ ایک جا سمجھا
 ہر اک کی شکل میں پھر حق نہ ہو جلوہ کنا کیونکر
 دوئی سے پاک جس کا ہو گیا دل
 اب انا الحق کہہ رہے ہیں صورتِ منصور ہم
 ہیں کہیں ساکت بنے بیٹھے کہیں مغرور ہم
 خود سے خود نزدیک ہیں اور خودِ خود پی در ہم
 بت بھی آتے ہیں آگے تو خدا کہتے ہیں
 قرب حق ہے جسے لوگ فنا کہتے ہیں
 خودی کو جس نے کیا اپنی پائمال نہیں
 بندہ نما ہے حق تو سمجھ حق نما ہوں میں
 بھولا ہوں خود ہی راہ خود ہی رہنا ہوں میں
 سب کی نظر میں گر چہ نظر آ رہا ہوں میں
 وہ پھر خود ہی خود کو قدم دیکھتے ہیں
 خدا اور بندہ بہم دیکھتے ہیں
 وہ آئینہ ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں
 تیرا ہی یہ تصور ہے تو دیکھتا نہیں
 ہر شے کو حق کی ذات سمجھنا روا نہیں
 تیرے خیال میں ابھی ہستی فنا نہیں
 جس پر کہ من عرف کا معما کھلا نہیں
 وہ کون شے ہے جس میں صد آئنا کہیں
 تو جانتا ہے جس کو خدا وہ خدا نہیں
 باقی ہر ایک شے ہے کسی کو فنا نہیں
 اینما کا ہے کو کہتا جو وہ پہنا ہوتا
 دیر و کعبہ میں تراکیوں کوئی جویا ہوتا
 تھا وہیں تو میں جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
 اسم و نسبت کا ہمارے گھر میں پردا ہو گیا
 میرے حق میں عالم اک آئینہ خانہ ہو گیا
 اُمّت کوئی رہا نہ تو کوئی انا رہا
 جس کے حضور آئینہ اینما رہا
 جب بیخودی ہوئی تو خودی میں رہا
 جس شے یہ آنکھ ڈالی تجھے دیکھتا رہا

میں مجھ ذات ہوں مجھ کو خبر اپنی نہیں مطلق
 مقام دید میں کب دخل ہے راہی و مری کا
 جدہ میں دیکھتا ہوں تجھ کو ہر اک تسکین پاتا ہوں
 حیات و موت بس اک کھیل ہے مجھ کے حق میں
 فائدہ کچھ نہ ہوا ہو کے خودی سے فارغ
 دونوں عالم میں کوئی تیرے سوا اے جانان
 ذات سے جس کو تعلق نہ ہو وہ کیا جانے
 دیکھ کر کارگہ بیچ کو یہ حال کھلا
 ہستی کو اپنی صاف مٹا دے جو آپ میں
 رکھ کر خودی میں کس لئے پھرتا ہے درید
 صورت سے اپنی آپ رہ گیا تو بے خبر
 توحید ہے وہی کہ نہ ہو کوئی غیر حق
 محبوب میں جو ترک تعلق پہ آچکوں
 گل ہو نہ کوئی اور نہ بلبل ہے کوئی اور
 کیا جان سکے کوئی طلسمات کو تیرے
 جانا آپ کو اور مرنیکے آگے مرنا
 وہ بھی ہے کوئی طاعت جس میں ہوا ٹھیک
 تو جستجو میں جس کی آوارہ کو کبو ہے
 آئینہ ذات کا تو منظر صفات کا تو
 ہے کون اس سوایاں کہتا جو غیر حق ہوں
 نظر آ یا نہ کوئی غیر تیرا
 کہاں کا تر ب غافل بعد کیا
 نہ یہ اس سے جدا ہے اور نہ وہ اس سے جدا ہرگز
 ہو فنا فی اللہ کی منزل سے کیونکر نصیب
 شخص حق ہے تجھ میں اس کا عکس اور تو آئینہ
 وصل حق کا تو خواہاں ہو تو سب کے چھوڑ دے
 جس جگہ اپنی بسر کرتے ہیں حق کے وصل
 مئے وحدت کو کبھی پکے تو دیکھ اے زاہد
 مری ہستی ہی کیا ہے میں نہیں ہوں
 لباس چار عنصر کو پہن کر
 من و تو کی صدا میں مجھ کو محبوب
 کونسی جا نہیں ترا جلوہ
 پہلانا اپنی ہستی ہے جنہیں یاد

عشق میں یا حقیقی کے جوستی ہو گی
ہر جانی ہے تیرا جلوہ لیکن
یاں عقل ہے گم کہ بس سچھی کو
شوق میں بھی ہے ترقی اور یہ بھی ہے خبر
ذات باقی کے سوا سب کو ناپے مسکین
کیوں نہ ہو دے مردم اہل نظر حیرت فزا
ملا دے خاک میں پہلے ہی آپ کو مسکین
ملا دے خاک میں پہلے ہی آپ کو مسکین
مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ فرق ہر جز نام کے
کبھی بھی آپ میں رہتے نہیں خود رنگی سیم
آئینہ خانہ میں مسکین خوب کی میں نے نگاہ
وائے نادانی کہ اس کو ڈھونڈھتے ہیں چار سو
تقصیرستی میں دیکھا اپنی صورت کے سوا
ہے وہی عالم میں سکیں جلو آرا چار سو
ہو دیر و حرم شیخ و برہمن کو مبارک
پھر بلا ہوں اشارہ پر اس کے
صفیں کسی ہوئیں ذات خدا سے پیدا
یار ہے جس کو تو سمجھا غیر ہے
دو سمجھنا صاف ہے بے وحدتی
ہے سیر ممکنات حقیقت کی آنکھ سے
باغ جہاں میں شور ہے تیرے ظہور کا
جلوہ حسن تیاں کی ہو نمائش کسی
نہیں ہے شرک سجدہ کی جہت مشرق ہو یا
نظر آتا ہو جلوہ صاف ادھر کر کے روشن کا
سلایا اس نے جب چاہا جگایا اس نے جب چاہا
تجھے تکتا سمجھ کر ناز بکتا فی اٹھتا ہوں
علائق میں پھنسا کیوں جلوہ گاہ قدس کو
آپ باہر ہوئے جس دم تو پایا دوست کو
جلوہ شاہد معنی ہے حریم دل میں
جلوہ گر آنکھ میں بھی دل میں بھی پہناں دیکھ
دل کے آئینہ میں ہم نے رخ جاناں دیکھ
خدا کو ڈھونڈھنے جانا ہو کیا کھیں ای
جہاں کھیں ہوئی کثرت رہا میں ہے دو

دل پریشاں کی اسی وقت درستی ہوگی
 دیکھا تو کھیں نظر نہ آیا
 پایا ہر شے میں پر نہ پایا
 لہن ترانی حضرت موسیٰ نے پایا تھا جواب
 نہیں فانی ہوا جو آپ کو فانی سمجھا
 ہے درود دیوار آئینہ تیری تصویر کا
 نہیں فانی ہوا جو آپ کو فانی سمجھا
 کہ ایک روز تو ہونی ہی ترے تن کی خاک
 مٹ گیا جب نام میرا بس تو ہی تو ہو گیا
 مٹایا آپ کو ہم نے کیا یہ تجھ سے مل پیدا
 صاف چہرہ اپنا ہی ہر سو نظر آیا مجھے
 اور وہ دل میں جگر میں حشم میں ہی جان میں
 ہو گیا آئینہ ہے مجھ کو درود دیوار صاف
 اور اسی کا ہے جہاں میں جلیجا ہر دم فروغ
 مجھ کو تو کیا عشق نے دربان تری در کا
 ہوں میں پتلا بنا ہوا گل کا
 راگ کیا کیا ہوئے ہیں ایک صلے سے پیدا
 غیر اپنا کون اپنا غیر ہے
 ایک ہے بیگانہ ہو یا آشنا
 کثرت کو دیکھتا ہوں حدت کی آنکھ سے
 ہر ایک پھول آئینہ ہے تیرے نور کا
 ایدل اس باغ کا ہو گا چین آرا کیا
 سمجھتا ہے اگر تو ایک مرجع رشادوں کا
 جو تار بکئی نہ ہو تو پھر کوئی پردہ پر چلین کا
 چاری اور اس کیجی میں پردہ ہو غفلت کا
 وگرنہ میں بتا دیتا جو کوئی دوسرا ہوتا
 بتاؤ نظم آخر پھیں کیوں تو نے بدل ڈالا
 اپنا گھر چھوڑا تو اس کے دل میں گھر پیدا ہوا
 آنکھ جب بند کی مانند نظر جا پہونچا
 دیکھا دیکھا تجھے ادفنتہ دوران دیکھا
 طور پر آپ نے کیا موسیٰ عمران دیکھا
 ہر ایک جاوہ ملیکا جو بے نشاں ہو گا
 جہاں ملی مجھے خلوت ظہور میں نے کیا

[illegible]

<p>کبھی ہے حکمت آموز حکیمیاں گفتگو میری کبھی بایم فراز کامیابی تک پہنچتا ہوں کبھی مینجانہ میں توبہ شکن ہوں دستِ ساعی مرا آغاز حسرت ہے مرا انجام راحت ہے ہزاروں صورتیں اور ایک مینہ ہر دل میرا غرض عقدہ کھلا میرا ٹبری غور و تعمق سے</p>	<p>کبھی جوشِ جنوں عشق میں کچھ یک ہا ہوں میں کبھی ناکام مانند کندہ نارسا ہوں میں کبھی مسجد میں پابند رسوم اتقا ہوں میں دوائے درد ہوں آخر کہ دردِ لا دوا ہوں میں ہزاروں آئینے اور ایک صورت دیکھتا ہوں میں یہ سب اشکال ہیں میرا نہیں کا آئنا ہوں میں</p>
<p>دنیا میں تہیہ دست کی عزت نہیں ہوتی کچھ نہ پوچھو کہ ہاتھ خالی ہے ہوتا ہے جب مفلسی کا عارضہ حاجات کی کثرت ہیں وجوہ افلاس اپنے اخراجات کا ہر وقت جو رکھے حسا مدخل و مخرج کا اندازہ اگر معلوم ہو قرض لینا کیا ہو گویا مول لینا ہے بلا مفلسی صبر و قناعت ہی سے ہو جاتی ہو دور گل کی طرح شگفتہ ہو کیا مفلسوں کا دل پاس مفلس کے نہیں آتا ہے کوئی ہمدرد گزنا نہیں مفلس کا کوئی ناکس و کس پاس پانی پانی جو کیا ننگِ فلاکت نے مجھے مفلس تلاش کے پاس اب وہ جا ہی نہیں مایہ داری کا کمان اہل کرم سے دور رکھ فلس ما ہی بھی نہیں دیکھا مگر نہیں سنتا خدا بھی میری فریاد ہو اے دہریہ افلاس میں مخالفت ہے کب غم افلاس سے فرصت کہ ملے اور سے خاک اڑا آتا ہے مقرر خشک جب ہوتا ہو بحر پہنچ نہاں ہیں عیبِ مفلسی سے لگائیں منہ نہ مجھے مفلسی میں مردم دہر کوئی آگاہ نہیں شانِ بیاقتِ سحری ہو سکے محتاج سے طاعتِ زیاد اللہ کی</p>	<p>ایک جا کبھی محتاجی و وقت نہیں ہوتی ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہیں آشنا بن جاتے ہیں نا آشنا افلاس نہیں قلتِ دولت کا نام اس پر فوراً آ نہیں سکتی مفلسی آدمی اسراف سے بچتا ہو گیا ہو گھری اس سے ہوتی ہو خوشی کم اور برہ جاہم مفلسی میں قرض کا لینا تم پر ہے ستم دنیا میں تخم زری ہو نشو و نما عیش رہتے ہیں مردمِ سدا اہل دل کے پاس دس پاس رہیں بچے ہمیشہ جو ہوں دس پاس کاسہ فقر بنا کاسہ گرداب مرا جو دو وقتہ بیٹھتے تھے گردِ تر خوان کے جز تہیہ دستی نہ دیکھا مردمِ باذل کے پاس منہ پہ مفلس کے فلس کا نام ہے غنی کو قدر مفلس کی کہاں ہے کہ مجھ کو لوگ وطن میں غریب کہتے ہیں بے زری نے وہ کیا جو کچھ کہ دولت نے کیا مفلسی میں کیوں نہ ہوں یاد نو کے دل دس گہریوں خاک میں لیکن نہاں چھوڑتا نہیں کتابھی استخوانِ خالی خاک افلاس میں پوشیدہ ہو جو ہر اپنا لے سکے فحلِ جور و کی نہ بچوں کی خبر</p>

موت
کاتب اعمال بھی رخصت ہوئے
ہائے میں غربت میں تنہا رہ گیا
قبر میں ہو گا حساب جھگڑا رہ گیا
بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا
پھر کتنے کیوں اتنا اسے مرغ دیا
مقدرنے ویراں مکاں کر دیا
تکرا کر کیا ہے زندگانی مستعار میں
تکرا کر کیا ہے تقاضا نہ چاہئے
اسے موت بار بار تقاضا نہ چاہئے
رات اندھیری پیش اعمال نہیں
قبر میں بھی چین سے انسان سو سکتا نہیں
پھر سے دوست جب گئی قبر بند
کھلا اب کر کوئی ہمارا نہیں
رہا مددوں سے آستانہ گشتی
وہ دم بھر میں نا آشنا ہو گئی
موت کو بھول گیا دھچکے چینی کی برباد
دل نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا
مطلق نہیں محل عجب موت دہریں
مجھ کو تو یہ حیات ہی حیرت کی بات ہے
صاحب تاج و تخت بھی موت سے پاں نہچا سکے
جاہ و شہم سے کیا بوا کثرت زرنے کی کیا
موت سے

چلنا پڑے گا ملک عدم کو پیادہ پا
کشتی تن بھر ہستی میں رہی برسوں تباہ
مسافر کو عدم کے روکنے والا نہیں کوئی
آخر کار تہ خاک ہے مدفن سب کا
گدا و شاہ برابر ہیں خاک کے نیچے
پاتا ہوں میں مزاج عناصر میں خلاف
ہوئی یہ روح پھینک کے پشتارہ جسم کا
عزیز روح کے دم تک ہے کالبد گل کا
گر گئی جب روح مرجع کی طرف اپنے رجوع
نہ ہو گا ہمسفر روح پیکر خباکی
مرنے کے بعد کیسے پریشاں ہیں عضو تن
اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھو نگاہ میں وطن
موتے سفید سر پر تیاری عدم ہے
گور میں ساتھ نہ جائیگی یہ شوکت اے شاہ
اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا
اجل گور تک مجھ کو پہنچا کے ہوئی
ہم جو پہنچے تو لب گور سے آئی یہ صدا
دنیا سے الگ جو ہو رہے ہیں
سوتے ہیں لحد میں سونے والے
اجل کا رہا عمر بھر یہ خیال
بہت آرام و آسائش ہو شاید کبج مرقد میں
ساتھ ہی زینت کے جب موت کا ڈر پیدا ہو
روکنے سے نہیں رکتا ہے کسی کے کوئی
انور نہ اجل کو بھول اتنا
زندگی میں بھی رہا ہم کو تصور موت کا
یہ ادھر کو اودھر گنتا تھا میں یا م عمر
ہائے یہ قبر کی گرہی یہ اندھیرا ہے ہے
ہوا مر کے ہم کو یہ تجربہ کہ یہ زندگی کا مال تھا
لگ گئی آنکھ موت سے انخسہم
جب سے رخصت ہو گئی اے روح تو
ہے بجا مرنے سے میرے دوستوں کو غم ہوا
ملک و دولت گہر و لعل سکندر کی طرح
سیم و زر خاک میں مل جائے گا بعد مردن

اس راہ میں نہیں ہے گزارا سوار کا
پار اسے اک دم میں اس کا ناخدا لیجا گیا
نہ کھینچا خار نے دامن کبھی دنیا سے راہی کا
اہل دولت کو مکاں آج بلند کرنے دو
لحد میں ساتھ یہ قصر بلند و بام نہیں
آپس میں ہو گا ایک ن ان چاکر گکار
بھاری ہے بوجھ کون یہ بیگار لے چلے
خراب حال ہے بے مغز جب ہوا چھلکا
خاک میں وہ مل گیا جو جسم آتش خاک تھا
یہ سوے ارض رواں ہو گا وہ سما کی طرف
کیا کیا ورق کتاب سے اپنی جدا ہوا
یوں تو میں لاکھ بار غریب الوطن ہوا
غربت سے خاک اڑاتے جاتے ہیں ہم وطن میں
چھوٹ جائے گی یہیں مسند شاہی تیری
فراغت مل گئی تربت میں گڑا کر
مسافر ٹھہر تیری منزل یہی ہے
آئیے آئیے حضرت بہت آزاد ہے
تنگیوں میں مزے سے سو رہے ہیں
جو جاگتے ہیں وہ رو رہے ہیں
سدا اپنے تنگیوں میں بستہ رہا
جو سو جاتے ہیں اس میں پھر نہیں ٹھکر نکلتے ہیں
خیر اسی میں ہے نہ دنیا میں بشر پیدا ہو
کھینچ لیجاتی ہے جو وقت قضا آتی ہے
یہ تیغ سمجھ لے سر پہ آئی
سامنے آنکھوں کے ہر دم گور کی منزل ہی
موت سے غافل نہ میں مجھ سے نہ یہ غافل ہی
کوئی کہتا ہے نہ روزن نہ ہوا آتی ہے
جسے عمر خضریٰ ہوئی عطا اسے کی نفس بھی بال تھا
ایسا سویا کوئی جگہ نہ سکا
پھر نہ یہ آباد ویران ہوا
ان کو میرا ہی مگر مجھ کو غم عالم ہوا
چھوڑ کر دم میں چلے جائیں گے جانے والے
پھر یہ کس بات پہ پھولے ہیں خزانے والے

آتش

امیر

انور

انجم

موت	اکبر	کہ یہ دنیا کے بکھڑوں سے چھڑا دیتی ہے	موت سے کوئی نہ گھبرائے اگر یہ سمجھے
جو تخت تصرف میں جہاں رکھتے ہیں	"	اٹھ گیا دل دہر سے دولت نظر سے گر گئی	موت کو دیکھا تو دنیا سے طبیعت پھر گئی
مرنے کا اگر نہیں گماں رکھتے ہیں	"	بہتر ہے یہی خوشی سے مرنا سیکھو	مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبر
ملتی نہیں جا ہیں بقدر کف دست	"	سیج ہے اجل تو ہنستی ہے سخی طیب پر	ہوتا نہیں طیب مداو سے دستکش
اتحاد رہنے کی کہتے ہیں جبکہ موت	"	کہ جس کے سر پہ آکھیلے اجل کھاتا نہیں پھٹکا	سفر درپیش ہے ہر دم لگا ہے موت کا کھٹکا
اصل حیات ہے یہی کہتے ہیں تو مرنا ضرور ہے	"	چار دن کے لئے یہ عیش و طرب کچھ بھی نہیں	حاصل عمر سوا موت کے جب کچھ بھی نہیں
عینے کی آرزو ہے مگر مبہم ہے	"	مجھ کو اس کھیل کی ضرورت ہی نہیں	دنیا سے میل کی ضرورت ہی نہیں
بغیر مگر سچے آئے بشر نزدیک	"	اس راہ میں ریل کی ضرورت ہی نہیں	درپیش ہے منزل عدم اے اکبر
جو آنے والی ہے سچے آئے درپیش	انشا	اور نگشا ہی، تخت کیانی	اے موت تو نے غارت کئے ہیں
مسافران عدم کو وہ راہ ہے کاروان خوش	"	تیار ہو رہے ہیں بہت سے عدم کے ساتھ	اے رہروان ملک فنا مستعد رہو
کہ مارے خوف کے چلے جلتے ہیں قافلے	"	پڑے ہیں گور کے تختہ سے زیر خاکداں لیلے	سکندر اور دارا کیا کروروں اور بھی ان سے
سوئے عدم چھپ چلے جلتے ہیں قافلے	احمد	کیا جانئے کدھر کو جاتا یہ قافلہ ہے	پھر کچھ گئے ہوؤں کی مطلق خبر نہ پانی
سب مسافر ہیں زیت کی منزل سے دل اچاٹ	اقبال	آخر اس وار فنا سے مر چلے	ابتدا میں ہم نہ سمجھے انتہا
درپیش خواب مگر ہے ہر دم تمام شب	امانت	مارتا ہے تیر تاریکی میں صیاد اجل	آرزو کو خون رلواتی ہے بیدار اجل
فرقت میں ہے بلاتے جسم تمام شب	"	کوئی جہاں سے آج گیا کوئی کل گیا	دشمن بھی گرمے تو خوشی کا نہیں محل
موت آنے لگی تو کچھ زیت کا سماں ہوگا	"	تکلیہ نہیں دیکھا کسی مردہ کے سر ہانے	راحت سے سروکار نہیں اہل فنا کو
سفن اپنا مجھے صبح شب اجراں ہوگا	انیم	منزل پہ پہنچ کر ہوئی آرام کی صورت	دنیا سے سفر کر کے لگی آنکھ لحد میں
مگر مہلت دے اگر اس دار فانی میں مجھے	آزاد	مدت کے بعد اٹھتے ہیں ہم اس مکان گج	قصر بدن میں روح پکاری یہ وقت نزع
دیکھ لوں میں بھی تماشا عالم ایجاد کا	اشک	کیا یہاں آئے تھے دودن کے لئے	بعد مردن ہائے ہم سمجھے ایشم
چہ باغبان مگر کا کھٹکا لگا ہوا	"	ہو موت نہ دشمن کی غریب الوطنی میں	انساں کے لئے سخت مصیبت ہو ایشم
کیا میر کیجئے چمن روزگار کی	"	اس کو بھی ہے اجل کا کھٹکا نقص	زندگی سے جہاں میں سب کچھ ہے
حال مسافران عدم	"	انساں ہر اک اسیر طلسم حیات ہے	مکلی جو روح تن سے گھروندا بگڑ گیا
	"	جہاں کے سارے نقش و نگار دور ہوئے	دکھائی کچھ نہ دیا جبکہ آنکھ بند ہوئی
	"	کہ پھر کے آتا ہے انسان گھر بھی نہ کبھی	ضرور ہوگا لحد میں گزر کبھی نہ کبھی
	"	ضرور اک روز جانا ہے ہمیں سوئے عدم کچھ ہو	کہیں راحت نہیں پر خوف رستہ میں تو چارہ کیا
	"	بھروسہ تھا ہمیں اے آشک کیا کیا اپنے یاروں کا	نہ پوچھی بات بھی آکر کسی نے بعد مرنے کے
	"	ایک دن یوسف سے خالی کاررواں ہو جائیگا	ہے یقیں دل کو فراق جسم و جاں ہو جائے گا
	"	اک مرقع تھا کہ وہ دب کر زمیں میں رہ گیا	آسمان نے بھی کئے کیا کیا حسیں پیوند خاک
	"	دم نکلتے ہی بگڑا جاتا ہے نقشا کیسا	جاٹے جہت نہ ہو کس طرح سے مگر انساں
	"	قبر میں گویا کہ میں آغوش مادر میں رہا	جو رگروں سے سوئے پر اشک چھٹکارا ہوا
	"	رکھیں لاکھ زنجیر میں بھی جکڑ کر	جو ہیں جانے والے وہ کب چوکتے ہیں
	امجد	اس بستر نرم سے کنار اچھا	سنبھاب و سمور پر نہ کر فخر ذرا
	"	تکلیہ میں کسی کو نہیں ملتا سکلیا	کہ تکلیہ خدا کی ذات پر اے غافل

تسلیم

موت
چلے رفیق ازل زندگی کی جلدی سے
عدم میں رہ گئی سریشی مری فرصت
اے عدم کے جانے والو واسطے اللہ کے
کہتے جاؤ ہم سے بھی کچھ حال منزل پہنچ
نہ کر بھی کرتا نہیں کوئی جہاں میں بعد مر
الگ گئی دنیا سے میری داستان میری طرح
کل پڑا ہو گا زمین پر مرے زیر خاک گور
چار دن کے واسطے منعم بنائے گھر بلند
فلان ابن فلان مٹی میں گل کر
تفرقہ ڈالا ہے خاک جاں افلاک پر
تن ہے زیر خاک جاں افلاک پر
تن ہے خاک ہیں رو میں ہیں خاک پر
سوئے ہیں شاہ و گدا سب انہیں گواروں پر
نکل جائے گا کل جائے گی اک روز حیات
دم بھر سو کریں ہم ساتھ کے چاروں پر
کیا بھروسہ کریں ہمیشہ کتنا کچھ نہیں
زیادہ دن آرزو خواہش میں ساری ہیں
مگ نہ آکر مادی خاک میں بعد مر دن قبر میں
جیتے جی سب وصلے تھے بعد مر دن قبر میں
کس کی کہاں کی آرزو کی ہوس
ہم مسافر

حال مسافران عدم سو جتنا نہیں
گور میں اب تو چلے دیکھئے کیا ہوتا ہے
عدم کا کوچ ہے سامان راحت
تجر دنیا سے سفر اپنا ہے صندوق منگاؤ
اپنی مٹی سے خبردار ہو کیا خاک انسان
رہے فکر اعمال اے تجر ہر دم
آئے دن مر یہ کھیلتی ہے اجل
جان کا تن سے بچنے کو نہیں جی چاہتا
عزیز و یار جلو میں۔ جنازہ تخت رواں
بغیر منزل اول قیام ہو نہ سکا
گور میں گرتے ہی ڈھے جاتا ہے زور انساں کا
مزاروں میں نہیں ہے خانہ دنیا کی آرائش
قدم کسی کے نہ ٹھہرے جب آب و دانہ اٹھا
پھیلانے اتنے پاؤں بیاں سر عجیب ہو
جس دل کو فرش گل پر آرام تھا نہ اک ن
لے گئی موت مجھے سوئے عدم ہستی سے
مقدم میں جو ہے وہ ہو گا ضد
ایک دن سب چھوڑ کے جانا ہے یاں سے اس
دیکھ اے پیر اجل ہے نزدیک
گو کم و بیش ہیں ترس میں غنی اور فقیر
جباب و ہند نہیں اعتبار اس تن کا
تاخیر ہے کس واسطے نیکی کوئی کر لو
اہل سرائے و ہر مسافر میں سب کے سب
بعد مردن قبر پیسے کی ہارے اتھوں
دھڑکا ہو کسی فشار لحد کا پس فنا
اے مرگ اب یہ سمجھ پہلے کسے خبر تھی
خاک سب ڈالیں گے اے تسلیم اکدن بعد مرگ
روح تنہا چل بسی واما ندگی سے دے بخت
تن رہا گور میں باقی نہ رہا دل اپنا
غفلت پیہم سے کروٹ تک نہیں لیتے کبھی
اب نہ گھر از ندگی سے مرگ ہے ایدل قریب
جاتے ہیں محض ملک بقا دار فنا سے
سلا گئی تھی ہیں موت کوئی کروٹ

کیا گرد کار رواں مری آنکھوں میں بھر گئی
جائے تنگ۔ اجنبی اشخاص۔ ملاقاتی
نمازیں قصر ہوتی ہیں سفر سے
شامیانہ ہے کہاں خیمہ ہمارا بکھلے
کس طرف ریگ رواں کا ہے سفر کیا جانے
کہ آیا ہوا وقت ملتا نہیں
میرا کس روز امتحان نہیں
کیا محل دھچپ ہے کیا کہنا اس تعمیر کا
فقیر آئے تھے ہم مثل بادشاہ چلے
جب آیا کوچ کا دن پھر مقام ہو نہ سکا
یہ محل دیکھے تو کسرے کی بھی طاقت طاق ہو
مرے یہ فیصلہ ہے جیتے جی سارا بکھیرا ہے
گھر سے بطن صدف میں قیام ہو نہ سکا
آخر ہے ایک روز ہی جائے تنگ و خواب
بستر پہ خار و خس کے کیونکر وہ سو سکے گا
بے طلب گھر میں خدا کے بٹھی تو جہاں نہ ہوا
لہرائی ہوئی موت ملتی نہیں
خوش نہیں آتا ہے باقی عالم فانی مجھے
ہوش رکھ دن ہے بہت کم باقی
پھر یہ اک روز برابر ہیں نہ گل و دانوں
رہی یہ روح نکل جائے گی ہو کی طرح
بیک اجل اک لمحہ تو قف نہیں کرتا
در پیش اس جہاں سے کس کو سفر نہیں
گنبد مدفن بھی اک دن آسمان ہو جائیگا
خوگر ازل سے ہوں ستم روزگار کا
مرا جو کچھ نہیں ہے یہ بھی محال ہوگا
دشمن جاں مجھ کو بطف دوستاں ہو جائیگا
تن غبار تو سن عمر گریزاں ہو گیا
لٹ گیا قافلہ آکر سر منزل اپنا
خفتگاں قبر کو کس درجہ خوش آتا ہے خواب
آچکا اس بحر طوفان خیز کا ساحل قریب
ہر وقت جہاں ہو گا نیا سایہ نئی دھوپ
کہ حشر تک کبھی بدلی نہ دوسری کروٹ

بھر

بیاں

برق

باقی

پرتو

تسلیم

ضمون

—

موت
ہے گوشت و خد بھی عجیب کچھ عافیت
دنیا کی ترس ہے نہ ہو گا گوند ہے
تھامی عمر کی ہے سانس ہے گور کی منزل
سفر آخر ہوا وقت آگیا قطع مسافت کا
آباد پھر نہ ہو گی برباد ہی رہے گی
راہی ہوا مسافر جس دن مرے تن کا
موت سے بھاگا ہو گی یہ منزل نصیب
یہ سفر درپیش ہو گا ہو گی یہ منزل نصیب
نہ گھبرا موت سے روح رواں وقف بہت کم ہے
روانہ جانب یک عدم آباد ہوتے ہیں
پس مردن فراغت پائی جھگڑوں سے زیادہ کر
کہ دار الحرب تھا عرصہ ہماری زندگانی کا
اجل کہتی ہے یہ بالین پہ اگر بادشاہوں کی
کفن پہنچا تا رو جسم سے موت نے مجھ کو
بچا یا کسی دشمن جاں و نہ لکھیاں تھی
مجھ سے تھا جس میں دشمن جاں و نہ لکھیاں تھی
نہ در اموال کا ہے اب خوف لکھ بانی ہے
کہ لکھی کشتی تن بھر بستی کے تلام ہے
کوئی جانب بر سر دست اجل سے ہو نہیں سکتی
ہے پابند رام سر کا جو فرید ہے

سامنے اسکے ادب سے جا بٹینگے وہ ہاتھ باندھ
 اجل نے پست کر ڈالا زمین نے اسکو دے مارا
 دنیا میں سدا رہنے کو آیا نہیں کوئی
 پیام مرگ سے ہوتی ہے تمکلیں روح کس خاطر
 جیتے رہو گے کتنک اکدن مرو گے بے شک
 تمام عمر عبث پرورش ہے اسکی تراب
 بے نصیبی سے کوئی جیا تو کیا
 جو خدا کی یاد میں مشغول ہو گا وقت مرگ
 موت سے غافل نہ ہو الموت جس پر یوصل
 موت اندھیری رات ہے اور ہادم اللذات
 فوج گھونگھٹ کھا کے سب کوئی نہ کام آئیگا تب
 جو موات جیتے ہی جی اپنی ہستی سے تراب
 مکہ میں بیٹھو چاہے مدینہ میں حاجی
 عبث کرتے ہو اے اہل دول لول مل
 منکر نکیر آئے چوڑھے چھاتی پہ لے کر
 مرجانے کا خوف ہر گھڑی ہے
 چند روز آ کے جو دنیا میں ہوے تھے یک
 یاد آتی ہے موت ان کو بھی
 کچھ شک نہیں ہے اس میں یہ سب پر ثبوت
 گھمیری دولت کی رکھی جس نے بڑی ہے
 آتے نہ اس جہاں میں پئے بود و باش
 لحد میں چین پائے ہم متاع زندگی کو
 دنیا سے ہاتھ اٹھا کے وہیں چل کھڑے
 مرنے کے بعد پھول ہوں کیا الٹی رہے
 ایک دن وہ تمنا بنایا تھا ہم
 خضر کو بھی ایک دن تو موت
 مدد اے ساکنان ملک
 جسم خاکی میں کوئی روح نہیں
 آنکھ جب بند ہوئی راحت و عشرت
 لازم نہیں کہ موت سے غافل ہوں اہل
 مرگ سے چارہ نہیں ہرگز گدا و سدا
 ملک عدم کو قافلہ راہی ہے پیش
 ساتھ جن کے جلوس شا

جس کو مرنے پر ہمیشہ مستعد پائیگی موت
اٹھایا سر بہت جس نے بنائی اونچی تعمیریں
لاحق ہے اجل سب کو نبی ہو کہ ولی ہو
ملے گا خاک میں وہ جو ہوا ہے خاک سے پیدا
موت آوے گی یکایک یہ امر ہے یقینی
جو بعد مرگ کے دو روز میں مٹے و گلے
مر گیا رنجش و محن سے گیا
وہ تو ہے مشاق اسکا اسکو جو بھائیگی موت
جانب معشوق جھٹ عاشق کو پہنچائیگی موت
سب مرنے لڑ جائیں گے تشریف جب لائیگی موت
ننگی شمشیر اپنی جب بکلی سی چمکائیگی موت
اس موے کو کون مارے اسکو کیا کھائیگی موت
مر کے وہیں گرو گئے جہاں کا خمیر ہے
اجل پیچھے پڑی ہے دفعۃً اک روز مرنا
ہتیار کام آئے نہ کوئی شکر جنگی
موت آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے
بعد مرگ ایسے پریشان ہوئے پھر نہ ملے
بیٹھے ہیں جو گور کے کنارے
سب کو اجل ہے ایک وہی لایوت ہے
کچھ خبر اس کو نہیں موت کھڑی ہے سر پر
لائی اجل نے باتوں میں ہم کو لگا کے ساتھ
ملا بھی تو ملا آرام دل آزار جاں ہو کر
آیا خط طلب جو رسول قضا کے ساتھ
آئی بہار جب ہمیں لیکر خزاں چلی
اب مٹانے کا زمانہ آگیا
گو زمانہ میں جئے لاکھوں برس
اک مسافر ہوں تازہ وارد ہوں
گھر جو آباد ہے اک روز وہ ویراں ہوگا
طرفۃ العین میں ہے عیش کا سماں تاراج
تیغ کشیدہ چرخ پہ ہے کہکشاں نہیں
روک سکتا کون ہے اس آفت جانکاہ کو
منزل پہ کوئی راہ پہ کوئی روانہ ہے
انہی قبروں کے بھی نشان نہ رہے

[illegible]

موت
آیا تھا کیوں عدم سے کیا کر چلا جہاں سے
پیرگ و زینت تجھ بن آس میں منتیاں میں
کب کیوں چین کو حلیں لال زار میں
کیا جانے پھر نہیں نہ جیسا ہم بہار تک
مشہور ہے یہ بات کہ جیسا ہے تو ہے جہاں
آپ ہی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا
نہ پھر ملک عدم سے کوئی بار اے سکوا
جانا اب ان کی خبر کے لئے ناچار ہے
مالا ہی تھا پیار کو فرادنے لئے
آئی کو کیا کرے جو وہ سر سے نزل کے
دم رحلت نہ ہواں کو صد غمیر ممکن ہے
چلی وہ روح جو تھی خانہ تن میں کہیں برسوں
کوئی موعود کسی شخص کو کہتا نہ تغیر
موت کے آگے اگر قتل فلاطوں ملتی
جان مرنے سے کوئی لاکھ چھپائے اپنی
ملک الموت کہیں آگے ہی لینے ولے
دنیا سے گئے جو صد سے پہلے
بیچنی بنیں دوں وہ سور ہے ہی
فقر میں کلب و علم کا بھی آیا جو خیال
ت نے ہنس کے کہا بھول گئے تم مجھ کو
نہیں ہے

قضا نے دیکھنے کیا اپنے پنجہ میں دبا یا ہے
عالم ہو قدیم خواہ حادث
ہوش و خواہ تاب و توان داغ جا چکے
اجل کے ہاتھ سے لے داغ بچنے کا نہیں کوئی
گر زندگی خضر و مسیحا ہوئی تو کیا
موت زندہ چھوڑنے والی نہیں
تو نے آرام کچھ دیا اسے مرگ
لیکے آغوش میں کس ناز سے تربت بولی
ملا ہے کبج لحد میں کچھ اس قدر آرام
سلا رہی ہے حسیں کو موت مٹی میں
پڑا ہے سر پر غضب بوجھ سیکڑوں من کا
سفر ہے دور کا اور غمیں ابھی ہے آرام
موت نے کر دیا ناچار و گر نہ انساں
کتنے مفلس ہو گئے کتنے تو نگو ہو گئے
گر مرض ہو دوا کرے کوئی
نہ ہوتا موت کا اگر خوف دل میں اس کے ذاکر
اس سمیر عمیق سے گزرنا ہو گا
دست اجل سے اور بھی نالاں ہزار ہیں
کبج تربت میں تو کچھ چین ملے گا اسے مرگ
ہے کون موت کا انساں کی روکنے والا
بہت آگے یاں ہفت کشور کے سلطان
فرش گل پر بھی ناز تھا جن کو
اجل نے نہ دی انکو دم بھر کی مہلت
چلے جاتے ہیں رات دن قافلے
ہائے مرجانا ہائے مرجانا
لڑکوں کا ہے گھر وندا سحر اپنا جسم خاکی
کسی کا ساتھ نہ دے گا کوئی دم آخر
ہوتی ہے سجاد ہر شے اصل کی جانب رجوع
جہاں میں زندہ رہنے کی تمنا کیا کریں سید
موت کا غم جسے ہر وقت لگا رہتا ہے
باغ ارم بنایا تھا شتاد عادنے
گئے جہان سے کیا کیا ستیزہ جو تیر خاکی
چشم ہوس اٹھائی تماشے سے جوں حباب

تہمتن کو پشیں کو زال کو سام و نریاں کو
جس دم نہیں ہسم جہاں نہیں ہے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا
نہ چھوڑا دوست کو اس نے نہ یہ چھوڑی دشمن کو
ہے موت سب کے ساتھ مقرر لگی ہوئی
اس بلا سے کوئی گمراہی نہیں
زندگی کیا رہی وہاں رہا
آخرش بھٹکے مسافر کو وطن یاد آیا
کہ چھوڑ چھوڑ کے آتے ہیں نشینوں کو
چھپا رہی ہے یہ جنگل میں کن دھینوں کو
عجب اٹھانے پڑے نازنا زمینوں کو
اٹھاؤ کا ندھے یہ ان پالکی نشینوں کو
ہے وہ خود بین کہ خدا کا نہیں قائل ہوتا
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے
موت کے آگے کیا کرے کوئی
بھلا دنیا میں چلنا دیکھ یہ خود میں بشکر سے
ہاں موت کے گھاٹ ہی اترا ہو گا
ٹوٹا نہیں ہے دم کا مرے کاررواں فقط
پانوں پھیلا کے وہاں سوئیگے آرام سے ہم
کسی کے حکم کی امیدوار رہتی ہے
گئے ہاتھ خالی سکندر کے مانند
خاک کے نیچے ہیں نہاں افسوس
تھے رستم جہاں پہلوں کیسے کیسے
زمین کے تلے اک جہاں اور ہے
عیب کے ساتھ سب ہنر بھی گئے
مجھ کو بگاڑنے کو اسے مہرباں بنایا
نہ ہو گی گور کی منزل میں ہمسفر کی تلاش
خاک میں کیونکر نہ ملے گا کہ آخر خاک تھا
جئے لاکھوں برس پھر بھی تو اک دن مرنے والے ہیں
آشنا وہ نہ خوشی سے کبھی ملا ہو گا
بے سیر حکم آگیا کوس رحیل کا
کہ گل جب آیا تو مجروح بے شمار آیا
نادیدنی کا دید بس اک دم بہت ہے یاں

خوشدل
درد
داغ
-
-
-
دلاور
دل
-
-
-
ذوق
-
-
ذاکر
-
-
-
رنگ
زکی
-
-
-
سجاد
سید
-
-
-
سودا

<p>نہایت خوش مزہ ہر چند لذات جہانی ہیں زینت کہاں تک بھلا موت سے ہے خوف کیا ہوگی فنا ایک دن عالم موجود کو اٹھ گئے قبروں میں بتر خاک کے کھٹکا جے جٹ آٹھ پیر راہ عدم کا یا چار سے پہلے گئے یا چار سے پیچھے آدمی ہے خیل ہے یا مور ہے کوئی رزق دہان گور ہے ہر کوئی نہیں یہ کہ سدا یاد کرو گے لازم ہے اک دم تو بھلا یاد کرو گے ہاں بھولے سے کام ہے انجام کو پہنچو اس سے ہی تمہیں کام ہے انجام کو پہنچو خاقل ہو جٹ بیٹھے دلا یاد کرو گے جو بات کہ ہونی ہے نہ بھولے اسے دل دن رات میں اک دم تو بھلا یاد کرو گے ہر شوکت دنیا کہ ہے زلت سے نہیں کم سب بھول گئے تم جب کہ دلا یاد کرو گے ہر دم وہ قریب آتی ہے گر غور سے کیجیو اس واسطے کہتا ہوں سدا یاد کرو گے موجودگی ہے</p>	<p>سفر سعید سخن مرور مرج شاد شیدا شفق شرم صابر صبر طالب طاہر ظہر ظفر</p>	<p>سرخانے شمع روشن ہے فقط پروانا آتا ہے تجھے سامانِ عشرت کی پڑی ہے موت بھی کیا شے ہے جس سے ہر بشر مجبور ہے بے خبر دیکھ ترا وقت بھی اب آپہنچا مثل مادر ہیں مرقد نے ہم آغوش کیا دنیا کدھر رہی یہ زمانہ کہاں رہا اب حشر تک آرام سے آرام کرینگے بڑھو یہاں سے بڑھو دل یونہی ٹھاکے چلو اجل سب کو یونہی لٹا قی رہے گی نہ ہم رہینگے نہ تم رہو گے نہ شاد نہ اتنا رہینگے کسی غریب مسافر کی کب سنی فریاد موت کہتی ہے مقرر تجھے جانا ہوگا محیط دھسریں اب بقا کا کیا مذکور جو اس زندانِ ہستی سے فنا ہو کر نکلے ہیں اب تو اپنے لئے اک خبر سے بدتر ہم ہیں موت آہستہ یہ کہتی ہے کہ سر پر ہم ہیں خیالِ ہستی ناچیز اک خواب پریشاں تھا رہا ہے کوئی دنیا میں کہ ہم رہنے کو آئے ہیں یہ صدا آتی ہے اسے غافل دہان گور سے ہم سمجھتے تھے کہ چھٹ جائینگے مرجانے سے دکھانی دیتی ہے اک اور دنیا مرنے والے کو جس خاک سے بنا تھا وہی مشت خاک ہے آج ہم روتے ہیں یارانِ عدم کے واسطے کوچ کا وقت ہے اسباب بندھا رکھا ہے لباسِ عاریت انجام کا رہچینک دیا دیکھ لیں طاؤس کا مرغ تہ دامِ قص نہیں ممکن کہ رہے تیغِ قضا سے محفوظ طالع ہوئی سحر تو مسافر روانہ تھا کبھی مٹی میں ملے گا یہ بدنِ مٹی کا پانوں پھیلا کے نہ سوئے نہ ملا گھر اچھا اب قبر میں ہے حشر کا کھٹکا لگا ہوا آخ کو ہم ہیں اور وہی کنج مزار ہے اسے ظفر اسکا محل جا ہے اک آنہیں بل</p>	<p>نہیں ہے بعدِ مردن کوئی اپنا پوچھنے والا دلا پیکِ اجل ہے در پئے جاں جیتے جی سب کچھ ہے مرنے پر نہیں کچھ اختیار زیست ہر ایک کی ہر دم یہ خبر دیتی ہے حشر تک چین سے سوئینگے یہاں لے سرور جب آئے گی قضا نہ کوئی کام آئے گا مادر کی طرح پیہو میں مرقد نے لیا ہے اٹھو پکارتی ہے غافلِ اجل سر پر ہے بیتابیِ نزع پر کیوں یہ حیرت اجل سلا دینگے سب کو آخر کسی بہانے تھپک تھپک قضا نے لوٹ لیا رہروانِ ہستی کو روح چھپتی ہے جو آتا ہے عدم کا مذکور اجل کا جام جو پینا ہے پی لوتش نہ بو وہی آزاد ہوتے ہیں زمانہ کی کشاکش سے جسم کا ساتھ چھٹا آپ سے باہر ہم ہیں دشتِ امید کی جانب جو بڑھتا ہوں قدیم پس مردن کھلا احوال سب دھوکا ہی دھوکا تھا لگا ہے آنا جانا جائینگے آخر شفق اک دن ہوگا ہر جن و بشر لقمہ مقرر اک وز قبر میں اور بڑھی حسرت دنیا افسوس سحر ہوتے ہی کھلتی ہیں آنکھیں خواہ غفلت سے خاکِ طلسم آج ہر آفت سے پاک ہے کل ہمارا غم کریں گے تماہرا بنائے جہاں یہ دم نزع گن ہوں کے نہیں پشتار سے یہ جسم روح کو تھا ناگوار پھینک دیا آئی ہے سر پر اجل پیش چین اب کہاں ہو اگر رستم دستان بھی کوئی لے طاہر ظہری نہ روح جسم میں پیری کو دیکھو دفن ہوتا ہے پس مرگ بدنِ مٹی کا نہ ملی کا ہش دنیا سے بجز قبرِ نجات تھا زندگی میں موت کا غم جان کو عذاب گر عمر لوح بھی ہو میسر ہیں تو کس آدمی خاک کو ہے بل کہ اجل کے آگے</p>
---	--	---	--

موسم
ہم آیا ہے جو عدم سے جہان خواب میں
جاں رفتہ رفتہ سینہ پر از خاک لے گیا
ہم آیا ہے جو یہاں وہ یہاں سے گزر گیا
کوئی خوشی مہیا اور کوئی غم میں مگر
کیا جانے بعد مگر کر کیا رونا دہے
کس نے حال سمندر کے پار کا
جب تہجہ کوئے خدا کچھ نہ ہو گا
جب سر پہ آسماں نہ ہو گا
وہ بلا ہے کہ جس سے زیرِ خاک
بگشت و پیشت سام و زیاں کا لگ گیا
ہم آرام سے سویا ہوں اگر زریہ کنن اب
باقی نہ ہوئے پر رہا کچھ رنج و محن اب
کوا ہے جو یہاں پیدا ہوا ہے
کوا ہے جو یہاں سب فنا ہے
جہاں کا کارخانہ ہے نازاں
کیوں کا رخ بند ہے گھر ہے
ناداں تر از زیرِ خاک
ایک دن سونا ہے تنہا بیکانہ زیرِ خاک
آج دنیا میں تجھے جاہ و شمع موجود ہے
پاک کر آتش دنیا سے غافل پاک
مرگ اے غافل یہاں ہر دم گریاں گیر ہے
دنیا کہ

دنیا کہ جسکے زعم میں بھولا ہوا تھا میں	خافل دم اجل وہ رفیقہ کدھر گئی	فدا
خیال اجل دائما چاہئے	ہر انسان کو خوف خدا چاہئے	"
چونکہ خواب مرگ سے اکدن بھی گور میں	سویا زلزلے مرے شانے ہلا گیا	"
اب ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو تم سوائے آسمان	بالیں پہ موت آگئی وقت دعا گیا	"
کیا چین سے نیند آئیگی منع کو نہ خاک	سنتا ہوں اسے بالش و بستر نہیں ملتا	"
بعد مردن پوچھتے ہیں گور میں منکر نکیر	کیا یہاں لایا وہاں کیا ساز و سامان ہ گیا	"
مرنے کا جھکو سوچ ہے نادان محض ہے	دنیا میں ہر وجود کو موجود ہے عدم	"
کوئی نہ ٹھیکہ را وقت جب آیا	جلدے آخر جانے والے	فانی
فائدہ کیا گر میر بھی ہوا آب حیات	موت کے آگے نہیں چلتا کسی کا چارہ ہو	فیض
شہنشاہ ہوا کہ گدا ہو کوئی	تہ خاک ہیں سب یہ جانے کے لوگ	"
رتبہ بلند پست ہوا جب فنا ہوا	سنگ سر مزار مرا سنگ یا ہوا	"
زریست کو مرگ سمجھتے ہیں ہم	پیرہن ہے سو کفن ہے اپنا	"
اللہ اس یقین پہ تو یہ ہے بشر کا حال	غفلت بڑھے کچھ اور جو بیم قضا نہ ہو	فصاحت
نہیں ملتی مقرر ہے جو ساعت موت آنے کی	جگہ اس میں نہیں دم مارنے کی لب ہلانے کی	فصیح
اے موت کچھ بتا کہ یہ کیا انقلاب ہے	پوٹاک بھی بدل گئی گھر بھی بدل گیا	فروغ
مرنے والو یہ ادا خوب نہیں وقت سفر	پھیرنا آنکھ کا سب سے دم مردن کیا	"
کیوں نہ تڑپے فراق جسم میں روح	چھٹ گیا ساتھ زندگی بھر کا	"
کیوں ہے اے موت تری گرمی بازار یہ کیا	جان دیدے کے ہیں سب تیرے خریداری کیا	"
قبر تک دوست بھی پہنچا کے چلے جاتے ہیں	پہلی منزل ہی میں سب راہ سے کٹ جاتے ہیں	"
اے دل نا فہم آخر تا کجا ہستی تری	موت جب آئیگی سب نشہ ہرن ہو جائے گا	فوق
اے موت تری یاد نے سب کچھ بھلا دیا	اک نقش بیخودی تھا اسے بھی مٹا دیا	"
وہ لوگ جو کہ تیری ترازو پہ تُل گئے	اے موت سوے ملک عدم کل کے کل گئے	"
یہ راہ وہ ہے جس سے گزرتا ہے ہر کوئی	خاموش کچھ چلے گئے کچھ کر کے گل گئے	"
کیا کیا کتاب زریست میں نقش و نگار تھے	ابو سیاہ مرگ سے سب حرف دھل گئے	"
چین سے گزری نہ دم بھر بھی مرائے دہر میں	گور میں جا کر ملی آسائش منزل ہیں	قلق
تعوذ لحد پایا جب دہر سے چین آیا	تعوذ یہ لکھوایا اس خواب پریشاں کا	قدر
جو شمع شجبتاں ہے چراغ سحری ہے	ہے کون جو خورشید لب بام نہیں ہے	"
اچھے جو تھے اٹھے وہ ہم سے جو تھے رہے وہ	پہلے ہوئے روانہ جو میر کاررواں تھے	"
تک عدم کو جائینگے گھر بھی وہیں بنائینگے	اب نہ پلٹ کے آئے گی ٹھو کریں عمر کھا چلی	"
موت کی لگ لگائی نظر جب تو مریض چشم پر	نقش ہوئے نہ کارگر اور نہ اک دعا چلی	"
جو عدم میں تھے ہوئے خلق وہ جو وجود میں تھے وہ چلے	جو رہا تھے ہو گئے قید وہ جو امیر تھے وہ رہا ہوئے	"
جسم خاکی میں مری روح یہی کہتی ہے	زندہ درگور ہوئے خلق میں آنیوالے	"
تعلقات جہاں سے چھٹے ہیں مرقد میں	سفر تمام ہوا آج اپنے گھر آئے	"

موت
 لحد میں رکھ کے بول موت جھگڑے
 پہنچا ہے راہ اس دولت سرا کی
 لحد کے منہ میں کیا پہنچا گیا میں شہر کے منہ میں
 نہ رانیں ہیں نہ سینہ ہے نہ پیلو ہے نہ بازو ہے
 آخر کو مرنے مرنے کوئی نہیں بچے گا
 اونٹن کے تمام قیدی آزار دہندہ رفتہ رفتہ
 بدن سے روح جب نکلی یہی کہتی ہوئی نکلی
 جگہ اس جگہ ہم چین اٹھائے تھے جہاں کہتی ہے
 لحد میں رکھنے جگہ سے میری بلوئی یہ کہتی ہیں
 ابھی سے مرنے تم پہلی منزل اسکو کہتے ہیں
 جسکی موت آتی ہے جب کھٹکے چلے جاتا ہے وہ
 چھوٹیوں دیگی ہمارے قن لاغر کو فشاں
 قبر یوں دیگی ہمارے قن لاغر کو فشاں
 جس طرح سے کہ دبا ہا ہے شکنجہ کاغذ
 نزع کے وقت ہے مجھ عالم
 نہ ہوا تھا یہ عمر بھر میں درد
 کیوں لاش پہ میری رونے ہیں سب
 کیوں مفت میں آنکھیں کھولتے ہیں سب
 چوہا کیوں گانہ خواب مرگ سے ہیں
 شہر عجب فریاد عجب
 کیوں

موت

موتی سے پھر عدم میں جس وقت جاویں گے
یہ جگہ سے یہ کیسی ہے یہ رنج و غم نہ ہوں گے
کیوں اس قبائے تن پہ چلا ہوا ہے ناواں
اک روز موت آکر توڑے گی اس کے ٹانگے
اس وقت ہم تباہ کیوں کیا جن کے ہم چلے
نکلے گی تن کے توڑ کے جب جو رہند روح
کون بازی لے گیا یہ وہ ہے میدان اجل
جلد یا رستم بیاں تیر و کیاں چھوڑے پوے
ہر بشر کو تو موت کا ہے خدائے جانے
یہ کہاں اور کب جواب دے
ہیں قبر میں رکھے اجاب یہ ہے
عدم کی محبت پہلی منزل پر ہے
فوت و مال و حکومت نہیں چھوڑتی ہے
شیر کی طرح جھپٹ کر جو قضا آتی ہے
کیا جائے موتی کے تغیر کا ہے غم
خوش ہوتے ہیں کیا پس بے بدلتے ہیں غم
مانند حباب زینت اکدم کی ہے
کیوں بکراکت میں قدم دھرتا ہے
خود بخود بعد مرگ ملتے ہیں
باد میں باد اور خاک میں خاک
کیوں

کیوں جمع کروں وقت ہے ہر وقت اجل کا
ہلے یہ موت نے ویران کیا کس کس کو
ہر بہانے موت ہے ہر حیلہ رزق
مرگشگی ہے روح سے اس منت خاک کو
نہ وہ ساقی نہ وہ مطرب نہ وہ احباب اپنے
پاؤں پھیلائے ہم نے مرقد میں
اب تو عہد زندگی ہے ملتے ہیں سب قریبا
اک پاؤں ہے رکاب میں اک ہاتھ باگ پر
جار ہے گور میں نفرت یہ ہوی عالم سے
روز کہتے ہیں چلیں گے عدم آباد کو قدر
لحد میں پاؤں پھیلا کر نہ کیونکر چین سے سوئیں
قبر وہ نطمتکدہ ہے جس جگہ
چین سے خاک رہیں ہم کہ جہاں نہیں ہکو
تجھ سے ناچار ہیں اے موت و گرنہ ہم تو
مصطفیٰ آئے تھے ہستی میں عدم سے جو یار
گور میں جب سے گڑے آزار تب کوئی نہیں
جہاں سے ایک دن آخر تو جاننا ہے خردمندو
تن سے جو روح نکلی پھر خشتہ نہیں کچھ
عجب ان خفتگان خاک کی ہے نیند بے کھٹکے
جو بندہ کہ اک چند فراموش زمیں ہے
خفتگان خاک کی مجھ کو فراغت پر ہے رشک
اب جاتے ہیں اس جہاں سے تم میں
جو قلم فنا کا مسافر ہوا اُسے
پھر وہی موت کا ہے ہر دم خوف
اس مرگ کو کب نہیں ہے سمجھا
جسم نے روح رواں سے یہ کہا تربت میں
اے جان نکل کر مصطفیٰ کا
بعد مرنے کے ہوئی تن کی حقیقت معلوم
جب کیا ترک مال و کشور سب
قضا سیدھا بنا دیتی ہے کیسے کیسے بانکوں کو
مراے دہر میں کیا چین پاؤں
یہ خوب دیکھا ہے ہم نے قضا جب آتی ہے
پڑتے ہی رہتے ہیں صیاد اجل کے چھندے

تو شہ بھی ہوکل کا تو بھروسہ نہیں کل کا
کوہ فرہاد نے مجنوں نے بیاہاں چھوڑا
مرگئے فرقت کا حیلہ ہو گیا
قائم کہیں رہا نہ بگولا کسی طرح
دیکھتے دیکھتے برہم ہوئی صحبت کیسی
چلتے چلتے نکلے سفر ہی تو ہے
پھینک دیں گے ایک دن سب یار ملکر خاک میں
یوں منتظر کھڑا ہوں میں کو کس رحیل کا
ایسا گھر ڈھونڈ لیا جس میں کوئی در نہ ہوا
کوئی تاریخ کوئی روز مقرر نہ ہوا
تھکے ماندے مسافر چین سے پہنچے ہیں منزل پر
بجھکے شمع زندگانی جائے گی
غم رہا تانفس باز پس جانے کا
قصد کرتے نہ کہیں زیر زمیں جانے کا
پھر ارادہ کئے بیٹھے ہیں وہیں جانے کا
ہاتھ آئی ہے عجب دار الشفا بیمار کو
دل اپنا زندگی سے پہلے ہی بیزار کر بیٹھو
خواب جہاں کی ہم کو تعمیر یہ ملی ہے
بڑے آرام سے سوتے ہیں چوکی ہے نہ پیرا
اک دم میں جو دیکھو تو ہم آغوش زمیں ہے
سوتے ہیں کیا چین سے یہ پاؤں پھیلائے ہوئے
اے اہل جہاں بہت رہے ہم
باد مراد و موج و خطر دونوں ایک ہیں
آدمی گر جائے ہزار برس
ہر دم دم واپس میں سمجھا
اب مجھے چھوڑ کے تنہا تو کہاں جاتی ہے
اسباب لدا ہوا کھڑا ہے
عبث اس خانہ ویراں کی میں تعمیر میں تھا
تب فراغت ہوئی سکندر کو
کہ جب دم تن سے نکلا ہو گیا خود تنکے تن سیدھا
ہمیشہ کھیلی سر پر قضا ہے
دعا نہ چلتی نہ ہوتا ہے کارگر تھوید
آٹھ دس پھانس لئے چھوڑ دے گھر و چار

کمال
مصطفیٰ

میکش

<p>موت</p> <p>کیا چیز نہیں رہی جو موتی نہیں جس مردہ بھی تو جوں توں کا ہے ان کا ہی روتی ہے زن کہ ہائے میرے شوہر روتا ہے پسر کہ ہائے باپ کے رہے جسم تو خاک پر پڑا ہوں کانوں اے گھر ہے یہ گریہ و زاری پس گہوارہ عیش میں مگر جولا ہے ثروت پختی جو اس قدر چولا ہے ہنستی کھڑی اجل مٹھنے کے کیا جولا ہے کیا جولا ہے کیا جولا ہے موت سے فائف ہے تو امراض سے ترسے جسم خاکی کو مگر ہرگز نہیں ممکن بنا روکنے سے کب رکا ہے تھانے سے کب مل گریے کا آج یہ ملی کا گھر گرجا گیا کیا دھڑ ہے بیوہ شغل نہیں ان سے باز کام آئیں گے نہ یہ جب موت کا آیا پیام نہ نوکر ساتھ جائیگے نہ گھوڑے ساتھ جائیگے نہ تنہا ہے کوچ اس جاتے جب آئی قضا جائیگے یہ دن ہے سامنے اور اس پہ یوں اٹل ناداں مگر رہنا ہے اس دنیا میں شاید دانا نہ کو تعجب ہے</p>	<p>محبت</p> <p>کچھ وقت موت کا کبھی ملے سے مل گیا اک کفن باقی تھا وہ بھی سل گیا نیا ہے گنبد گردوں مزار کی صورت کیا جانے دنیا سے سفر کل ہو کہ یا آج خدا کا شکر ہے ہم آج الجھن سے نکلتے ہیں آخری منزل سفر پہنچی کوئی جلا د ہو کہ یا سفاک اس کا قلق نہیں ہے تو اس کا سرور کیا عمر بھر جان چرایا کئے مرنے والے کر خوف یا نہ کر یہ تجھے بخشی نہیں پورا ہو کام یا نہ ہو سب اسے ہنستار دنیا میں کوئی چیز ہے برحق تو مرگ ہے رہے کس کس کے یہاں طبل و علم دیکھو تو جہاں سے ہم گئے تھے پھر وہاں ہر پھر کے تکیہ میں اپنے ساتھ بس اپنا کفن رہے وزیر و شاہ کیوں محلوں کے اندر چھپتے پھر ہیں غمناک کیوں ہے کس لئے اند و ہناک ہے عزیز وہ بھی دن ہو گا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے جو مر گیا وہ دار محن سے نکل گیا زندگانی کی تمنا کب تک موت ایک نہ ایک دن ضرور آئیگی موت ایک نہ ایک دن پیش آئی ہے خدا سے بھی مناجاتوں میں بس دنیا کے سائل ہو اجل کا وقت کیا جو دم گزر جائے غنیمت ہے اب بھی نہ ہو بیدار تو تقدیر ہے یہ نقارہ کوچ کی ہم وزیر ہے یہ امید وہ کر کہ ہو سکے جسکی امید غافل کیسی اسے بقا سے جاوید دانہ ہے زر و زمیں وزن کا جھال صیاد سے بھی اسکی رہائی ہے محال کیا خوف زدوں کو بخشدیتی ہے اجل گو آج بچے تو دوسرا دن ہے کل احساس کے موجود ہیں سامان وہی</p>	<p>کیوں خوف جان ہے حق کی حمایت میں یہ عبث ہو چکی سب کوچ کی تیاریاں اجل سے بھاگ کے جائیں کہاں یہ اہل زمین اس دار فنا میں تمہیں جو کرنا ہے کر لو چھڑایا موت نے اس زندگی کے سب بھڑکے کٹ گئے سب محبت کٹھن رستے بے قضا کوئی کچھ نہیں کرتا بے منفعت ہے زیست تو مرنا ہے کیا مضر موت نے چھین لی ہے اپنی امانت آخر یہ یاد رکھ اجل سے کبھی مخلصی نہیں کرتی نہیں کسی کا مگر موت انتظار جھوٹا تمام زیست کا یہ ساز و برگ ہے کون کون آکے بجاتا نہیں کوس رحلت لب گور خدیو ہفت کشور پر یہ مصرع ہے تا زندگی ہمیشہ رہے موت کا خیال قضا روکے رکی ہے پاسبانوں سے بھی نادانو برحق ہے جہر موت جہان خراب میں اجل کا جب پیام آیا نہ تم ہو گے نہ ہم ہونگے شادی کی جا ہے مرگ نہ رونے کی یوں سمجھ آخر اک روز ہے مرنا برحق رہنا نہیں دنیا سے ہمیں چلنا ہے پیشانی میں ہر ایک کی لکھا ہے یہی اجل سر پر کھڑی ہے اور تم دنیا میں مائل ہو بھلائی آؤ کچھ کر لو کہ مہلت اور فرصت ہے ہشیار تجھے کرنے کی تدبیر ہے یہ آسا جاتا نہیں ہے دم ہرگز تھر کیوں رہتی ہے تجھ کو خواہش عمر مزید بیماری و موت کا ہے گھر جسم اے تھر صیاد اجل ہے اور یہ دنیا ہے جال اس دانہ و دام میں پھنسا جو اے تھر کیوں خوف اجل سے تیرا دل ہے بیکل مرنا برحق ہے مہر مرنا برحق ہے آنکھ وہی ناک وہی کان وہی</p>
--	--	---

سو
فکد میں مرگ کے ہوں سر در پیش
جو عجب طور کا سفر در پیش
جی کے جانے کا ہمیں اندوہ ہی ہے ایک سیر
خشم کو اٹھنا پڑے گا پھر یہ اس غم اور ہے
وقفہ مرگ اس بے رحم ہے
وقفہ کرتے تنگ رہے ہیں ہم
رہ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ
بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ
پہلا قدم ہے انساں پا مال مرگ ہونا
نکلیا جانے رفتہ رفتہ کیا ہوا مال تیرا
مرد حیف زیر خاک نہ گل چلے گئے
مہلت نہ دیا اجل نے ہمیں ایک نیت کی
اک حرف کی بھی مہلت آگے نہ کہنے پائے
تھا جی میں آہ کیا پچھوئے کیونکہ پائے
کاروائی ہے جہاں عمر عزیز اپنی سیر
رہے در پیش سدا اس کو سفر کرنے کی
سوال میں نے جو انجام زندگی سے کیا
قد خمیدہ نے سوئے زمین غارت کی
کوئی رہنے والی ہے جان عزیز
گئی گرنے امروز فساد گئی
کتنے ہی

تعجب ہے مزہ کیونکر تجھے آتا ہے کھانے کا
زن و دختر پیر مادر پدر خواہر برادر سب
یہ جاہ و مناصب نہیں کام آئینگے
بچتا نہیں ہے موت سے تدبیر لاکھ کر
پیغام اجل آئے گا پر آئے گا
دنیا ہے سرائے پنجر وزہ اسے ہر
دیکھی ہے اجل کی ہم نے چابکدستی
جب تہر حباب کی طرح آنکھ کھلی
دل میں اجل کے رحم کا ہرگز پتا نہیں
میدان گاہ و ہر میں اک قتل عام ہے
دل میں اجل کے رحم ذرا بھی مگر نہیں
جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے
برحق ہے ایک موت ہی اس کارگاہ میں
یاں گر ہے کوئی امر یقینی تو موت ہے
کہتے ہیں جس کو قبر وہ سونے کا ہے محل
کس کا نشان اور مزیب کہاں کا نام
جسم خاکی چھوڑ کر اکدن نکل جائیگی روح
بکھر جہاں میں آکے عدم سے ہر ایک با
عدم سے آیا ہوں اکدن عدم کو جاؤ
نوشہ فرد قسمت کا مٹے کب
میری طرح سے اکدن بازار سے جہاں کے
فکر دنیا سے چھوٹے اس رنج جہاں سے پائی نجات
ہے یہ خاک فرش خاک لگا
ہو پیر نور سالہ کہ ہو مرد جواں سال
اندیشہ کی جاگہ ہے بہت تیر جی مرنا
جو لوگ چلتے پھرتے یاں چھوڑ کر گئے تھے
زندگی کرتے ہیں مرنے کے لئے اہل جہاں
راہ عجب پیش آئی ہم کو یاں سے تنہا جانے کی
غم سے نزدیک مرنے کے پہنچے
گزرے بسان صرصر عاظم سے بے تامل
جاتے ہیں چلے قافلہ در قافلہ اس راہ
غم مرگ سے دل جگر ریش ہے
حرف غلط تھے کیا ہم صفحہ پر زندگی گے

سفر سر پر سوار آیا ہو جب دنیا سے جانے کا
ہوے ہیں چھوڑ کر سب کو الگ جب موت آئی ہے
جب نزع کے وقت ہو گیا حال تباہ
ہیں ہوشیا ریاں تری اسے ہوشیار بھیج
کیا موت کا فکر کر کے پھل پائے گا
یاں کون رہا ہے کون رہ جائے گا
بیجا ہے غرور اور بے جا سستی
بس دیکھا کہ خواب تھی سب ہستی
کرتی کبھی کسی کی رعایت ذرا نہیں
ہر ذی حیات کو یہ اجل کا پیام ہے
اس سے کبھی بچا کوئی فرد بشر نہیں
یہ پیر ہن حیات کا اک روز پاک ہے
مرنا ہے ایک دن یہ ہے سب کی نگاہ میں
جو جو ہے ذی حیات وہ اک روز فوت ہے
دنیا میں لوگ کرتے ہیں فکر مکاں عبث
جب ہم نہیں تو سب ہننے یہ نام و نشان عبث
ساتھ دینے کا نہیں پیدل کوئی اسوار کا
اس کشتی حیات کا لنگر ڈبو گیا
سرائے ہستی فانی مرا دیار نہیں
سپر ممکن نہیں تیغ قضا کی
جائیں گے ہاتھ خالی جتنے ہیں مال والے
لاکھ طرح کی راحت پائی اک اپنے مرنے سے
شاہ کے واسطے گدا کے لئے
ہر دیدہ دنیا میں چراغ سحری ہے
در پیش عجب راہ ہے ہم نو سفروں کا
دیکھا نہ اب کے انکو آئے جو ہم سفر سے
واقعہ تیر ہے در پیش عجب یاروں کو
یارو ہمد ہمراہی ہر گام پہ بچھڑے جاتے ہیں
دور کا تیر ہے سفر در پیش
افسوس تیر تم نے کیا سیر سیری کی
چلنے میں تردد نہیں تیار ہیں ہم لوگ
عجب مرحلہ ہم کو در پیش ہے
جو صاف یوں قضا نے ہکو مٹا دیا ہے

کتنے ہی آئے لے گئے سر پر خیال میر	ایسے گئے کہ کچھ نہیں ان کا اثر کہیں	میر
آسودگی تو معلوم اے میر جیتے جی یاں	آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں	"
کیا آسمان پہ کھینچے کوئی میر آپ کو	جانا جہاں سے سب کو مستم ہے زیر خاک	"
مرگ اک زندگی کا وقفہ ہے	یعنی آگے چلیں گے دم لے کر	"
وسعت جہاں کی چھوڑ جو آرام چاہے میر	آسودگی رکھے ہے بہت گوشہ مزار	"
اس موج خیز دہر میں اہکو قضا نے آہ	پانی کے بلبے کی طرح سے مٹا دیا	"
کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں	ناداں یہاں کسی کا کسی کو بھی غم ہوا	"
اہل جہاں ہیں سارے ترے جیتے جی تلک	پوچھیں گے بھی نہ بات جہاں تو عدم ہوا	"
مرگیا جو اسیر قید حیات	تنگنائے جہان سے نکلا	"
موت کلید در اسرار ہے	موت مسیحا ہے ہر آزار ہے	مرزا
معنی امکان تغیر ہے موت	صورت بطلان تھیر ہے موت	"
موت ہے لاریب کمال حیات	علت غائی و کمال حیات	"
زندگی صاحب عرفاں ہے موت	راہبر کو چم جاناں ہے موت	"
موت سے ڈرتے نہیں اہل کمال	موت سے ڈرنا ہے حماقت پہ وال	"
مائی رحمت ہے پئے اشقیا	آئی رحمت ہے پئے التقیاء	"
قید تشخص سے چھڑاتی ہے یہ	عالم تجسید دکھاتی ہے یہ	"
بند کنائے قفس تن ہے یہ	میر نمائے گل و گلشن ہے یہ	"
زیست ہے اک اسم یہ موسوم ہے	زیست ہے اک نقطہ یہ مفہوم ہے	"
اس سے بنا مطلب رفت و ربود	اس سے کھلا رابطہ ہست و بود	"
علت و معلول بقاء و حیات	حاصل و محصول بقاء و حیات	"
شرح کن معنی بیم و رجا	درس دل دہ مکتب فقر و غنا	"
قاطع شہوات طبعی ہے یہ	ہا دم لذات طبعی ہے یہ	"
بارہ نخوت کا یہی ہے خمار	نشہ دولت کا یہی ہے آثار	"
سرد کن آتش ظلم و فتور	زرو کن چہرہ اہل غرور	"
مبطل ہر دعوے باطل ہے یہ	عجز ہے یاں سب کو وہ مشکل ہے یہ	"
زیست میں ہے شائبہ فصل دوست	موت میں ہے ذائقہ وصل دوست	"
قلزم ہستی کا کنارہ ہے یہ	جیتے ہیں جس پر وہ سہارا ہی یہ	"
ذات خدائے ازلی کے سوا	اور ہر اک شے کے لئے ہے فنا	"
ظلمت ظلمات سے تاریک ہے	بارہ سے تلوار کے باریک ہے	"
پائے خرد لنگ ہے اس راہ میں	جو ہر کل دنگ ہے اس راہ میں	"
عالم اجسام ہے ناپائدار	ہستی موہوم کا کیا اعتبار	"
جی میں یہ آتا ہے کہ مرجائے	عالم فانی سے گزر جائے	"
گزشتگان کا بیاں کر کے میں روانہ ہوا	فسانہ گو تھا جو کل آج وہ فسانہ ہوا	ماہر

موت
خانہ دہر سے آخر کو ہوسے سب رخصت
میزبان کون یہاں تھا بوند نہاں
اجل سر پر کھڑی ہے موت دامگیر ہر دم ہے
کس زندگانی پر ہوا ایسے بے خبر بیٹھے
قالب کی جدائی سے نہ کیوں روح ہو جی حین
ہوتا ہے مسافہ سرخشن کا کریم
شکر تمام آفر تری بخشے اجل نے نہ دیا
اتنا وقفہ جی غافل نہ ہوا انساں قضا سے چاہئے
چلیں گے فکر کرنا ابستار سے چاہئے
انتہا کی شگور ہر طرح ہوگا
کھینچے ہو کہ ہو گا عدم
گو ملک
مٹی کا ڈھیر قالب خاک کی ہے بعد مرگ
بر باد گھر ہوا جو سکین مکان اٹھا
جب پیک اجل حضرت قیوم سے آیا
تب تنگ ہیں ہستی موہوم سے آیا
تب تنگ ہیں ان کو قصر ہستی میں
رہے کچھ تو خیال مرگ ان کو قصر ہستی میں
مکان جن کو ملے رہنے کی خاطر جھکو مرگ کا
چھلے قید غم سے اب اچھو نہ
بوسے مرگے گور غریباں میں خوش
کہا دل نے

موت

دورانی ہے روح یار و اور جی بھی کا تپا ہے
 مرنے کا نام موت جو مالک تھے یہ اپنے گھر کے
 ہے دم کی بات جو گھر کے رہے نہ درے گیا
 جب مر گئے تو ہرگز گھر کے سکھ پائے گیا
 جب مر گیا کوئی نہ اس کے گیا
 دکھ پائے کوئی نہ اس کے گیا
 قیلا رہا نہ اہل کے کیا آئندہ گوار
 جب پیک نے اہل کے کرامات کی بہار
 کام آتی روشنی نہ کرامات کی بہار
 مفلس غریب صاحب تاج و علم سر یہ
 کون اس جہاں میں زندہ رہا ہے دھرو بابا
 تن کو کھلے پٹی ہوئی گھوڑے پر زین دھرو بابا
 اب موت نقارہ باج چکا چلنے کی فکر کرو بابا
 قزاق اہل کا رستہ میں جب بھالا مارا گرا دیا
 دھن دولت باقی پوتا کیا اک کتبہ کام نہ آئے گا
 اسے دل کنج سفر کا
 پہلا یہ مقام ہے
 بعد میں کیا سبکداری مجھے حاصل ہوئی
 بوجہ بالائے حد ہے چادر برابر ہے
 پی مرن جو دیکھا اول و آخر برابر ہے
 وہی پھر خاک میں آیا ہوا جو خاک سے پیدا
 آرام

کہا دل نے جب ہم سرگور پہنچے
 سیکڑوں تدبیر کر کے فلسفی بھی مر گئے
 جو گیا دنیا سے مت رکھ اسکے آئین کی امید
 طعمہ باز لحد ہوئے گا ہر شخص ضرور
 تاز و انداز و کرشمہ جن کا تھا عالم فریب
 یہ زمین و آسماں کچھ بھی نہیں
 سب کو ہے موت آنی سب کے لئے قضا ہے
 بلندی میں مثال آسماں کو قصہ تھا تو کیا
 گور آتی ہے نظر جب مجھ کو گھر آتا ہے یاد
 دیوڑھیوں پر بہر حفظ جان عبت ہے بندوبست
 بے سبب اسباب او غافل فراہم کیا کروں
 خاک میں پوشیدہ ہو جائینگے سب عالی دماغ
 ہے ہر اک آفت سے امین مسکن اہل فنا
 دم نکلنے پر جو آتا ہے نہیں رکتا ہے پھر
 غنیم موت ہے اس سے بھلا لڑیگا کون
 قبر اگر بچی بنی مردے کو کیا
 جسم خاکی کو یہیں چھوڑیں عدم کی راہ لیں
 خاک ہو جاتے ہیں دونوں خاک میں ملنے کے بعد
 کر گئی جان حزیں تن سے سفر اچھا ہوا
 واسطے مرنے کے ہم پیدا ہوئے
 لیکر سند اجل کا جب فوجدار آیا
 اعلام نے قضا کے جب آفنا پکارے
 جسد دم قضا پکاری اب اٹھ چلو میاں جی
 مارا قضا نے بھالا جسد دم قضا کا اگر
 آکر بجے اجل کے جب سر پہ شادیاں
 مرنے کا ڈر ہے انکو جو رکھتے ہیں تن میں جاں
 جب آئی اجل پھر نہ رہا تخت نہ افسر
 جب آئی اجل پھر نہ چلا زور اجل سے
 جب تن کے اُپر مرگ نے آڈال دی کملی
 جب گھڑی آئی قضا کوئی نہ پھر پوچھ گیا بات
 گھڑی کی عمر ہو یا لاکھ کا سن
 سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں سچ پوچھ تو کیا خاک ہو
 جب موت مرض نے آن لیا سب بھولے نبض و قارو

عدم کے مسافر کی منزل یہی ہے
 اک دوا چلتی نہ دیکھی موت کے آزار ہے
 موج کو ممکن نہیں ہے بازگشتن آب میں
 باوجودیکہ نہیں ہیں زغن گور کے پر
 موت نے اپنی دکھائی جب ادا کچھ بھی نہیں
 پنجر وزہ ہے جہاں کچھ بھی نہیں
 سب کو ہے جان دینی سب کے لئے فنا ہے
 اجل کے ہاتھ سے زیر زمین آخو فریدوں ہے
 اس سفر میں ہائے دنیا سے سفر آتا ہے یاد
 موت پھر جاتی ہے کوئی چوب رہاں دیکھ کر
 چھوڑ جاؤں گا میں سارے عالم اسباب کو
 کرتی ہے گرد زمین دیکھو نہاں افلاک کو
 باغ جنت کو خدا ہرگز خزاں کرتا نہیں
 دیکھ لو قصر حباب اسے اہل غفلت در نہیں
 عبت جناب فراہم سپاہ کرتے ہیں
 استخوان ہر ایک چونا ہو گیا
 اب وطن کو چلے گرد دشت غربت چھوڑ کر
 چار دن کوئی گدا ہے کوئی کیا کوس ہے
 تھی امانت جسکی پہنچی اس کے گھر اچھا ہوا
 زندگانی موت کا پیغام ہے
 اک دن میں حکم و حاصل سب ہو گیا پرایا
 پھر محکمہ نہ جھگڑا قاضی رہا نہ مفتی
 پھر شیخ جی نہ سید مزار ہے نہ خاں جی
 پھر مردمی شجاعت سب ہو گئی برابر
 تھے نیک و بد جہاں تک سب لگ گئے ٹھکانے
 اور وہ جو مر گئے تو انھیں موت پھر کہاں
 اسپ و شتر و قیل و خرو و نوبت و لشکر
 دو دن کو جو تعویذ و فیتیہ و عمل سے
 ایک دم میں ہوا ہو گئے سب نظری و عملی
 الفت و ہر و محبت سب ہے جیتے جی کے ساتھ
 نظیر اس بزم سے چلنا ہے اک دن
 جب موت سے آکر کام پڑا سب قصے قصیبے پاک ہو
 گو نسخے لاکھ محرب تھے پر کام نہ آیا اک نسخہ

مسکین
 مقبول
 مدنی
 نوح
 ناسخ
 نصیر
 ناظم
 نظیر

<p>آرام کہیں نصیب ہم کو کیا زیر خاک جا کے میں رہتا جہاں کو یاد گنبد میں آسمان کی چھپا تھا قضا ہے میں بہت جلدی کی تو نے کوں رحلت کے بجائیں جنارہ جب لب مرقد پہ آ پہنچا تو ہم سمجھے بدن سے روح نکل کر عدم میں جا پہنچی لبریز جام عسر ہوا آگئی اجل مرنے کے بعد پھر نہیں کوئی شریک حال پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح لکھا ہے نام ہر ذی روح کا جب مرنیوالوں میں روح کی قالب خاکی سے جو رحلت ہوگی بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں تنگی دو جہاں سے بعد فنا زندگی تک ہے یہاں اہل سعادت کی بھی قدر قفص تن میں نہ گھبرائیو اسے طائر روح گلزار دہر میں صفت نخل بارور قضا کے ہاتھ سے بچنا محال ہے اس کا قبر سلطان کی بنا موت نے آکر ڈالی کوئی نہ دست مرگ سے ہم کو چھڑا سکا موت کی یاد فراموش نہ ہو زندوں کو کرگئی تیغ قضا ایک روز دو تکرارے عاقبت گور تک اپنا جنازہ پہونچا آرام نہ خاک کیا عاقبت کار گوشہ تربت میں پہنچے ہم مسافر شکر ہے دنیا میں بیٹھنے کی جگہ امن کی نہ تھی کام آئی قضا مصیبت میں طفل و جوان و پیر یہ جتنے ہیں آدمی گدا و شاہ بعد مرگ زیر خاک یکساں ہیں طے خاک میں خاندان کیسے کیسے مٹی خراب شاہ و گدا کی ہے زیر خاک فنا بھی آدمی کے واسطے ہے شمع کی صورت زندگی میں کبھی ہنسنا ہے کبھی رونا ہے یہ جسم زار اگر تھا نہ باعث راحت</p>	<p>کھٹکا در پیش ہے سفر کا بھولا مزہ جو لقمہ گلے سے اتر گیا کیا جانتا تھا یہ نہ ملے گی اماں کہیں کہ میں نے اسے اجل ماتم نہ دیکھا دوستداروں کا نہیں تھا فاصلہ کچھ ایسا گہوارہ سے مدفن کا نکالا گھر سے جو باہر قدم مقام آیا اور اٹھ گئے بھڑا ہوا پیمانہ چھوڑ کر جاتا ہے شمع کشتہ کو پروانہ چھوڑ کر الجھا کے رشتہ ہائے امید راز میں تو سمجھو روح اس قالب میں کیا آئی کہ موت آئی کیا ہی آغوش لحد میں مجھے راحت ہوگی لیجائے گی یہ کھینچ کے آخر زمین میں اب ہمیں قبر میں فراغت ہے بعد مردن ہے گس رانی ہمارے واسطے جو گرفتار ہے اک روز رہا ہوتا ہے تازیت ہو موت کا کھٹکا لگا رہا ہزار جا کے چھپے آہنی حصار میں روح قصر پورا نہ ہوا تھا کوئی تعمیر ہنوز کام آنے یار دوست نہ کچھ اقربا عزیز چاہئے روز گزر گور غریباں کی طرف زرہ سے ہوتن رستم حصار آہن میں دور سمجھے تھے جسے ہم وہ مقام آہی گیا کھٹکا ہوا بھولا ہوا میں اپنے گھر آیا در بدر پھرنا چھٹا رنج سفر جاتا رہا اچھا ہوا کہ ہم کو خدا نے اٹھالیا اب ہمیں کیا کسی سے کام رہا آئیگی اپنے وقت پہ انکی قضا ضرور سکندر لے گیا کیا شوکت شاہانہ تربت میں وہ ہے کون گھر جس میں ماتم نہیں ہے جب لاش سڑ گئی تو حقیقت میں پانس ہے کہ بجھ جاتی ہے آخرات بھڑکتی ہے محفل میں جسم سے روح کو اک روز جدا ہونا ہے دہان گور کا میں مر کے کیوں خلال ہوا</p>	<p>نیم نظم نواب نذیر احمد نشاط وزیر واسطی</p>	<p>موت اسے آغوش سب بچھپے ہیں دنیا کے وقت میں موت نہ کوئی کام نہ بھنخوار آنے کا پیدا کیا خدا نے مثال کے واسطے تصویر یوں زمانہ ناپائیدار کی سب کو جانا ہے دیار یار میں رہنا ہے کرب آب رشتہ سے گزرنا ہے گدا و شاہ کا آخر میں کرنا سفر ہے جوں صبا اس باغ سے بالائے تخت زیست تک جلوہ گر رہا مرکز نشیب قبر میں نو شہر واک گرا مند شاہجہاں میں پوچھا ایوان چھوڑ کر بوں گدا بستر میں سب کو قتل تیغ قضا ایکدن کرئی ہے بری شاہ و گدا ہوتا نہیں قتل سے اس کے بری شاہ و گدا ہوتا نہیں جیتے ہی رہنا خانہ ناپائیدار میں مرکز تو قبر ہی کے رہے گا کنار میں باد سے برباد ہر سو ار کے ہوگی بعد مرگ حیف خاک قبر کو ترک و گدا ہے پاک شاہ قبر میں کوئی نہ چھپائے گدا ہے پاک شاہ کون لیجاتا ہے یاں سے ساتھ مال و جاہ کو زندگی میں</p>
--	--	---	--

ناموری
جان دیتا ہے یہاں ہر ایک اپنے کام پر
نان پر نامزد مرتے ہیں یہاں نہیں نہ ہو
کچھ سلطنت سے عیش ہمارے نہیں نہ ہو
اقلیم نام تکیا ہے جو زمین نہ ہو
توق سلیم لازم ہے بھلائی کا خیال
یوں تو ابلیس نے بھی کام میں بس نام کیا
فوائد بہت خوش کلامی میں ہیں
منافع بہت خوش کلامی میں ہیں
جیو جو کہ دنیا میں نیکی کے ساتھ
لگتی دولت آخرت اس کے ساتھ
جنگیں کی طرح راہ نیک نامی مسکے بلے کر
کہ منھے پر ماند کے رہے تیرا نشان باقی
اس سے ہے زندہ جاوید جہاں میں انساں
نیک نام کو یونہی آج بقاء کہتے ہیں
ہوس شہرت کی ہے ثاقب تو کر حسن بیاں پیدا
جہاں میں ناخلف اولاد سے کب نام چلتا ہے
ہو یا حاصل نہ لذت ہستی
مثل علقا ہیں نامور افسوس
دنیا میں اسے خلیل عمارت سے ہے نمود
نام خلیل کعبہ کی تعمیر سے ہوا
اسے داغ

زندگی میں لے پہن پوشاک مرکر قبر میں
زیست تک آسودگی روئے زمین پر کب ملی
مرگ کو پیری میں اک دم بھی نہ بھولیں دانا
ہے گریہ قضا کا نوالہ تو ایک دن
ہم تم کو بھی ہے ہمدم درپیش ہی اک دن
اب وہ یوں گور میں لاچار پڑے ہیں خاموش
سونپا ان کو بھی تہ خاک فلک نے ہمدم
ہو ہیں آگاہ یکدم مرگ سے غافل نہیں ہمدم
آیا ہے عدم سے جو کوئی یاں سے اسے پھر
شریک کوئی کسی کا نہیں دم آخر
اک موج اجل سے ہیں برباد حباب آسا
بسر کرے دور روزہ عمر اک چھوٹے سے چھپر میں
ارمان دل کے دل ہی میں رہ جاتے ہیں تمام
جو کچھ پیش آئی ہے پیش آئے گی ضرور
پھرتا ہے کیا چاروں طرف کو غور جانا ہے کہاں
عدم کے کوچ کرنے کا اجل فرمان لائے گی

گل کے مردوں کے کفن سب جسم عریاں ہو گئے
بعد مردن قبر میں آرام زیر خاک ہے
کیونکہ نزدیک ہے امید سحر آخر شب
غافل نہ گھر کا چھینے کو جوں موش بل نہیں
یاران گزشتہ کا کیا کرتے ہو غم بیٹھے
نہیں مقدور کریں بات بہم ایک سے ایک
مارتے تھے جو خودی اپنی کا دم ایک سے ایک
نکل جاتا ہے دم میں دم بھروسہ کیا ہے آدم کا
وعدہ پہ اسے کوئی ہے تفتدیر مخلص
کسی کا کچھ نہیں آتا ہے کام یا اخلاص
اس بحر حوادث میں ہیں جو کوئی دم بیٹھے
جسے ہمدم نہ ہووے موت کا کچھ باک گھر باندھے
کیونکہ کریں نہ موت کا شاہ و گدا قلع
مرنا ہے ایک دن شدنی اس کا کیا قلع
کچھ یاد اے غافل تجھے کیا گور کی منزل نہیں
جو تحریر مقدر ہے وہ اک دن پیش آئی ہے

ناموری

تمہارے کام اگر اچھے تو نام اچھے ہیں
مر بر آوردہ ہیں جتنے ان سے کیا امید فیض
جہاں میں نام سکندر ہے حشر تک زندہ
کس کس کا کرو گے تم منہ بند
اسیر مرد سے ہے نام مرد کا بہتر
ہوے ہیں نامور عالم میں پر کیا فائدہ ہم کو
مرد سے بہتر ہے نام مرد سچ ہے یہ مثل
نامرد اور مرد میں اتنا ہی فرق ہے
ظرف پیدا کر جو چاہے شہرہ آفاق ہو
بعد مردن کوئی جانے یا نہ جانے غم نہیں
عبث نام آوری پر اہل دنیا جان دیتے ہیں
حاتم کا داستانوں میں اب تک ہے تذکرہ
ہستی مری مٹا نہ سکی نیستی امیر
نام کر جاتے ہیں دنیا میں جو خوش قسمت ہیں

گھرانے اچھے گھر اچھے تمام اچھے ہیں
ہے سوائے ظلم کیا ہر روز ایجاد فلک
حیات خضر ملی ترک آب جیواں سے
ہر زباں پر ہے تذکرہ میرا
کہیں زیادہ ہے رستم سے دھاک دستم کی
سوائے سنگ حاتم کی طرح کیا خاک ہے گھر میں
پہلوانی ہے سو ہے رستم کی آتش دھاک ہے
وہ نان کے لئے یہ مرے نام کے لئے
نام اک عالم میں چینی نے کیا فغفور کا
مٹ گیا جب نام مرقد کا نشان بیکار ہے
لحد میں کچھ نہیں باقی ہیں قبروں کے نشان باہر
وہ کام کر کہ ناموروں میں نشان رہے
وہ ذکر خمیر ہوں کہ جو رزباں ہے
کوئی معنوں کی طرح کوئی ارسلو کی طرح

اے داغ کب چھپانے سے چھپتا ہے آفتاب کنند نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی ایمان کی بات ہے تو یہ رمز رستم و زال کے احوال سے ہوتا ہے ثبوت نے رستم اب جہاں میں نے سام رہ گیا سعادت مند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم میں مکان پختہ بناؤ نہ مقبرہ پختہ دنیا میں نام مردیہ از مرد ہے سحر نام روشن چاہئے اے منعم بعد از فنا جو نام نیک کچھ نہ رہے گا جہان میں رہے گی نیک نامی تا قیامت ساتھ ساتھ اپنے پہنچ جائے جب اپنی جان کنی تک کام دنیا میں ہے سکندر کہیں نہ دارا ہے عنقا کا جب فنا نہ سنا ہو گیا یقیں صفحہ گیتی پہ میرا نام تو روشن ہوا مرد تھے جو مر گئے زندہ ہوے عالم میں گو ہوا ہے مشہور نام اپنا چھوڑ جا دنیا میں منعم کچھ تو اپنا تو نشان ہوتا نگیں کی طرح سے ہے نامور وہی نگیں بے سبب کاوی نامور ہو یہ نہیں ممکن روسیا ہی ہے فقط نام و نشان کی خواہش اسباب ظاہری سے نہیں اشتہار نام اگر شہرت کی خواہش ہے صفائے قلب پیدا کر خود ہی جب مٹ گئے پھر زینت مدفن سے حصول ہم اپنے شمع کو اولاد سے سمجھتے ہیں بہتر دنیا میں نام ایک سے ہوتا ہے چار کا یوں تو بدنام بھی ہوتے ہیں جہان میں مشہور ڈھنڈورا پیٹنے سے بھی نہیں ہوتی کوئی شہرت جو عاقل ہیں رفاہ عام کے وہ کام کرتے ہیں لے گئے سب بدن زمین میں ہم اسی کی بات اسی کا یہاں مقام رہا غم مرا کس لئے کہ دنیا میں گیا جہان سے نور شیدساں اگرچہ تیر	شہرہ کہاں نہیں ہے تمھارا کدھر نہیں لپٹ کر مثل طوق فاخہ عنقا کی گردن کو مرتے نہیں نیک نام ہرگز نام سے مرد کے دنیا میں نشان رہتا ہے مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا ہما کے بال کا مصرف بحر افسر نہیں ہوتا کہ نام نیک نہیں کچھ نشان پر موقوف پول مٹے گور کا بھی نہ باقی نشان ہے ورنہ یہ روز سیہ شمع لحد کا چور ہے خود مٹ گئے نشان لحد کیا ضرور ہے یہی تو ایک شے تھی کام جو بعد فنا آئی طے مثل نگیں تب اعتبار نام دنیا میں نیک ناموں کا نام باقی ہے نام آوروں کا خلق میں پیدا نشان نہیں پر نگیں کی طرح مٹھے پہلے ہی کالا ہو گیا اس جہاں میں نام اپنا کر گئے حاصل نہیں ہوا ہے افسوس کام اپنا یا سرا یا چاہ یا مسجد بنا یا پل بنا کر لیتا دل پر نقش جو ہے نیک بات کو تجھے گر نام کی خواہش ہے کاہش ہو نیوالی اے نگیں چاہئے بے نام و نشان ہو جانا آئینہ کب لگا ہے سکندر کی گور پر ہوا ہے جام کے باعث سے شہرہ دہریں جم کا خاک میں مل کے بشر ڈھونڈھتے ہیں نام عبت اسی سے بعد ہمارے چلے گا نام ہمارا آدم سے ہے نشان جہاں میں ہزار کا نیک نامی سے جو شہرت ہو وہ شہرت اچھی نظر پڑتی ہے خود دنیا کی ہر انسان کامل پر جو احمق ہیں وہ اپنی جان دیدیتے ہیں شہرت پر مصحفی اک زبان چھوڑ گئے وہی رہا جو زمانہ میں نیک نام رہا نہ رہا میں مرا فسانہ رہا ولیک مجلس دنیا میں اسکی جا ہے گرم	داغ ذوق رمز رند سودا سحر سوز شیدا شاہ شہید ضامن ظفر عاشق قلق قدر قطب محب مصحفی غنتی مومن میر	نام و شہرت ہے فقط دھوکے کی لٹی اسے عزیز باز ان باتوں سے آئیں گے کیا کچھ بھی ہیں نام سے کام نہ ہو مگر دنیا میں خبر خوب سے گردن بھی نہیں دنیا میں نام سے کام نہ ہو مگر دنیا میں شاہ کھلائے نام نہ کچھ یاد گاری چھوڑ دیکھ چاہتا ہے نام نہ کچھ یاد گاری چھوڑ دیکھ میر شمع روشن جو نہیں ہے نور روشن میرا شکر صد شکر کہ ہے نام اپنا کرے پیدا وقار انسان کو لازم ہے نام شجاعت میں مروت میں قوت میں سخاوت میں نصیحت کہتا ہوں وقار آج سے نہیں ایک نصیحت وہ کام کرو جس میں رہے نام روشن نہ کیوں اسے خوش ہوتا نام اپنا دہریں میں جو ہم نرم جہاں میں شمع سال عرض ہنر کرتے حرف آئے نہ عیبوں سے کبھی ناموروں پر پاؤں نہ سیاہی کا جے چر سب گنجلیں پر نام باقی نیک ناموں کا رہے گا بعد مر آج تک حاتم کا شہرہ ہے گر حاتم نہیں ناامید
--	---	--	--

ناامیدی

بھیر

خانی

عاصی

غائب

خاف

خاموش

کیف

لاطم

ناامیدی
تجاری میں سفینہ ہے تلاطم خیز دریا ہے
ہماری ناؤں کو ڈوبتی ہے دھوپ صلی پہ
کچھ بہت امید کا ملنا نہیں
کچھ بہت اس نے گھر پیسہ کیا
کیا عدم میں اس کی تنہا نہ رہی
جب عینے ہی جی دل کی تنہا نہ رہی
کیا بعد فنا نکلے گا ارمان ہمارا
غضب کی یاس ہے بار بار غصہ کی ناامیدی ہے
ہر اک امید کے پہلو نکل آتا ہے نرم میں
شبیخ کے نہیں ہیں ہوا خواہ نرم میں
کیا شمع ہی جاگنا نہ تو بخوار کیا کریں
جو غم سے ملے ناامیدی کی قیامت ہے
سفینے کے لیے ناامیدی کے جھکے سے
کہ زمان خیال پار ہو جائے ہے جھکے سے
نہی عینت دور فلک سے ہم کو امید بھی
ایک سال کا زمانہ حال و استقبال حال
ہے نفع اپنی جنس سے زیادہ بلال
کھوے گھر جوئے کی کچھ امید کیا
واٹے قسمت کہ بدصورتی کے کچھ بھی نہیں
ناامیدی یہ پکاری کہ ادھر کچھ بھی نہیں
باغ میں گل سے بھی لوگوں نے دانان بھرے
ایک کجخت ہیں رہ گئے ارمان بھرے
بہر ہوتی

کبھی پاؤں چلتے تھے راہ طلب میں
چھوٹے ہیں اقربا جاتے ہیں ہم سوئے عدم
سخت ناداں ہیں جو ہمسے سو رکھتے ہیں امید
غیر دل تنگی نہیں کچھ باغ عالم میں نصیب
جہاں میں زیست کا باعث فقط سہارا ہے
نہ ہو مایوس انسان عالم ذلت میں عزت سے
تھک گئے ہم رہ طلب میں امیر
انسان جو چاہے کہ نہ ہو اس کو کبھی رنج
نہ کراے یاس یوں برباد میرے خانہ دل کو
قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہیں افسوس
سب کی رجوع یاس میں ہوتی ہے سو حق
لا تقنطوا پڑھا نہیں کیا تو نے بے خبر
کچھ تاسف نہیں اس کا نہ برائی امید
ٹوٹی جو تراب جگ سے امید
سیر کی سارے زمانہ کی ملے سب لیکن
حسرتیں تھیں امید کے دم تک
نہ گھر نہ در کہیں ٹھیک جارنگوں کا
بیقراری ہے امید کامیابی میں ادھر
آفتیں ساری جہی تک تھیں کہ تھی تم سے امید
کیا بلا ہے اے فلک دن اپنے پھرتے ہی نہیں
جی میں جو حسرت تھی وہ آخر نہ نکلی زینہار
ہے کچھ اک باقی قلش امید کی
رشتہ طول اہل توڑا تو برائی امید
امجنس سے توقع کیا خاک کوئی رکھے
جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
ہمہ تن یا اس کر دیا تو نے
سچ تو ہے ارمان بدل پورا کبھی ہوتا نہیں
ہوا خاک ہی نخل امید سرور کو
ہجوم یاس میں کیا چین سے گزرتی ہے
نہ ہو مایوس ہر گز رحمت اللہ سے ظاہر

انہیں یاس نے اب شکستہ کیا ہے
بیکسی کا وقت ہے چھایا ہے عالم یاس کا
ترنہ دیکھا آب پرکاش سے لب سو فار کو
صورت غنچہ گرہ میں کس لئے زرباند چھٹے
کمر ضعیف کی ٹوٹے اگر عصا ٹوٹے
مہ کنعاں کو زربا نام رفعت کا غلامی ہے
کرچکے سعی جتنی قدرت تھی
زہنہار کسی سے کوئی امید نہ رکھے
اسی گھر میں بلایا ہے چراغ آرزو برسوں
حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہنچا
پھیری بتوں نے آنکھ خدا پر نظر گئی
نومید ہونہ بحر خدائے کریم سے
حیف یہ ہے میں دعا مانگ کے سائل ٹھیرا
شکوے و گلے گئے جہاں سے
جس سے مقصود ملے ایسا کوئی در نہ ملے
ناامیدی میں کیا کرے کوئی
بہار تھم کے ابھی آشاں چمن میں نہیں
اور ادھر تقدیر ناکامی کی ہے تدبیر کی
اب ہماری بھی گزرتی ہے بڑے آرام سے
تھی بڑی امید ہم کو گردش ایام سے
دل کا جو ارمان تھا وہ دل کا دل ہی میں رہا
یہ بھی مٹ جائے تو پھر کیا چاہئے
ترک مطلب جب کیا ہم نے تو مطلب ہو گیا
مٹی ہی سے لحد کی آخر عذاب ہو گا
جو بھروسہ تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
ستیانا اس کر دیا تو نے
جان سے گزرا ارم کے شوق میں شداد بھی
نہ پھل لایا کجخت کچھ جڑا پکڑ کر
کہ جب امید نہیں ہے تو افسطاب نہیں
خوشی کا وقت آیا رنج دل سے دور ہوتا ہے

آصف
امیر
امیر
افسوس
بکر
تراب
توفیق
ثاقب
جلیل
حالی
خلیل
داغ
سرور
سہیل
سخن
لہجہ

میر	تخم خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا	بہر ہوتی ہی نہیں یہ سرزمین
مہر	نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کی شادی	مزا جوں میں یاں آگئی ہے ہمارے
مہر	اے تہر وہی ہم ہیں وہی دتی دور	کچھ بھی نہ ہوا صفائے باطن کا ظہور
مصطفیٰ	اللہ کو دیکھتے ہیں کیا ہے منظور	پھل دیتی ہے کچھ ہیں ریاضت کہ نہیں
نظم	آئینہ قلب کی صفائی نہ ہوئی	افسوس کہ کچھ نیک کمائی نہ ہوئی
ناسخ	انوار کی کچھ جلوہ نمائی نہ ہوئی	ظلمت کا ہی حجاب رہا پیش نظر
ناشر	تھا شوق دید حق وہ پورا نہ ہوا	دنیا کے لذائذ میں مزہ کچھ نہ رہا
نیر	دنیا بھی گئی اور خدا بھی نہ ملا	ہم تہر ادھر کے نہ ادھر کے ہی رہے
نیم	کس طرح پہنچے جو کوسوں کا رڑاں سے دور ہو	ماندگی میں کیا ہو منزل پہ پہنچنے کی امید
یکتا	مجھے اجل کے بھی آنے کا اعتبار نہیں	کسی سے بسکہ امید کشود کا نہیں
	اس باغ میں چنار نے پایا ثمر کہاں	ماصل نہیں ہے دست تمنا کو غیر یاں
	اب آپ کی سرکار میں کیا کام ہمارا	کام اوروں کے جاری رہیں ناکام رہیں ہم
	سر پٹکنے کو دریا کا پتھر نہ ملا	ہائے ناکامی قسمت کا برا ہو ناثر
	دعا میں بھی نہیں تاثیر باقی	مری ناکامیاں اس حد کو پہنچیں
	یاں آئی ہے آسرا کر کے	میں وہ بے آس ہوں کہ میرے پاس
	خاک پڑ جائے ایسے جینے پر	زیست ہے موت نامرادوں کی

نا اتفاق

اکبر	چاہی اصلاح تو خدا ہی چھوٹا	مذہب کو لیا تو بحث میں سر ٹوٹا
امیر	اپنوں ہی نے ہم ہر طرح سے لوٹا	شکوہ ہم غیر کا کریں کیا اکبر
تراب	حشر کو ہوں گے ہر اک قبر سے ستر باہر	ایک گھر میں نہیں رہ سکتے ہیں یاں و انساں
حرار	جسے دیکھا سو بگڑا ہے عجب بے اتفاقی ہے	کہیں مذہب کا قضیہ ہے کہیں مطلب جھگڑا ہے
جوش	کہنے کو وہ ہدایت ہیں اور بھائی ہیں جدی	بد ذاتی سے آپس میں نہیں ایک موافق
حالی	مکان درست رہ گیا یہ بے مکین کب تک	پڑے گا تفرقہ بے روح چار عنصر میں
زوق	کہیں گور سکندر ہے کہیں قبر فریدوں ہے	پس مردن بھی دو سلطان کہیں باہم نہیں ہتے
	آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے	چونٹیوں میں اتحاد اور کمپیوں میں اتفاق
	دل کے دو حرف ہیں تو وہ بھی جدا ایک ایک	صفحہ دہر پہ اک دل نہ ملا ایک سے ایک

نفس امارہ

امیر	کہ عاقل خوش نہیں ہوتے کبھی جاہل کی تحسین	نہ کرنا نفس امارہ کے بہکانے سے کچھ ایدل
	یوسف کے ساتھ گرگ بھی ہے بند چاہ میں	ہے نقش شوم بھی تن خاکی میں دل کے پاس

نفس امارہ
دے خدا اختیار نفس کشی
ہے ارادہ جبار نفس کشی
نہ کیونکر اہل دنیا ہو مطیع نہیں
سب دوست بچا چنا مشکل ہے دشمن
واحد نفس امارہ شایاں
ہجوم دشمنان ہیں اور میں ہوں
دانا ہے تو اگر نہ کھانا غول ہے
زبان تیغ سے ہم نے سنا ہے یہ مصرع
نفس کشی نے دیو تپستی کو چھپا دیا ہے
وہی رستم جی کو اب وہ مردوں کا اکھاڑا ہے
کہتے ہیں جی کو اب ہے جز زندگانیاں ہیں
نفس کا طوفان ہے جز زندگانیاں ہیں
خدا محفوظ رکھے کشتی دل کی جوانی میں
تعلج اس نفس امارہ نے مارا اور نہ کیا نفس
نفس کشی ایک خدا کے راہ تسلیم و رضا کم تھی
نفس کشی خوب اپنی خاک ساری کے دبا
نفس کشی سب پادہ نے کیا اسوار کا
ناک میں دم اس پادہ نے کیا اسوار کا
اب کشتی کو بھولا ہوا ہے یہ نفس کشی
رستم کو ہم نے زیر کیا ہے چھپا کر
مطیع

نفس امارہ
ہوائے نفس کو اپنے کیا ہے شیوا جس نے
ترا اب اسکو جلا کس طرح شیخ مقتدا
دل کو خواب آرزو سے نفس نے کیا
دل صاف وہ ہے جیسے کوئی آرزو نہ ہو
خدا را نفس کا بندہ نہ بنجا
نہ کرے شکر وہ بندے خدا کے
جو تو دانا ہے تو دانستہ دست شیطاں میں نہ رہے
نفس امارہ کی ڈوری دست شیطاں سے جلال
نفس شیطان کہیں ہوتا کسی صورت سے جلال
بن کے اکثر جی اس کے جہان میں جوش
قادر ہوا اپنے نفس پہ امام پہ
یہ ختم ہے نبی و ول و امام پہ
بادشاہی ہے نفس کی تسخیر
خلی بال ہمارے کیا مطلب
نفس کہتا ہے ابی چنڈے توقف کیجے
چوریوں سے دیدہ و دل کی نہ شرمایا کبھی
چیکے چیکے نفس خائن کا کہہ کر تار مار
نفس میں جو ناروا خواہش ہوئی پیلے کبھی
اسکو چیلے دل سے گھر گھر کر رو کر تار مار

مطیع نفس نہ اللہ نے کیا مجھ کو
مرکر ملائی سرکشی نفس خاک میں
ہمیں نفس نے سخت دھوکا دیا
جو لوگ کے ہیں دشمنی نفس سے آگاہ
مردنہ نفس اگر ہے تو بھاگ مت
بنائی اپنی خاک اکیر کر کے کشتہ نفس اپنا
نفس سرکش کو قتل کر اے دل
کرے جو نفس کشی وہ بڑا بہادر ہے
اچھا ہوا جو نفس کشی ہم سے ہو گئی
اکسیر کی ہون ہے ہوس تو نفس مار
نفس کو مارے اگر تو صبر کی دولت ملے
نفس امارہ ہے اے پر تو بڑی موزی بلا
یہ موزی نفس ہے لاکھوں زباں کو
جو اپنے نفس پر حاکم ہوا وہ سب پر حاکم ہے
نفس کی اصلاح پہلے کر ریاضت سے تراب
بتزل کا ہے کہ پھرتے اہل دنیا در بدر
صفا ہوا نہ ریاضت سے نفس امارہ
شمار عام میں سیدھا نہیں پڑتا ہے قدم
جہاد نفس کا بے شک جہاد اکبر ہے
ہے دشمن سخت نفس پیارے
شر سے تو اس کے معاذ اللہ کہہ
خلاف نفس کرنا جی سے مرنا
وہ شاہباز ہوا پر رکھے دلیر قدم
یہ نفس تازی کہ چالاک اپنے کام میں ہے
نہ پوچھ حال نفس و خلق و شیطان
نفس و شیطان و خلق سے رہ دور
ایک لاجول میں شیطان ہو سو کوس فرا
پیر و پیغمبر کسی کی بھی نہیں سنتا ہے بات
جو اپنے نفس کو مارے وہ شیطان کرے خراج
نفس شیطان ہیں عدوے دین و ایمان متو
کیا ہوا و حرم سے ہے موزن دریائے نفس
نفس و شیطان تو مخالف ہیں بنی آدم کے
شاد صاحب عزم کرتے ہیں ہزاروں قلعہ فتح

نہ میں نے پیروی غول کی نہ میں بھٹکا
کی جان کھو کے ہم نے فراغت جہاد سے
نکرنا تھا جو کام ہم نے کیا
انہی تو کسی سے بھی عداوت نہیں ہوتی
جب تک نہ خاک و خون میں دشمن کا سر ملے
مغرب ہے یہ نسخہ کیمیا گر ہو تو ایسا ہو
مستعد ہو جہادیر اے دل
اے جو مار لیا اثر دہا شکار ہوا
دونوں جہان پاک ہوے شور و شر گیا
کیا ہاتھ آئے گا ترے پاسے کو مار کر
گنج آتما ہاتھ سر کچلے جو تو اس مار کا
ہائے بندے کے خدا کے درمیاں ہونے کو ہے
سخنہائے من و تو میں نے پایا
اسی بے نفس کو ہوتا ہے فرماں حکمرانی کا
بے شکست نفس امارہ ظفر ملتی نہیں
گر نہ کرتا نفس شوم انکو خراب آرزو
کوئی نجاست سگ کا ازالہ کیا کرتا
کیا طبیعت کی کجی نفس کی بد ذاتی ہے
بڑی ریاضت و محنت سے نفس مرتا ہے
مرتتا ہے یہ کب کسی کے مارے
نفس جس کا بدتر از خناس ہے
یہی ہے موت آخر بے تکلف
ہوائے نفس کو اپنے کرے جو زیر قدم
خدا کے کام میں ہے سخت و سست و دیر قدم
یہ تینوں ہیں طریقت میں مہالک
برخلاف ان سے ہو تو پاوے نجات
پڑھے سو بار نہ ہو نفس ہلا کو کی شکست
الاماں یہ نفس خود سر کیا ہی کا فر گیر ہے
وہی مشرب میں درویشوں کے غازی و رپا ہی
مطمئن ان سے نہ ہو تم اپنی خود داری کرو
اٹھتے ہیں اس بحر میں کیا کیا حباب آرزو
خر ہے وہ جس نے یہ دشمن نہیں پہچانے دو
نفس پر کوئی فتح پاوے تو مبارک باد ہے

آتش
سمعیل
بحر
بخناور
ترا ب
جوش
حالی

آخر کو ماننا پڑا اسے نفس خیرہ سر	تیرا بھی حکم کم نہیں حکم قضا کے بعد	حالی
خطا ہے نفس کی اپنے اسے تعذیر واجب ہے	کریں اعمال ہم اور نام ہو بدنام شیطان کا	حسین
مارنا دل کا سمجھتا ہوں جہاد اکبر	وہی غازی ہے بڑا جس نے یہ کافر مارا	داغ
نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی ہی تھی	دیکھ پھر سامان اس فرعون بے سامان کا	ذوق
جو مارے نفس کو اور کرے اپنے غصہ کو زیر	بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر	"
آدمی سہتا ہے کیا کیا ذلتیں	نفس مردود شقی کے واسطے	زند
ہمیشہ نفس امارہ کو مارو	کرو قتل اس کو یارو بنکے جلاد	سرور
نفس سرکش کی جو گردن توڑ دے	ہے وہی مرد بہادر اور شجاع	"
خدا کی بندگی کا اپنے نفس سرکش سے	اگر تو بندہ حق ہے تو برابر کام	"
نفس سرکش ستاتا ہے مجھ کو	میرے پیچھے عجب یہ زراغ لگا	"
نفس سرکش کے پڑے پھندے میں ام	کیا یہ سر یہ کچھ بلا کالی نہیں	"
گھیرے رہتا ہے بہت وسوسہ شیطان	یوں تو طاعت سے ترے حکم سے انکار نہیں	سید
سمجھے اللہ تجھے اے ہوس خانہ خراب	نفس امارہ مرے پیچھے لگایا تو نے	"
الہی مرا نفس امارہ ہے	تو کھو جلد اس مدعی کی ہوس	"
وسواس نفس مجھ کو ستاتی ہے بے طرح	کیوں دخل دل میں ایسے زبوں کار کا ہوا	"
ہر طرح سے اس شخص کی سیر ہے خرابی	جو نفس جفا کیش کی امداد کرے گا	"
فائدہ نفس کا نہ ہرگز دیکھ	مال دیں میں بڑا خسارہ ہے	"
شیطان کو مغلوب کرے نفس کو مارے	سب کچھ ہیں غازی ہے وہ پکا بہت اچھا	سعید
ہوگا ضرور واصل حور و قصور جو	محکوم نفس تابع شیطان نہیں رہا	"
یہ قتل نفس حقیقت میں قتل شیطان ہے	جہاد فرض ہے اس دشمن خدا کے لئے	سخن
خدا کے فضل سے غالب ہیں یو نفس یہ ہم	پچھاڑ رکھا ہے ہم نے یہ پہلواں کب کا	شاکر
مار کر نفس سنگم کو میں اعلیٰ ہو گیا	روئے شیطان قدیمی آج کالا ہو گیا	شہیر
عمل سے زیر کرنا چاہئے اس نفس سرکش کو	حریف ایسا نہیں جو آئے بے تدبیر کے نیچے	شمشاد
نفس سرکش نے ہزاروں کو نہر میت دی ہے	زیر اس دیو کو مردان خدا کرتے ہیں	شیفتہ
دل کے تکررے اڑا نہیں ہے گناہ	نفس کو قتل کر نہیں ہے قصاص	شفیق
کیا کرے طعن کسی اہل ہوس پر کہ ہوے	نفس امارہ کے ہاتھوں سے ہوساک ہم آپ	شاد
آپ اپنے کو کوئی ملزم بتاتا ہے کہیں	نفس کی خواہش یہ تہمت دمیدم رکھتے ہیں ہم	شائق
بلا ہے حق میں بشر کے یہ نفس امارہ	خدا ہی کھوئے بس اس خانماں خواب کی حوس	ظہیر
عمر بھر مجھ سے طلبگار خور و نوش رہا	نفس امارہ ہی کم بخت ہے دشمن اپنا	"
نفس امارہ ہے سدرہ تسلیم و رضا	کوچہ دوست میں دشمن کی نگہبانی ہے	عیش
برا کرتا ہے بد کرتا ہے جو ہے نفس کا پیرو	بھلے مانس بھلا سمجھے تجھے کوئی بھلا کیونکر	"
نیک کاموں میں دل کو رکھ مصروف	تاکہ غالب نہ آئے نفس حریف	عاشق
مطیع نفس امارہ ہے قید زندگی میں دل	رہائی پائی تھی یوسف نے مگر اہل زندان سے	

نفس امارہ
 اسرار ذات لم یزل
 ہو گیا جو محرم اسرار ذات لم یزل
 وہ ہوائے نفس امارہ سے نا محرم ہوا
 دل بگشتہ مانتا ہی نہیں
 گرچہ طاعت میں ہے ثواب بہت
 جو بندہ شہوت ہے نہیں اس کا وقار
 بدتر ہے غلاموں سے بھی وہ ناہنجار
 اللہ بچائے ہیں اس الفت سے
 جو نفس کا بندہ ہے وہ بیگ ہے ساتھ
 عیا عدم سے سفر نفس رو بہ جہاں
 خدا بچائے کہ چلنا ہے غول راہ کے ساتھ
 رہی نہی پر خطہ
 چلا نفس زہن بھی ہمراہ روح
 نفس سرکش مرے قابو میں نہ آ پائے گز
 مانے کہنا جو نہ ازب و شت سے
 نفس سرکش ہے زب و شت میں
 شہر مارا ہے میں نے جھگل گیا
 نفس ناباک خدا کو تو بیاں بھول گیا
 دنیا ترا منجل ہوا ز تر معبود ہوا
 نفس خیرگی سے خرابی ہوئی نصیب
 اے دھوبی کا کتنا ہے نہ تو گھر کا نہ گھاٹ کا
 واجب ہر آدمی

زخم امارہ
 کہا جانوں گا اس نفس زہین جان کا
 ذلیل و خوار کرے گا یہ بدخصال مجھے
 جس نے تیغ شکیب سے کب کا
 چمکے کو مار بھی والا
 کش کو مار بھی
 نفس سر وقت گزرنے کا
 مارے گا تو کس وقت دیوانہ بنے
 کسی روز تو دیوانہ بنے ہوگا
 اے انتہی کسی روز تو دیوانہ بنے ہوگا
 دست تنہا قطع ہوا برباد ہو جائے گا
 زیست کی صورت اپنی بندھی ہے نفس سے مجاہد
 ہے یہ گزرتا ہی نہیں
 منہج حرم و ہر طرح سے مبرا ہی نہیں
 نفس امارہ کسی طرح سے کیا نہ ہو
 عیش و عشرت کی ہوس زیست میں کیا نہ ہو
 نفس امارہ نے کیا کیا نہ کیا نہ ہو
 نفس امارہ کو اپنے قتل کرنا چاہیے
 نفس امارہ سے جہاں میں مار کر جلا دے
 بلیچہ راحت سے جہاں میں مار کر جلا دے
 فقرے دیتے رہتا ہے دم و گناہ کے روز و شب
 نفس امارہ سے نہیں رہتا
 رستم و زان سے مارا ہے
 نفس کش کو مارا ہے
 نفس گیب پسند کو مارا ہے
 نفس گیب پسند جہاں میں مارا ہے
 بے شک

واجب ہر آدمی کو ہے تزکیہ نفس کا
 دل مرا نفس کشی کر کے ہوا یوں بکاش
 بے شبہ اے قلق سگ دنیا ہے وہ بشر
 زور سے زیر کیا چاہئے نفس بد کو
 دیکھے اپنے ہاتھ سے اسکی غماں بن تنگ ہوں
 تو سن نفس اپنا میکش کتنا کج رفتار ہے
 راہ پر آیا نہ یہ نفس مرا ساری عمر
 چھوڑاے نفس پڑا رہنے دے اک کونے میں
 اکیر کی ہوس ہے جہوس اگر تجھے
 شتر نفس بے ہمار نہ چھوڑ
 یہ وہ ہے نفس ہر انسان پر جب تک چلے قابو
 نفس کو دیکھا تو ہر کام میں کیا نکلا
 کج روی چھوڑے گا اک عمر میں یہ دیو نفس
 ساتھ ہر اک کام میں رہتا ہے یہ نفس لعین
 یوں خاتم دل نفس سے رکھتا ہوں بچا کر
 کیا کہیں نفس لعین روز ازل سے ساتھ ہے
 کیسی غفلت تھی کہ اک عالم سے ہم لڑتے رہے
 دن رات شور کرتے ہیں تن میں کلاب نفس
 غضب یہ ہے کہ دھبا اپنے پر آنے نہیں دیتا
 مل جائے گی سیدھی راہ
 مانتا ہوں تجھے اے نفس کہ اس درجہ گناہ
 سارے موزی ہیں نفس کے خطرے
 ٹھوکریں کھاتا ہے میرا نفس اندھوں کی طرح
 دیکھ کر تا تو ہے تو تخت نمرود اے نفس
 گراتا کیوں نہیں نفسوں کی چار دیواری
 ساتھ ہر ایک دم ہے مار نفس
 اسے دل نفس کے ہونہ حوالے خیال رکھ
 گرایا نفس نے عرش بریں سے قعر دوزخ میں
 عداوت نفس سے رکھتے تو پھر دنیا میں جنت تھی
 بچا یا نفس کی گھاتوں سے تیرا شکر ہے یارب
 نفس کو قابو میں کر سارا جہاں قابو میں ہے
 نفس سرکش کو تو نے زیر کیا
 یہ چاہتے ہیں کہ بس میں ہو نفس امارہ

ناپاک زائد اس سے کوئی گندگی نہیں
 قتل دارا سے ہوا جیسے سکندر محفوظ
 جس نے بدل اطاعت نفس پلید کی
 آپ سے نحر تو کبھی مائل پالاں نہ ہوا
 تو سن نفس زبوں نے سرکشی افزوں کیا
 سیدھا چلتا چلتا منزل ہی پہ تیرھا ہو گیا
 کبھی فرعون ہوا اور کبھی شداد ہوا
 جا بجا پھر نہ مجھے اے سگ دنیا لیکر
 سیماں نفس مچونک کے سینہ میں خاک کر
 ایسی رستی دراز خوب نہیں
 کسی کو دو قدم چلنے نہ دے یہ راہزن سیدھا
 جس کو بنیا میں سمجھتا تھا وہ اندھا نکلا
 راہ پر آئے گا شیطان بڑی مشکل سے
 وہ بھی دن ہوگا کہ میں اس دہریں سے دور ہوں
 عفریت نہ مالک کہیں ہو جائے نگین کا
 آگئے ہیں دام میں مدت سے اس کیا دے
 ایک دن توڑی نہ گردن نفس نامنجاہ کی
 کتوں سے پاک ہی نہ ہوئی یہ سرا کبھی
 بہانے ڈھونڈ لیتا ہے یہ نفس جیل جو کیا کیا
 نفس کو اپنے سیدھا کر
 جائے دوزخ میں بھی اے یار تو جھنڈا لیکر
 بچو اکثر ہیں اور اکثر سانپ
 کور مادر زاد کو اب کوئی کیا دکھلائے شمع
 ابھی موجود ہیں عالم میں وہ مچھر دو چار
 یہ سدر راہ ہیں اے دل حصار کی صورت
 کبھی اندر کبھی ہے باہر سانپ
 اچھی نہیں ہے شاہ کو صحبت غلام کی
 برتتا ہے سماں ہجرت کا اب تک چاہ بابل پر
 اسی تدبیر سے یہ مار یار غار ہو جاتا
 بہت کم بچکے ایسے سخت دشمن سے نکلتے ہیں
 ہے جنوں تجھ کو عبث جنات کی تسخیر کا
 تجھ کو شاباش و مرجا ہے دل
 گو ہے خوف کہ قابو میں رہو کہ نہ ہو

میں شیر بیشہ صدق و صفا سمجھتا ہوں یہ روح سگ نفس کے حلقہ میں گھری ہے نفس دنی کو قتل کیا ہے تو پھینکے معرکہ میں نفس کے منظور ہے تن کی شکست ہے ذوق جہوسی فقط بوالہوسی گر مار سکے تو نفس سرکش کو مار آنکھوں میں تیری غبار پندار کا ہے کر سرمہ معرفت سے پہلے اسے دور کہنے کو ہے زندگی درختوں کی بھی جینا ہے اسی کا لیک دنیا میں تھر سمجھا ہے جس کو تو نے سچی دنیا اس واہمہ نفس کو روک لے غافل کرتا ہے دشمنوں کا منہ زرد وہی مارا ہے جس نے نفس سرکش اپنا ہے ما و مٹی کا رنگ گہرا دل پر پہلے آئینہ صاف کر لے اسے تھر ہے لوٹ خودی سے شیشہ دل ناپاک ہے وہ ہی مثل کہ آنکھ کے آگے ناک گمراہ کیا نفس نے دنیاے دنی میں کہنے میں نہ ہو نفس کہ قتل کی تدبیر برا ہو اتباع نفس و حب زال دنیا کا نفس کو مار مخالف کی طرح اسے نواب روک اپنے نفس کو حاصل ہے اختیار نفس شقی کے زور سے شیطان کے مکر سے دور سگ سے ابھی ہونا پاکی اگر تو کیمیا چاہے جوس مار جی اپنا مارنا نفس کا بھی رکھتا ہے اکسیر کا حکم کس لئے نفس کے پھندے میں گرفتار دل ہے نفس کو مار اسے یقین پہلے اسے یقین نفس ہے بڑا شیطان	اسے جسے کہ سگ نفس مار آتا ہے کس دیو کے پنجے میں گرفتار پڑی ہے کیوں دوش پر جنازہ دشمن اٹھائیے کام کیا رکھیں سپاہی ہم سے چار آئینہ سے پارہ نہ مرا اور مرے گا نہ کبھی اکسیر یہی ہے ہمسر اکسیر یہی مانع یہی معشوق کے دیدار کا ہے پھر دیکھ کہ جلوہ ہر طرف یار کا ہے انسان کی بھی زندگی ہے حیواں کی جیتلے نفس جس نے یہاں جیتے جی وہ واہمہ نفس ہے از سرتما پا بے واہمہ نفس ہے تو ہی نور خدا یکتا ہے ہزاروں میں وہی فرد وہی مردوں میں ہے اے مرد جو ان مرد وہی نور عرفاں کی ہو تجلی کیونکر پھر رخ بھی اسمیں صاف آئیگا نظر کس طرح سے ہو نور خدا کا ادراک سو بھی تجھے بوالہوس تو سو بھی کیا خاک رہزن کا مرا ساتھ ہے اس بے وطنی میں کیا فرق گردن کش و گردن زدنی میں کہ ہے آگے تو غول راہ پیچھے ہے پھیل پانی اس سے بڑھ کر نہ کوئی دشمن ایماں ہوگا بیمار پر حکیم کو حاکم کو چور پر الشاہ رکھے تو رہے آبروئے دل نفس سرکش اگر مودب ہو نہ ہو اکسیر جن تک پارہ خاکستر نہیں ہوتا مثل سیما کسی سے یہ وہ مترابھی نہیں کیوں پھندا دیو کے پنجے میں سلیمان ہو کر نور عرفاں سے تا ہو دل پر نور شر و فتنہ سے اس کے بچتا رہ	ہمتی نیر مصطفیٰ ہر " " " " " " " " " " " " " " " نظم " " نواب نسیم وقار " ہمد " ہر بر یقین "	نفاق
---	---	--	-------------

نیکو کی بھلائی یونہی چلیتی ہے
 بھلوں کی بھلائی دھنوں سے چھوڑ
 اتریں پھول جیسے دھنوں سے چھوڑ
 جو اچھے ہیں وہ سیدھی راہ دنیا کو دھناتے ہیں
 نہ چلتے کج روی سے اپنا نہ وہ کج رویا کرتے ہیں
 پیش آتے ہیں بدوں سے بھی کرم کے ساتھ نیک
 رزق زبور سے بیدار دل کو آتی ہے
 صدایہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے
 عمل جو نیک ہوں تو ایسی خواجگاہ نہیں
 بھلائی کرو تو کرو بے غرض
 غرض کی بھلائی تو ہے اک قسم
 جو اوجھلے خطا کوئی کہ آخر آدمی جو قسم
 تو جتنا جلد راضی تو میں نہیں ہے اب جو
 گرنہ ہو نیکو ہوتا ہی نہیں ہے اب جو
 بوستان سر سبز ہوتا ہی نہیں ہے اب جو
 چال ایسی چل کر عالی مرتبہ پیدا کرے
 شمس کی تسخیر تو ہے دنیا کے فانی میں
 حجاب آسا قراریت ہے دنیا کے فانی میں
 جو تجھ سے بولے کرے بھلائی زندگی میں
 تنہم ریزی منزل دنیا میں کرنا چاہیے
 اے بیاں امید بھگم درد کچھ ہو تو ہو
 کیوں شمس

جس شخص کے نہاد میں ہے عادت نفاق
 انسان کی سرشت ہوئی اختلاف سے
 دیکھئے مہراب کو روادیا رستم کے ساتھ
 دیکھا یہ ہم نے ساکن باغ جہاں رنگ
 نزاع باہمی اٹھ جائے تو میدان خالی ہے
 بشر تیلے ہیں آتش کے ہوا کے آب کے گل کے
 اتفاق اک باہم انگشت و دہاں میں رہ گیا
 کہیں دو دل نظر آتے نہیں صاف

نقل و وصل

نقل سے ہرگز نہیں ہوتا ہے ظاہر کار اصل
 نقل میں پیدا نہیں ہوتا تکلف اصل کا
 نقل سے اصل کا دنیا میں نکلتا نہیں کام
 خلاف اصل کہاں فرع باغ عالم میں
 کبھی نہ نقل میں حصلت ہو اصل کی پیدا
 نقل کب اصل کے مقابل ہے
 جو نقل ہے وہ نقل ہے جو اصل ہے وہ اصل
 جو اصل میں ہے بات نہیں نقل میں ہرگز
 ممکن نہیں کہ اصل میں ہو نقل کے صفات

نیکو

اماں ہے چین ہے نیکو میں عیش جاودانی ہے
 آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے
 نیت بد ہو تو کار نیک سے حاصل کیا
 بہت بد نیک کم ظاہر ہے یہ قول ہمیر سے
 جو بات اپنے منہ سے نکلے وہ نیک نکلے
 نیکو کی قدر کیا جو نہ ہو دہر میں بدی
 کام نکلے جو کسی کا تو یہ ہے کام کی بات
 تم اگر چاہو برائی نہ کسی کی اکبر
 انسان چاہے جو بات اچھی چاہے
 نندرا کی راہ میں دینا کبھی ضائع نہیں ہوتا

دیکھ لو دریا رواں ہوتا نہیں تصویر کا
 مثل گل خوشبو نہیں ہوتی گل تصویر میں
 ابر تصویر سے اک روز نہ برسا پانی
 کبھی نہ ہوگا صنوبر چنار سے پیدا
 کہ رنگ ہے گل تصویر میں شمیم نہیں
 اس کے چہرے سے آئینہ نہ ملا
 خاک ہو زباں کا تو زباں ہو نہیں سکتا
 آواز کہاں دیتی ہے زنجیر کی تصویر
 مٹے ہے کام ہاتھ کا کب پشت خار سے

کرو نیکو کہ نیکوں پر خدا کی مہربانی ہے
 پیش ہے تجھ کو سفر زاد سفر پیدا کر
 جاگتے ہیں دزد بھی مثل نگہاں رات بھر
 کہ حق پر ایک فرقہ ہے بہتر دین باطل پر
 جب تک زبان یارب گویا رہے دہن میں
 رتبہ ہے دھوپ میں شجر سایہ دار کا
 عاقبت میں یہی انور ترے کام آے گا
 پھر تمھارا بھی جہاں میں کوئی بدخواہ نہ ہو
 بدیوں سے تحذر ہو نیکو چاہے
 ملے گا اسکا بدلہ آج کی تو نے جو کل نیکو

شفق
 صابر
 قدر
 قلق
 ممنون
 واسطی
 ہمد
 بکتا

امیر
 " "
 " "
 " "
 " "
 بحر
 پر تو
 رشک
 خافل

افسوں
 امیر
 " "
 امیر
 " "
 " "
 انور
 اکبر
 " "
 اشک

کیوں شتر سے گزر کر نہ کروں خیر کوئی آج
 بشر اس کو کہنا مناسب نہیں نہ ہو
 نہ کار خیر سے غافل کبھی تجل ہو رہے
 بدی کا عوض بد اگر تو کرے تو ان
 مگر بد کا بدلہ اگر نیک ہو تو من
 فلک پر زمیں سے ہے جاتا اخبار برتر
 وہ کام کر کہ قبر میں آئے نسیم خلد ایسا
 نیکی کرو کام آئے گی آخر کو نکوئی سا
 مرد صالح قبر میں سوتا ہے یوں آرام سے جیسے
 یہاں جو کچھ کیا پائے وہاں ہم وہو
 پھل پائیں گے واں تراب اس کا دنی
 نادان ہے وہ خطرہ شیطان ہے مانع کر
 نیکی کرو یہاں تو ملے واں جزا تراب پیس
 اعمال اچھے ہوں تو امید بہشت ہے پھ
 خیر پر جس کا قلم جاری نہ ہو گا
 جس کے ہاتھوں سے نہ ہو کوئی کام نیک کر
 ہرگز نہ کیجئے سخن خیر میں قصور ک
 غنیمت ہے جو خیریاں ہو سکے ک
 کرو دنیا میں نیکی جس قدر ہو ا
 وہاں بہشت ملے گی جزا میں اسکے ضرور ی
 دشمنوں کے ساتھ کر شان کر بھی اختیار ر
 گلی کوچے میں بھی دولت لٹائی عمر بھر ہم نے
 علی نے آپ ہی شربت پلایا قاتل کو
 سیم وزر گاڑ کے بے فائدہ رکھتے ہیں بشر
 ہو سکے تو کرے ایدل کچھ جہاں میں کار نیک
 وہی کام آئے گا دفتر ہمارے
 زمانہ اس کا بے شک دوست ہو گا
 کچھ لطف اور کر دے چھوڑ بغض و کینہ
 بنے جس طرح نیک افعال کر
 تاثیر سعی نیک کی بد کو محال ہے
 بڑا حاصل زندگانی ہے یہ
 توشہ دین جو کچھ کرنا ہو بس کہ لو یہاں
 ہے نیکیوں کی خاطر ہمیشہ خوشی

مل آئے گا ہر خیر و شر اپنا مرے آگے
 نہ ہو جس سے دنیا میں کارِ ثواب
 رہے گا بعد زمانہ میں خیر و شر باقی
 تو انصاف سے کچھ نہ بیجا رہے
 تو مشہور عالم میں تو ایک ہو
 برستا فلک سے ہے ابر بہار
 ایسا نہ ہو کہ گور میں باب سقر کھلے
 ساتھ اپنے عمل ہونگے وہاں اور نہ کوئی
 جیسے تہ خانہ میں سوئے کوئی بت مونس لئے
 وہی دانہ جما آخر جو بویا
 دنیا میں جو تخم جو چلے ہم
 کرتا ہے جو کوئی عمل خیر میں تاخیر
 پیسہ گرہ میں ایک نہیں حوصلے بہت
 پھل پائیے وہاں جو یہاں تخم بویے
 گاؤ خور داس کا نہ کیوں دفتر ہے
 کس طرح اس کا نہ کام ابتر رہے
 کہئے تراب اسمیں جہاں تک باں چلے
 کہ واں فائدہ اس کا وہ چند ملے
 اجر عقبے میں اک حصہ کا دس ہے
 یہاں جو راحت و آرام دے کسی کو بہت
 رزق دیتا ہے خدا مومن سے کافر کو سوا
 غنی دل ہیں ہمیں جو کو سننے دینگے دعا دینگے
 سزا بھی دی تو یہ دی جرم نامنرا کے عوض
 عمل خیر سوا ساتھ نہ مدفن میں رہے
 ہے غنیمت موت سے ہو جس قدر جہلت نصیب
 جو لیجا دینگے ساتھ اپنے یہیں سے
 کرے گا جو کوئی سب سے بھلائی
 زندہ سدا رہے گی بس خوبی و بھدائی
 نہ یوں گلشن عمر یا مال کر
 پانی سے نخل موم کا کس دن ہر او
 اگر نیک نامی بشر لے لیا
 پھر کے دنیا میں تمھیں آنا دوبارہ ہی نہیں
 برائے گنہگار ہے درد و غم

تجمل	پر تو
"	"
تناوب	"
"	"
ترکی	"
تراپ	"
"	"
"	"
"	"
"	"
"	"
"	"
"	"
"	"
"	"
"	"
شاقب	"
"	"
"	"
جنوں	"
جرار	"
جو یا	"
جری	"
حیرت	"
"	"
خلیل	"
"	"
خاموش	"
نوشدل	"

نیکوئی
خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو ظاہر نہ کریں
وہ کرتے ہیں بری بات کا چوچا کیا
جو بھلے ہیں وہ بروں کو بھی بھلا کہتے ہیں
نہ برا سنتے ہیں اچھے نہ بری جانتی نہیں
جس طرح بدی بدی جاتی نہیں
نیک کے جی میں بدی بدی کا اثر
دیکھ رنگین ہے بدی بھلے سے تیر
نیک کے نیک کا چوچا ہو اچھے
کرے نیکوچوچا گرو بھلے
نیکوں کا شتم بھلے
باوصاف خدا موصوف انساں ہے وہی کمزور
براٹی ہو کوئی اُن سے کریں اُن کا بھلا کر دیں
کس طرح منزلیں عقیبے کی دلائے ہو ننگی
ہو نہ بے فکر تو کچھ زار و سفر کر لیا
سعادتمند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالمیں
ہما کے بال کا مصرف کبھی بچا نہیں ہوتا
دل سے نکلے دعا و بات کرو
دل منھ سے برا بھلا نکلا
کیا جو منھ سے برائیاں پکے دل
خوش کبھی ہوزمانہ کے عشق پرے دل
وہ کام کر کہ رہی شادماں زمیں کے تلے

بگمیز

عاجز

نیک
نہیں پستی بدی سے بڑھکے کوئی
سب سے بالا ہے رفعت نیکی
نیک بندے خدا کے ہیں جو لوگ
کرتے رہتے ہیں خدمت نیکی
کون نعمت برابر اس کے ہے
سب سے بہتر ہے نعمت نیکی
راہ کے محبت میں نیک لوگوں کی
دیکھو فضل حق وہ نیک بنی
جب یہ ہو محبت نیکی
کس کو ملتی جو بہت نیکی
نفع پہنچائے کسی بہت نیکی
دل میں رکھو محبت دل عاجز
دور ہو محبت نیکی
انور میر جو محبت نیکی
جو نیک ہو تو اس سے بدی ہو نہیں سکتی
اور بد سے تو نیکی کی نہ رکھ بار توقع
نیکی سے درگزر نہیں آن کو کسی کے ساتھ
جن کو جہاں میں کچھ شرف ذات ہے نصیب
جب سے ہو تیرا خیر انجام
ایسا کوئی کام کرے
برائی کے

غریب

فدا

سراج اپنے انکسار سے سب کے حق میں
بس غنیمت ہے جو نیکی کوئی ہو جائے سعید
غنیمت ہے فرصت خیر کر خیر
نیکی ہے امر زندہ ہمیشہ ہے نیک نام
عالم اسباب میں وہ کام کیجے جو پھل
خوبی طینت عیاں ہو خوبی انداز سے
کام وہ کیجئے شاداں کہ بھلا ہو جس سے
تم سے کہتا ہے یار اے شاداں
اس لئے کہتے ہیں تم کو کار نیکی کیجئے
کام نیکی کا کرے گا تو رہے گا شاداں
جس نے بویا تحم نیکی کا ثمر اس کو ملا
کچھ میں نہیں کہتا ہوں یہ ہے بات تو مشہور
رہتا ہے نیک عمل آدمی نہیں رہتا
جس قدر ہو سکے کر خلق سے نیکی کہ خدا
عمل نیک کر اے دل کہ ملے نیک جو
کھلاؤ فقیروں کو بھوکوں کو کھانا
جو کرنی ہو نیکی توقف نہ کر
خیر ہم کو آئی ہے شائق پسند
جز عمل کے ساتھ جائیگا نہ شائق ہے یقین
خضر کا کام راہزن سے لے
نہ رکھ بدی پہ نظر نیکیوں سے باز نہ رہ
گر تو صادق ہے تو کر میری نصیحت پر عمل
جو کچھ کرنا ہے اے غافل تو کر لے یاں کہ واں ہرگز
بھلا کر تو بھلا ہو گا صدائیں بے نواؤں کی
اُس کا رتبہ بہت ہے پیش خدا
زمانے میں نیکی کا بدلہ بدی ہے
نیک برتاؤ نیک ہے سب میں
نیکیوں میں بدی نام کو پائی نہیں جاتی
اعمال اپنے اپنے چلیں گے ہر اک کے ساتھ
کوئی کسی کے ساتھ نہ جائے گا ہمیشہ
کرلو جو کچھ کہ نیکی کرنی ہے
جو تحم عمل ہوئے گا وہ پھولے پھلے گا
کیا کہیں تم سے عظمت نیکی

سراج
سعید
شوق
شاداں
تخم
شہید
شاطر
شائق
صبا
صابر
صادق
ظفر
عالم
عادل
عاشق
عاجز

بھلا کہئے گا اور بھلا کیجئے گا
جز کوئی نہ کوئی شے ہے یہ دنیا باقی
ارے غافل اجل سر پر کھڑی ہے
معدوم ہوتا خلق سے نام کو نہیں
تاکہ دل سے شاد ہوں خوش و برادر کھجور
جانچئے تلوار کی خوبی کو جو ہر دیکھکر
فائدہ کچھ نہیں کر کوئی جھنجھوڑے پتھر
تخم نیکی کا کچھ تو بولو تو تم
تخم جو بودے زمیں پر رائگاں ہوتا نہیں
ایسی باتوں میں تری ناموری رہتی ہے
بیٹھتا ہے ہر مسافر کھل کے سایہ کے تلے
بوتا ہے کوئی تخم تو پاتا ہے ثمر بھی
کہ حجم کا نام و نشان آج غیر نام نہیں
عمل خیر کی دیتا ہے مکافات ثواب
فعل بد خوب نہیں اس کے مکافات کو سوچ
کرو اہل دل تم سبیل اور ضیافت
تو روئے گا جب وقت مل جائیگا
شکر ہے جو ہم کو شکر آتا نہیں
لیکے مفلس کیا گئے اور کیا تو نگر لے گئے
چال وہ چل کہ غیر اپنا ہو
کہ سنگ پھینکتے ہیں شاخ پر ثمر کی طرف
خیر سے تو کام رکھ کہ ہے رفیق آخر یہ ساتھ
نہیں کچھ کام آتا ہے یہی بس کام آتا ہے
نہیں کچھ بات یہ ایسی کہ جو مانی نہیں جاتی
جو بروں کو بھلا سدا جانے
سوا دل جلانے کے کیا کیجئے گا
جس جگہ چاہو دیکھ لو جبار
بد باطنوں کے دل سے برائی نہیں جاتی
کوئی کسی کے ساتھ نہ آیا نہ جائے گا
بس ساتھ وہ چلے گا جو ہے کچھ کیا دیا
دن ہے تھوڑا سا شام ہوتی ہے
اس باغ میں برباد ریاضت نہیں ہوتی
رحمت حق ہے رحمت نیکی

[illegible]

وضعداری

وفا

لیجئے بچوں سے تو دوزخ بھی تباہی نہ گئی
آپ کے ذہن میں آصف تو وفادار نہ تھا
کس قدر جو رہے کتنی جہاںیں
ہم وفادار رہے تابع فرماں اتک
عجبت وفا کی توقع ہے اہل دنیا سے
یہ بے وفائی ہمیشہ ہے دوستی میرا
وفا شرت ہوں شیوہ ہے دوستی ہوی
نہ کی وہ بات جو دشمن کو ناگوار ہوی
کیا ہو گئی وہ الفت یاران جاں نثار
اب فاتح کو بھی نہیں آتے مزار
باوفا ہی نہ تھے زمانہ میں
یادگار دوستوں نے کی ہی نہیں
دفا بھی شاذ ہے مانند اسم اعظم
جو ایک سے ہے واقف پریم نہیں واقف
دل جس سے ہم لگاتے ہیں نکلتا ہے بے وفا
دنیا میں کوئی یار وفادار ہی نہیں
دنیا کسی سے خاک توقع وفا کی ہم
رکھیں کسی اس جہان میں عمر رواں نہ ہو
انہی جب اس جہان میں رہے جس پہ
وہ زندگی کہ ہمیشہ مرے رہے جس پہ
لاکے خاک میں اس نے بھی یوفائی کی
احباب

آصف

آصف تو کبھی قول سے اپنے نہ پھر گیا
ایسے لوگوں میں نہیں ہم جو کہیں اور نہ کریں
نہ کبھی جیب خجالت سے یہاں نہ نکلا
آصف تو کبھی قول سے اپنے نہیں پھرتا
افراط سے نہ کام نہ تقریط سے غرض
پسند طبع نہیں ہے کسی کو وضع خلاف
اہل جہاں کی وضع نے یہ دل بٹھا دیا
دعویٰ ہے سلطنت کا ہر اک کو جہانیں
کشتہ غرور اہل جہاں نے کیا مجھے
خلاف وضع ہے انسان کے واسطے معیوب
وضعداری نام بد وضعی کا ہے اس وقت میں
گو جان نہیں ہم میں ہے آن وہی باقی
کر زندگی اس واسطے اے درد جہاں میں
نہ اپنی وضع ہم بدلیں نہ خود بدلیں دل بدلیں
دانہ و آب مقدر ہے تجھے شکل گہر
وضع کے پابند ہیں اہل صفا ہر آئینہ
سخن گرم سے خاموش نہ ہونا اے شمع
وضع دوراں گر خوشامد دوست ہے قائم تو ہو
گو سبک مجھ کو زمانے نے کیا ہے لیکن
گہ پر شیخ گاہ مرید مغاں رہے
اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر
نگاہوں میں تری افسوس یہ عزت کی باتیں ہیں
مہ جائیں گے اے باد سببا دور چین میں
عمر اپنی آن بان سے دنیا میں کسٹ گئی
سلامت رو رہے ہم کج روی پر بھی زمانہ کی
پابند وضع ہو کے ہوا ہوں ذلیل و خوار
نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع گردوں لاکھ درپے ہو
نظر جن کا ہے بڑا کب وہ سبک وضع پھریں

وفا

یہ بات تمھاری ہے کہا اور کیا اور
مرد جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں
قیس دیوانہ تھا جو جامہ سے باہر نکلا
وہ اور کوئی ہو گا کہا اور کیا اور
وضع بشر وہ چاہئے جس سے نباہ ہو
کبھی خدا کا نہیں دوست جو کر نہیں
سارے جہاں سے بیٹھے ہیں ہم اٹھائے ہا
جو ہے وہ اپنے زعم میں ہاروں رشید ہے
نخوت سے جو کھینچا مجھے شمشیر ہو گیا
بدن کی زیب نہ ہووے کبھی قبا الہی
ہے وہی بد وضع جو وضع بزرگاں چھوڑ دے
جو دل میں ہوا کہنا جو منہ سے کہا کرنا
خاطر پہ کسی شخص کے تو بار نہ ہووے
اگر قسمت کوئی بدلے تو بے پریش بدلتے ہیں
آبرو کو نہ تلف گرچہ ہو بھوکا پیاسا
رکھتا پیوستہ ہے اپنے جسم سے ہر آئینہ
بات تو جب ہے کہ سر جائے گربات ہے
ہر کس و ناکس سے دب چلنا یہ اپنی خو نہیں
یہ بھی ہے شکر کسی دل پہ تو میں بار نہیں
اتک تو آبرو سے رہے ہم جہاں رہے
گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا
نہیں سوچا کہ ہے یہ وضعداری باعث خوئی
پر تیری طرح خاک اڑانے کے نہیں ہم
کتنی رہی ہے اب جو خوشامد کی خو کریں
خدا کے فضل سے اتک نہیں اپنا چلن بگڑا
میں خود خراب ہوں مری محنت خراب ہے
سیر قید غم رکھے گرفتار بلا رکھے
اتنا آہستہ ہے جتنا ہو گہرا پانی

آصف

اسیر

آتش

تراب

جلیل

درد

شہید

صا

عز

قا

م

م

م

م

م

م

م

م

م

م

م

م

<p>نہجہ</p> <p>وقت</p> <p>سبھی وفا کو نہ چھوڑا وہ عندلیب ہو نہیں</p> <p>چھٹا قفس سے تو پرواز کی چین کی طرف</p> <p>نہیں میں عندلیب بے مروت بلخ الفت میں</p> <p>کہ چھوڑ دیں میں غنایاں کو خستہ جو خزاں ہو کر</p> <p>وفا نہیں نہ ہو اسے آشنا رو</p> <p>وفا یہ ہے مار آشنا کی</p> <p>وقت</p> <p>یہ وقت عزیز نہ کہو اس کو زینبہار</p> <p>جاتا رہا جو اٹھ سے روئے گارزار</p> <p>کہ غور کیجئے جو عقل تری دور بین ہے</p> <p>یہ وقت چند روز تراجم بیدار جلد ہو</p> <p>جاتا ہے وقت غنائی بے ہودگی میں</p> <p>ہرگز نہ اپنے وقت نہ ضائع ہوا کرے</p> <p>یارب کسی کا وقت ہمیشہ ہوا کرے</p> <p>ہر اک کو اس کی کھوپڑیاں نہ ماہ و سال</p> <p>بیکار اپنی عمر کے کھوپڑیاں نہ ماہ و سال</p> <p>ورنہ نہ جائے گا تراجم بے ہودگی میں</p> <p>جوانی</p>	<p>تسلیم</p> <p>تراب</p> <p>توفیق</p> <p>جوش</p> <p>جلیل</p> <p>حسرت</p> <p>حفیظ</p> <p>خاموش</p> <p>داغ</p> <p>سودا</p> <p>سراج</p> <p>سخن</p> <p>عاشق</p> <p>عالم</p> <p>فروغ</p> <p>مصطفیٰ</p> <p>مسکین</p> <p>ناسخ</p> <p>نواب</p> <p>نظم</p>	<p>آیا نہ دیکھنے کو زیر مسزار کوئی</p> <p>دو ہی دن میں اس قدر پاس وفا جاتا رہا</p> <p>کچھ عجب عالم ہے ایدل گلشن ایجاد کا</p> <p>منہ دکھائیگے نہ ایک دن زیر مدفن چھوڑ کر</p> <p>دیکھتے ہم رہ گئے عمر گریز کی طرف</p> <p>یہ مجھ کو جان پڑا جگ کی یوفانی سے</p> <p>ہو اگر دیدہ بینا تو دکھا دیتا ہے</p> <p>مگر اس گلشن ہستی کی اسے ہدم ہوا بدلی</p> <p>باغ عالم کو بار بار دیکھا</p> <p>کچھ بھی گرتھے میں وفاداری ہے</p> <p>تمہارا ہے تمہارا اب کسی کا ہو نہیں سکتا</p> <p>جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا</p> <p>وفا کا رسم اٹھا حسرت اس ماز کے</p> <p>وعدے کئے تھے جو کہ ازل میں خدا کے ساتھ</p> <p>کسی گل میں نہ پائی ہو وفا کی</p> <p>دین و دنیا میں نہیں اور ٹھکانا اپنا</p> <p>انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ</p> <p>نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر</p> <p>دل میں نہیں ہے اپنے خریدار کی ہوس</p> <p>سراج اب اپنے مالک سے لگا دل</p> <p>غور سے دیکھا بہت اس گلشن ایجاد کو</p> <p>دل اپنا اک زمانہ سے بیزار ہو گیا</p> <p>جس میں وفا کا رنگ محبت کی بونہ ہو</p> <p>ہر دوست نے دشمن کی طرح ہم سے دعا کی</p> <p>یاد رکھیں نہ مجھے بھولنے والے کیونکر</p> <p>کوئی کسی کا زمانے میں آشنا ہی نہیں</p> <p>آشنائی کر کے پھرنا آشنائی اس نے کی</p> <p>آنکھوں سے کہیں مہر و وفا کو نہیں دیکھا</p> <p>تو پانورڈ اور ہے مارا جہاں سرا</p> <p>جہاں میں آزمائش خلق کی تحصیل حاصل ہے</p> <p>کیا ہو گیا ہے چرخ ترے انقلاب کو</p> <p>وہ پاؤں چومئے جادے پہ جو وفا کے چلے</p> <p>اٹھا کے راہ سے میں نے وہ رکھ لیا دلیر</p>	<p>احباب واقربا سب ظاہر کے آشنا تھے</p> <p>آج آنکھیں تک نہیں ملتی ہیں کل بیٹھے تھے پاس</p> <p>ایک گل میں بھی نہ پائی آج تک بوے وفا</p> <p>جا نہیں سکتے جو مجھ کو دوست دشمن چھوڑ کر</p> <p>یوفادوں کی محبت کا نتیجہ یاں ہے</p> <p>نہیں یار وفادار کوئی حق کے سوا</p> <p>دیکھ لی گلشن ہستی میں نہیں رنگ وفا</p> <p>سمجھتے تھے جسے اپنا وہ بیگانہ ہوا اپنا</p> <p>ایک گل میں نہیں ہے بوے وفا</p> <p>خود کریں گے وہ تیری قدر جلیل</p> <p>جلیل خنہ جاں کو تم کہاں تک آرماد گے</p> <p>کوئی اپنا نہ آشنا دیکھا</p> <p>کسی کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز</p> <p>پورا کیا نہ ایک بھی حیف و ہزار حیف</p> <p>بہت کچھ سیر کی باغ جہاں میں</p> <p>اپنے صاحب سے جو پھر جائیں تو پھر جائیں کہاں</p> <p>قول و قسم کی شرم ملاقات کا لحاظ</p> <p>وفا نہ گل میں نے چشم مروت باغبانیں ہے</p> <p>سودا ہوئی ہے جس وفا جب سے بے قدر</p> <p>وفا کی جو جہاں سے اٹھ گئی ہے</p> <p>ایک گل میں بھی نہ پائی ہم نے بوے وفا</p> <p>دنیا کے دوستوں میں نہیں ہے وفا کی بو</p> <p>انساں کو ایسے گل کی کبھی جستجو نہ ہو</p> <p>کیا رسم اٹھی حیف زمانہ سے وفا کی</p> <p>کہیں مٹا ہے مٹانے سے مرا نقش وفا</p> <p>میں اعتماد کروں کس کی آشنائی پر</p> <p>جس سے امید وفا تھی یوفانی اس نے کی</p> <p>ہم نام ہی سنتے ہیں فقط مہر و وفا کا</p> <p>مسکین مکاں خانہ دنیا میں تو بنا</p> <p>ازل سے جانتے ہیں ہم نہیں مہر و وفا ہرگز</p> <p>پیدا کیا کبھی نہ کوئی یار با وفا</p> <p>نثار ہو جائے اس دل کے جو ہو صاحب درد</p> <p>ما طریق وفا میں کوئی جو سنگ گراں</p>
--	---	--	---

نہیں ہے وقت جیسی بیش قیمت چیز دنیا میں
ابھی ہے وقت فکر توشہ عجب بھی کچھ کر لے
کرنا ہے جو وہ آج کرو کل کرو گے کیا
کام کر کام اگر آج ہے موقع ناداں
سیکھ لے جلدی سے مضطر کوئی فن
انسان کو لازم ہے رہے منتظر وقت
لٹاتے ہیں جو مفت کی روز دولت
آج کچھ ہو نہیں سکتا ہے توکل کیا ہوگا
دور کر تیرگی دل کہ ابھی تک ہے وقت
وقت ہے صید رمیدہ جا کے آنے کا نہیں
زاہد حاجت روا ہو جا کسی محتاج کا
چاہئے غافل رہے کوئی نہ فیض صبح سے
دمدم خندہ گل سے یہ صدا آتی ہے
وقت کو ضائع نہ کر ناداں نہ بن
ہنس بول لو یہ وقت غنیمت ہے بلبلو
بے وقت کسی کو کب ملا ہے
یہ نہ ہو وقت نکل جائے کہیں
دم غنیمت ہے سعی کراے دل

نہیں ہے قدر اسکی تجھ کو اے غافل مگر کچھ بھی
کہ اب ہو یا کہ پھر دنیا سے آخر ہے سفر تیرا
جب مرغ جاں پھرک کے بدن سے نکل گیا
کس کو اے دوست خبر کل کی کہ فرصت ہوگی
ہے تجھے دنیا میں فرصت چند روز
ہاتھ آئے کسی کے نہ کبھی زور نہ زور روز
وہی مفلسی کے ستم دیکھتے ہیں
سر پہ جب آن ہی پہنچے گی اجل کیا ہوگا
ہو گئی صبح تو روشن یہ کنول کیا ہوگا
وار کرنا ہے تو کر زد پر شکار ایسے میں ہے
کل نہ تو نا کام ہوگا کام کر لے آج کا
دیکھ لو مردوں کو زندہ کرتی ہے تاثیر صبح
باغ عالم ہے موقع یہی زرداری کا
ہے یہی حاصل جہاں میں زیست کا
پھر گل کہاں بہار کہاں آشاں کہاں
پتا کہیں حکم بن ہلا ہے
بات رہ جائے گی رہ جائے کیا
ہاتھ سے وقت کو نہ کھو دینا

مہر
مضطر
ماہ
محب
نظم
ناسخ
نظامی
نسیم
وقار
واسطی

ہر کمالے رازوالے

ترقی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے زوال آخر
کمال کونسا ہے وہ جسے زوال نہیں
کامل زمین پر ہے ترا حسن تیس دن
کون دولت ہے زمانہ میں نہیں جسکو زوال
ہے بدر رات بھر تو کوئی دم ہلال ہے
ہوئی یہ بات ہمیں حال بدر سے روشن
طلوع مہر زمانہ میں ہے غروب کے بعد
عروج کس کا تنزل پذیریاں نہ ہوا
فقیروں کو مت جان منعم حقیر
دکھانہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھ کر
کمال شے زوال شے نہا ہے میں نے لوگوں سے
وہ شغل کر کہ رتبہ اعلیٰ سے گر نہ جائے

سوا ہے ایک شب سے کب زمانہ ماہ کامل کا
ہزار شکر کہ مجھ کو نہ کچھ کمال ہوا
اک رات ماہ کو ہے کمال آسمان پر
کیا کروں جلوہ خورشید لب بام پسند
رکھتا ہے وہ ثبات جو صاحب کمال ہے
دیا زوال جسے صاحب کمال کیا
جہاں میں ہوتا ہے اکثر کمال وجہ زوال
بہار آتی ہے گلزار میں خزاں کے لئے
ہے دور روزہ یہ تیرا جاہ و جلال
گئے جہاں میں دریا بہت اتر چڑھ کر
مبارک ہو حریفوں کو کہ میں ہر فن میں کامل ہوں
اس کے لئے زوال ہے جس کا ہوا عروج

امیر
آتش
ایر
باسط
جو یا
خوشدل
ذوق
راسخ
سید

ہر کمالے رازوالے
نقصان کے سبب ہے ترقی ہلال کو
جوں بدر ہے زوال ہر اہل کمال کو
نہ کر تو کشتی غافل بیک آب فوارہ
کر لا بیگی قریب بند کی تھک کوشتی میں
نہیں ہے اس چین میں گر بند کی ساتھ پی کے
نہ ہوتی بڑھکے کیوں تلخ شجر اونچے سے نیچے ہے
کوئی شے جو نیچے ہو اسکو زوال
تو آخر ضروری ہے اسکو زوال
لگا ہے یہ نقصان ہر سود میں
لگا ہے فرق ہے عجب و معبود میں
پہی روز روشن ہے شب ہائے تار
پہ زوال باغ کی بعد فصل بہار
خزاں باغ کی بے توکل چہ زوال
کمال آج اگر ہے توکل ہوا کمال
جو ہے بدر آخر وہ ہوگا کمال
چوہی جو صبح کو شبنم تو گر گئی شب کو
فلک نے دی جسے عزت اس کی کو فوار کیا
زوال اسکو ہے جو کامل ہے ماقبل
ہمارے عیب کا مرجع ہنر ہے
ثبات کا جہاں ہو کنویر زمانہ کا ایک حال بھی ہے
عروج تو زوال بھی ہے کمال ہے تو زوال بھی ہے
خود اوج

شہید
حضر
عالم
عزیز
ماقل
ناقل

الحمد لله

اہم دردی
 مجھ سے بے دنوں میں یہ اچھے ہوں وہم سے
 کیا اعتماد شام کا کیا اعتبار صبح
 اب تو انسان کا انسان بھی اہم در نہیں
 خلق اہم دردی کو انسان کے انسان ہوا
 لگی چھو کسی دشمن کو میرے دل پہ پوٹ آئی
 کسی کا پاؤں پھیل میں زمین پر میرے بل آیا
 سنی جب داستان تیس پین آ یا نہ گھر بیٹھے
 پر صا جب قصہ فراد سر دیوار سے پکا
 خلق کو راحت ہے جس سے ہے وہی مر دگر بڑ
 رکھتے ہر کسی کے کام آؤ
 مرد ہو تو کسی جاؤ
 ورنہ کھاؤ پیو چلے جانے والے
 نہ ملے مجھ کو مرے حال پر رونے والے
 پیش کیا کہ یہاں غم کے بھی اسباب نہیں
 رنج میں رنج کا راحت میں ہوں طوفان کبھی
 خاک ساحل میں کبھی موج ہوں طوفان کبھی
 کرتے عبت ہو نیشہ گرد سنگ کو گداز
 گھٹلائے اس خاک کے پتے کو تھا انسان
 نہ ہو گا

غرہ اوج بنائے عالم امکان نہ ہو
اقبال کا مال ہمیشہ و بال ہے
آنے والی ہے خزاں بھی حسن پر نازاں نہ ہو
وہ کونسا ہے گل جو نہ کھلتے ہی گر پڑا
ناکسوں سے نہ بہرہ مندی ہے
کچھ بھی حاصل باکمالوں کو نہیں ہے خرزوں
گرتا ہے سر کے بل وہی جو سرفراز ہے
دولت ہے کون جس کو جہانیں نہیں زوال
سیج ہے کہ ہر کمال کو لازم زوال ہے
زوال کے ہیں حقیقت میں ہوش وہ طالب
ثابت ہوا عروج کی ہستی ہے آب پر
سنّتے ہیں ہر کمال کو ہے زوال

اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن
دنیا کے ہر کمال کو ناداں زوال ہے
کرتے ہیں تجھ کو نصیحت او گل گلزار ہم
سیج ہے کہ ہر کمال کو آخر زوال ہے
کبھی پستی کبھی بلندی ہے
مورد نقصاں ہوا جب ماہ کامل ہو گیا
واللہ گواہ دعوے صادق نماز ہے
اے واسطی ہے شام ہمیشہ قضاے صبح
بڑھ کر ہلال بدر ہوا تھا کہ گھٹ گیا
جو چاہتے ہیں کہ حاصل کمال ہو جائے
دیکھا جو سر بلند جہاں میں حباب کو
سیج ہے پامال اوج پستی ہے

بھار دی

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ
درد سر میں کوئی ہمدرد جو آیا نہ نظر
عالی وقار ہوتے ہیں سب کے شریک درد
گوارا ہے اذیت کب کسی کی طبع نازک کو
اسی کے شافع محشر بھی کام آئیں گے
درد دل خیروں کا وہ جانے جو صاحب درد ہو
نغم میں بشر ہو کیوں نہ بشر کا شریک حال
خنجر چلے کسی پہ تر پتے ہیں ہم آئیں
حصول کیا ہے بنایا مکاں جو منعم نے
مکرم جنس یاں ہے دستگیری نیم جانوں کی
کیا کر بلیکوں کی دستگیری
اند مال زخم ناکا مان بیکس کے لئے
محفوظ رنج قحط سے رکھے جو خلق کو
گاہے قد بے یا درمے یا کلمے کچھ
کسی کا دل نہ کیا ہم نے پاؤں کبھی
خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم
جوش ہمدردی میں پنہاں دولت ایمان ہے
درد دل آسودہ سے ہے جنگو خبر کچھ

گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے
اپنے ہی ہاتھ سے سرہم نے سنبھالا اپنا
کرتا ہے کوہ سن کے فغاں کو فغاں بلند
تڑپ جاتا ہوں آواز گلوئے مرغ سبل پر
ہو کوئی وقت مصیبت کسی کے کام آیا
سر کو دھنتی ہے جو سنتی ہے مرا مذکور شمع
تڑپی جو موج آنکھ بھرائی حباب کی
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
کسی کے دل میں تو اس نے کیا نہ گھر پیدا
خویدا کر ملیں جتنی دعائیں ناتوانوں کی
یہی ہے شاہ کی فرماں پذیری
مرہم کا فور ہمدردی کا پچھا ہا چاہئے
لا ریب ہے وہ یوسف کنعاں بعینہ
کر وہ کہ کسی شخص کی حاجت تو روا ہو
چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے
انہیں ٹھیس نہ لگ جائے آگینوں کو
نقشہ حیر القروں آنکھوں کو دکھلائے کوئی
سہارا کسی کا بھی گوارا نہیں کرتے

اصف	اصف
اسیر	اسیر
"	"
"	"
"	"
امیر	امیر
"	"
"	"
احمدی	احمدی
"	"
"	"
انشا	انشا
"	"
افس	افس
"	"
اقبال	اقبال
اسمعیل	اسمعیل

نہ ہوگا ہم سا زمانے میں دوسرا غم دوست
 خدا سنوارتا ہے بیکوں کی بگڑی کو
 دنیا کی شرم موت کا ڈر کچھ نہ کچھ تو ہو
 غنوارے جہاں کے لئے ظفر چاہئے
 غنوار خلق بنکے رہے جو وہ مرد ہے
 رو دیا ہمد و ہیں اپنا سا نگیں سوچ کر
 اے سخن کہئے تو انصاف سے اس عالم میں
 راحت نصیب ہوگی اُسے کائنات میں
 اپنے غم کا تو مجھے کچھ غم نہیں جو ہو سو ہو
 ہے جو ہمدردی پہ اہل درد کا دار و مدار
 اہل دل کو درد دشمن کا بھی ہوتا ہے ملال
 پاس خاطر کبھی نہ دل آزاروں کو
 درد آشنا جہاں میں کوئی مجھے سا کم ہوا
 کوئی اپنا ہو یا بیگانہ ہو یا تم ہو یا دل ہو
 ہو سکتی نہیں مجھ سے تو دل شکنی کسی کی
 کسی کے تھیں لگی دل میں میرے درد ہوا
 وہ درد مند ہوں پیروں ہی بیٹھ کر رویا
 جیتے جی خلق کو اس جسم سے راحت پہنچی
 جیتے جی کچھ قوم کی خدمت تو کر
 خیر کر پھینک یہ تسبیح و مصلے زاہد
 نہیں آسان کچھ ہمدردی قوم
 ہمدردی ہم ملک نہیں گر ہم میں
 ہمدردی انسان نہیں جس انسان میں
 ہے افضل اعمال جو ہمدردی خلق
 کافر ہے وہ جس میں نہیں حب قومی
 تقویٰ و صوم و صلوٰۃ و حج فقط کافی نہیں
 ہو دل سے ہر اک شخص کی امداد میں ساعی
 تم اختیار کرو بیکوں کی ہمدردی
 ہے جو اوروں کی خاطر سے گرمی و سردی
 یہ ناکسی ہے کہ تم مثل بیکوں کے بنو
 درد ہوتا ہے جنہیں درد سے ہم سایوں کے
 طلسم رحمدلی کا بھی کارخانہ ہے
 خدا نے اس لئے پیدا کیا آدم سے حوا کو

کسی کو رنج ہوا ہم شریک حال ہوئے
 کسی کا کام کسی نے دیا سنوار تو کیا
 بیٹے بشر کو پاس بسر کچھ نہ کچھ تو ہو
 ایسا کہاں سے حوصلہ پیدا کرے کوئی
 رشک و حسد نہ فکر معیشت میں چاہئے
 جب کسی کی آنکھ میں آنسو نظر آیا مجھے
 درد جس کو نہ ہو وہ بھی کوئی انسان ہوگا
 سن لیگا گوش دل سے جو اہل صفا کس رنج
 مارتا ہے غم مجھے شائق مگر احباب کا
 دوست یا دشمن ہو ہر اک سے مدار چاہئے
 خون دل پیتے ہیں لالے تشنگی سے خاکی
 درد ہے جن کو وہ ہوتے ہیں مڑو لے
 گر غیر بھی ہوا تو مجھے اسکا غم ہوا
 وہی بس یار ہے اپنا جو رنج و غم میں شامل ہو
 کعبہ تو مسلمان سے ڈھایا نہیں جاتا
 کوئی علیل ہوا میرا رنگت زرد ہوا
 نظر پڑا کسی بیکس کا جب مزار مجھے
 کام آئے نہ پس مرگ کسی کار میں لاش
 زندگانی ہے یہ کس دن کے لئے
 نفع ہو خلق کا جس میں وہ عبادت اچھی
 یہ رستہ سخت ہے منزل کڑی ہے
 تو جہل تعصب ہے سراسر ہم میں
 حیواں سے بھی بدتر ہے فرشتہ ہے اگر
 کیا فرض نہیں قوم کی خدمت ہم پر
 ہر ملت و مذہب کی یہی جان ہے قوم
 فرض زرداروں پہ ہے کچھ قوم کی امداد بھی
 رہ دل سے ہر اک شخص کی بہبود کا خواہاں
 خدا نے طاقت و ہمت تمہیں عطا کر دی
 وہی ہے مرد اسی کا ہے وصف پامردی
 چلے جو بس تو مددگار بے بسوں کے بنو
 ایسے ہمدرد بھی دنیا میں ہوا کرتے ہیں
 کسی کے تیر لگا دل مرا نشانہ ہوا
 شریک حال رہنا چاہئے انسان کو انسان کا

ہمدردی
 درد و غم کے واسطے پیدا کیا انسان کو
 ورنہ طاقت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

المدد یاد عزیزاں کہ وہی یار اچھا ہے
 جو مصیبت میں غیروں کے ہیں سعادت مند
 ہمیشہ کام میں غیروں کے فکر عز و جاہ نہیں
 ہمارا کو اپنے لئے کسی کو کب زمانے پر

کسی کا درد اتنا ہے کسی کا درد اتنا ہے
 کہ جام و گل ہیں خداں شیشیہ و بلبل کے شیون پر
 گریختہ ہے جہاں نہیں اسے درد خدا
 تب بھی ہے تقویت کو برادر کی خلیج

بڑیا دیکھ کر میرا نہ روئیں کس طرح مردم
 دلوں کو رنج و غم نظر نہ بسمل سے ملتے ہیں
 جل مرا جب غریب پران
 لگ گئی میرے تن بدن میں آگ

رقیب القلوب ہوں ایسا ترپ جاتا ہوں اسے کیا
 فلک سے گر بھی برق شتم گر تھی ہے نہیں پر
 کسی کی بھی اذیت آنکھ سے دیکھی نہیں جانی
 کہ رو دیتا ہوں گلزار میں شبنم کے رونے پر

عقبت

ماہر
مضطر

ہمت

ہمت
 شمع سال کا ہے پر دم نہ مارے
 منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ مارے
 طلب دنیا کو کر کے زن مری ہو نہیں سکتی
 خیال آبرو سے ہمت مردانہ نہ مارے
 سدا ہے فکر ترقی بلند بنیوں کو
 ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمینوں کو
 جی چوڑ بیٹھے مرد بہ ہمت سے دور ہے
 قسمت تو ہر طرح ہے یہ سخت ضرور ہے
 کھانا نہیں قرب تنائے دو جہاں
 تو گر نہیں ہے تو سن ہمت لگام کا
 جو کچھ ہو سو اپنے دم قدم سے
 کیا کام ہے غیر کے قدم سے
 انسان کو چاہئے نہ ہمت ہمارے
 میدان طلب میں ہاتھ بڑھ کر مارے
 جو علم و ہنر میں لے گئے ہیں بازی
 ہر کام میں ہیں انھیں سے واسے نیاکے
 کچھ بھی نہیں دشوار اگر ٹھکان لو جی میں
 گھنٹوں میں وہ کام جو ہوتا ہے صدی میں
 ہمت ہے سر انجام ہمت کی توفیق الہی
 ہمت ہی حقیقت میں ہے توفیق الہی
 ہوجان کی

آصف کا ہے یہ قول نہیں صاحب غیرت
 طاقت ہماری گھٹ گئی ہمت نہیں گھٹی
 بیٹھے ہیں تیرے در پہ تو کچھ کر کے انھیں گے
 کبھی نہ صاحب ہمت کا حوصلہ ٹوٹے
 باندھو کمر خدا کا لو نام
 مشکل سے ڈرو نہ کر کے آہیں
 وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
 اولوالعزمی سے جو گردوں تلک پھندے لگاتا ہے
 دیکھو نہ دن کہ رات ہے آگے بڑھے چلو
 کچھ کریں صرف تو کچھ راہ خدا میں دیدیں
 صاحب ہمت کو الفت زر سے کب ہوتی ہے شک
 انشا خدا کے فضل پہ رکھئے نگاہ اور
 فکر کی چیز تو رکھتا ہی نہیں کچھ انشا
 زہار ہمت اپنی سے ہرگز نہ ہارے
 ہمت کبھی نہ ہارے انشا یہ چاہئے
 جو ہیں اعلیٰ مرتبت ہمت میں رہتے ہیں بلند
 وسعت ہمت جو رکھتا ہے بہادر ہے وہی
 خالق جو کرے منعم دے ہمت عالی بھی
 دولت پست کا طالب میں نہیں تشنہ دہن
 خدا نے دی ہے محتاجی میں مجھ کو ہمت عالی
 آسمان زیر قدم آئے تو سمجھوں میں زمیں
 بلند اللہ نے ہمت بھی دی ہے بالابندوں کو
 اظہار سب پہ عیسے و ادریس کا ہے حال
 غیر سے خواہاں اعانت کے نہیں ہمت بلند
 کریں جو کام جو انوں کے پیر کیا ممکن
 کیا تعجب ہمت عالی اگر ادنے میں ہو
 حرص سے ہمت زیادہ ہے مری لے آسمان
 ہمت مردانہ نے آتش کیا ہے بے نیاز
 کام ہمت سے جو انمرد اگر لیتا ہے
 سوتاڑ سے بلند کرے باغیاں تو کیا
 احسان نہ لے ہمت مردانہ کسی کا
 پیچھا کریں تو آگے ہی عمر رواں کے ہیں
 یا وصل ہی ہو جائیگا یا مر کے انھیں گے
 کبھی نہ بھولے سے اپنے جبین پہ بل آئے
 ہمت سے ہوئے ہیں ہل سب کام
 اس بحر کی مل رہیں گی تھا ہیں
 ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
 در مقصود کو دریا کی تہ سے ڈھونڈ لانا ہے
 شور و شغب پہ دھیان نہ رکھو بڑھے چلو
 اہل دولت میں کسی طرح کی ہمت ہی نہیں
 اہل حاجت جو ہمارے پاس آیا لے گئے
 دن ہنس کے کاک ڈالئے ہمت نہ ہارے
 خضر ہمت کو فقط سامنے دھرتیا ہے
 شیشے میں اس پری کو نہ جب تک اتارے
 جو بات دل میں ٹھن گئی بس وہ ٹھنی رہے
 خاک پر پڑنے سے کب ہوتی ہے میلی چاندنی
 جس کسی کے ہاتھ یہ میداں رہے وہ مرد ہے
 قاروں کی جو دولت ہو حاتم کی سخاوت ہو
 خاک میں آپ سماے تو سما جانے دو
 لٹا دوں ایک ہی دن میں جو پاؤں گنج قاروں کو
 مرے اللہ نے دی ہمت عالی مجھ کو
 یہ بندے مول لیکے سرو سے آزاد کرتے ہیں
 ہمت بشر کو شرط ہے دور آسمان نہیں
 چنگل شہباز باب رزق ہے شہباز کا
 کہ دست و پا میں گئی قوتیں کہاں آئیں
 مور عاجز دعوت فوج سلیمان میں نہیں
 بانٹنے کو نعمت دنیاے دوں درکار ہے
 جانتا ہوں میں گدا سلطان ہمت اقلیم کو
 سانپ کو مار کے گنجینہ زرتیہ ہے
 ہمت کے آگے پست ہے دیوار باغ کی

ہمت	پست اس سے اولوالعزم کی ہمت نہیں ہوتی	ہوجان کی جو کموں بھی اگر راہ طلب میں
آرمی وہ ہے جو ڈھونڈے نہ سہارا کوئی	انجن ہو تو گاڑی کا چلنا نہیں مشکل	ہمت ہو تو حالت کا بدلنا نہیں مشکل
کہ بے وقت میں ہرگز نہیں آتا کوئی	مت ڈھونڈھو اور کا سہارا	ہمت کو نہ ہارو بخدا را
ہر وقت انتظار طلب میں ہے مستعد	کہ ہے شرط ہمت طلبگار رہنا	سمجھ نردباں اپنی ناکامیوں کو
رہتا ہے ایک پاؤں ہمارا کباب میں	ہمت کے سفینہ کا اٹھا دیجئے لنگر	ہمت ہی بنا دیتی ہے مفلس کو تو نگر
اگر چہ پائے سفر جانا کہاں ہے	ہمتیار بھی بے کار تھے اور فوج نکتی	گر چوٹی تیمور کی ہمت نہ بڑھاتی
مگر قصد سفر گداب بلا میں ہم	تو سن ہمت کا طرارہ مجھے	اوج معالی پہ اڑا لے گیا
نیکو یں دامن الیاس گداب بے سہارے کا	کر کے چھوڑا سر ہو جس کام کے	ہمت مردانہ تجھے کو آفریں
کہ بدتر دُوب کر مرے سے جینا ہے سہارے کا	شکلیں جب بندھ گئیں ہمت سب کہاں ہو گئیں	خوف ناکامی ہے جن تک کامیابی ہے محال
کہ درمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتب	وہ درد بھی اچھا جو نہ محتاج دوا ہو	ہمت کے لئے عار ہے احسان اٹھانا
پست ہمت یہ ہو گر گیت قامت ہو تو کیا	محالات کا سر قلم دیکھتے ہیں	جہاں تیغ ہمت علم دیکھتے ہیں
رکھے ہے عرصہ دریا کب اہل ہمت کا	وہ منزل کو زیر قدم دیکھتے ہیں	اڑاتے ہیں جو زخ ہمت کو سر پٹ
نہیں یہ اتنا کہ بھر کاٹہ حباب کامل کا	مثل سقف پست مجھ کو بام گردوں ہو گیا	ہمت عالی کے باعث سراٹھا سکتا نہیں
ارادہ کر کے ناقص علوجاہ کامل کا	بہر عروج ہمت مردانہ چاہئے	معراج پانی چڑھکے مسیحانے دار پر
تو یہ جانو کہ نابینا کنار بام چلتا ہے	ہمت و لیک مرد کو ہارا نہ چاہئے	شکل نہ کوئی ایسی ہے آساں نہ ہو سکے
رفعت جاہ کو لئے چاہئے زمین اونچا	جو نہ کانوں سے سنا ہو وہ سنا سکتا ہو نہیں	جو نہ آنکھوں سے ہو دیکھا وہ دکھا سکتا ہو نہیں
اوپر چلے کوٹھے کے لئے چاہئے پیکوئی	دوستو لیکن اسے ممکن بنا سکتا ہو نہیں	کہتے ہیں سب ہم خیال دین و دہم دنیا محال
سامنا لا کہ مصیبت کا پٹے لیتے ہیں	آگے بڑھنے کا تمھیں رستہ دکھا سکتا ہو نہیں	قافلہ ہے بڑھ گیا اور تم ہو پیچھے رہ گئے
اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	پاؤں ہم کس کس کے پڑتے جوڑتے کس کس کے ہاتھ	آبرو ہمت نے رکھ لی ورنہ وقت احتیاج
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	گر پڑا ہوں مثل سایہ خاک پر	رکھتی ہے ہمت مری افلاک پر
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	ورنہ کیا کیا جان و دل کو جوش پر لایا کہ حرص	مجھ کو ہمت نے مری بے لوث رکھا عمر بھر
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	کیا فلک سے جاہ و منصب تخت و افسر مانگنا	ننگ ہمت تھا جہاں میں چار دن کے واسطے
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	غلط ہے نہیں بات بنتی بگڑ کر	جو ہو آدمی میں دلیری و ہمت
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	ہمت بلند چاہئے قد جتنا پست ہو	پیل دماں کی موت ہے چوٹی کے ہاتھ سے
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	یہ بھی ننگ آبرو سے ہمت مردانہ ہے	دولت دنیا کی خاطر کیا انھیں دست دعا
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	قدم اٹھائے ہوئے ہمتیں بڑھائے ہوئے	رہی وہ منزل مقصود اسے جو اندرو
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	واٹرگوں روز ازل ہی کا سہ سر ہو گیا	ہمت عالی ہو کیا ہمت کش اہل دول
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	چلے کشتی تو بھی بسم اللہ لنگر توڑ کر	جوش طوفان ناخدا دشمن مخالف ہے ہوا
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	شاقب کی دعا کو نہیں جس درپہ رسانی	اللہ سے ہمت کہ ارادہ ہے وہاں کا
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	جلیل اپنے زمانہ کی تم نے خوب کہی	وہ عہد اور تھا ہمت تھی جب امیروں میں
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	گو نہیں ظاہر میں ہمت نام تو پنہاں نہیں	ہمت رفعت طلب جلوہ دکھاتی ہے ضرور
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	زیب سرگل کو ہوا سے باغ ثروت نے کیا	ہے اگر ہمت بخریں پائے گا پایہ بلند
سے اسرا خیر کا مردان خدا لیتے ہیں	کبھی پستی کی طرف ہمت عالی نہ گئی	خاک بھی اپنی رہی دوش ہوا پر ہی سوار

ہمت
 کیا مقابل ہوگی افواج غم دنیا سے دلوں
 پس میرے ایک تیغ ہمت مردانہ ہے
 جس نے زھونڈھا اس نے پایا سنتے ہیں
 تو جو اسے ہمت کرے ہمت تو کیا ملتا نہیں
 جو کام کر ارباب اہم کرتے ہیں
 سعی بازو سے بیش و کم کرتے ہیں
 جو کام کر دولت سے نہیں ہو سکتا
 جو کام کر شہت سے نہیں ہو سکتا
 ہمت چاہے تو کر دکھائے اسے ہر
 وہ کیا ہے جو ہمت سے نہیں ہو سکتا
 رہتہ ہے زندگی کا کٹھن پر بڑھے چلو
 ماننا خطر ہے اس میں سنبھل کر بڑھے چلو
 ہلکتے نہیں ہیں بڑھکے ہو مردان کار ہیں
 مردان کار ہی کے لئے کاروبار ہیں
 مشکل اگر ہے کام تو جی توڑ کر چلو
 اوچا اگر ہے کام کہ باتدھکر چلو
 ہمت کے وقت منہ کو چھپانا نہ تم
 ہمت کے وقت جان پرانا نہ تم
 اہل ہند آپ کی جانب سے ہو ہمت ہو جائے
 وہی پہلے کی سی پھر آپ کو عظمت ہو جائے

یہ مثل سچ ہے کہ ہمت سے ہے برکت حاصل
 اہل ہمت کو مدد حق سے ملا کرتی ہے
 ہمت جو ہو بلند تو ہوں داغ یا س بھی
 بوجھ اپنا کبھی ڈالا نہ کسی پر میں نے
 ساتھ زر کے پستی ہمت بھی ہوتی ہے زیادہ
 جنکی ہمت ہے بلند ان کو تعجب کچھ نہیں
 اہل سخا پہ دامن ہمت کشادہ ہیں
 پاپوس آسمان سے شرف ہوتے ہیں نصیب
 حوصلے پر صاحب ہمت کے صدقہ جائیے
 حوصلہ ہونہ کم ظرف کو اصلاح حاصل
 جو مالی ظرف ہیں کھٹکا نہیں کچھ انکوائے گلو
 ہے عالی حوصلہ سے کس کو ایذا
 احسان لے نہ ہمت مردانہ چھوڑ کر
 بزور ہمت مردانہ توڑ ہفت حصار
 ہیں وہی صاحب ہمت جو مدام
 سر رہے یا نہ رہے بات رہے اپنی وقار

تم جو ہمت کرو اگلی سی برکت ہو جائے
 تم کبھی حقدار بنو اسکے وہ ہمت ہو جائے
 ہو آسمان سے مجھے اختر کی احتیاج
 ہوئی تعمیر مری سقف سے دیوار جدا
 ورنہ مائل سوئے اسفل کس لئے قاروں ہوا
 پست فطرت جو کہ ہے قائل ہو کیا معراج کا
 ہو چاک مفلسی کا اگر جیب جاں تملک
 پھر حوصلہ بلند ہے اپنے غبار کا
 سرکٹا کر شمع نے بوسہ لیا گلگیر کا
 ظرف خم کر نہیں سکتا کبھی شیشہ حاصل
 الجھتے خار سے دیکھا نہیں دریا کے دامن کو
 قناعت ہڈیوں پر ہے ہما کو
 رستہ بھی چل تو سبزہ بیگانہ چھوڑ کر
 یہ راہ بند ہے رستم جو مفتخو اں میں نہیں
 کار بے رو و ریا کرتے ہیں
 دل میں مضبوط مزاجوں کے جو گزرا گزرا

مہر
 نسخ
 نصیر
 نسیم
 نسخ
 نظم
 نشاط
 وقار

ہوس

کنج عورت مجھے کافی ہے بسر کرنے کو
 طالب یار تہیدست و تو نگو سب ہیں
 جو چیز ہے وہ رکھتی ہے کچھ انتہا آسیر
 دی ہے خدا نے عقل تو بھاگ اس سے دور
 قاروں زمیں میں لے کے گیا کنج اپنے ساتھ
 ہر چند لاغری سے ہوں اک مشت استخوال
 تربت میں فرش کا نہ مکاں کا خیال ہے
 قاروں ہلاک شد کہ چہل خانہ کنج داشت
 مال و متاع ساتھ نہ جائے گا گور میں
 ہے قید خانہ دہر، گر فنا رسب جہاں
 ممکن نہیں علاج ہو اس کا سیج سے
 بے مانگے رزق دیتا ہے ہر روز وہ کریم
 اس شش جہت میں لاکھ طرح کے عذاب ہیں
 جز قرب ذوالجلال کرے کوئی کیا ہوس

طاق کسرے کی نہ ہے قصر سلیمان کی ہوس
 جو گدا کی ہے تمنا وہی سلطاں کی ہوس
 لازم نہیں جہان میں بے انتہا ہوس
 آفت طمع ہے حرص قیامت بلا ہوس
 اللہ رے حرص رکھتی ہے کچھ انتہا ہوس
 پھرتی ہے مجھ کو اب بھی لئے جایا ہوس
 ہم مٹ گئے تو مٹ گئی بعد فنا ہوس
 ایسی نہ دے کسی کو جہاں میں خدا ہوس
 دو دن کی زندگی میں کرے کوئی کیا ہوس
 طوق گلو تلاش ہے زنجیر پا ہوس
 ہے دردلا دوا کی طرح لا دوا ہوس
 کبتک تلاش بوا الہوس و تاکجا ہوس
 خواہش تلاش حرص تمنا ہوا ہوس
 اللہ بس جہان میں ہے مابقی ہوس

ہوس
 دنیا سے دنیا کی پاپوس جانے دو
 گھپیں ہو اگر تو خار و خس جانے دو
 جہاں جہاں جہاں جہاں جہاں جہاں
 زوق آرام ہو بین ہو بین ہو بین
 طلب رزق ہو بین ہو بین ہو بین
 تھوڑی سی عمر میں کس شے کی ہوس کیجئے کر بین
 کرنے دی جی نہیں گزشتہ خاک ہوس
 بس نہ دنیا کی رکھ اسے صاحب ان ہوس
 خاک ہے خاک ہے اسے آج دنیا میں تربت میں
 ہوس ہے کار ہے اسے آج دنیا میں تربت میں
 نہیں کچھ کام کے کوئی حکوم ہوا ہو
 پتہ کی طرح جو کوئی نہیں ہوتی
 شخص کی دنیا میں کبھی پتہ نہیں ہوتا
 اس شخص نے دیکھا دل کو
 خواہشوں نے گراں ہوتا
 ورنہ یہ بحر ہے جنت ہے نہ رنج
 اک فرشتے بھی تو ہیں جنکو نہ جنت ہے نہ رنج
 خواہشیں دل کی بلائے جان انسان ہوس
 خواہشیں دل کی بلائے جان انسان ہوس
 تم ہوس کو کام میں لاؤ
 تم ہوس کو کام میں لاؤ
 جو ملے اس کا دنیا کی ہوس
 بار خاطر ہوئی دولت دنیا کی ہوس
 کنج قاروں کا میں اپنے ہی سر پہ ہوس
 کیا تلخ

ہیں ضعف کے عقل و حافظہ میں آثار
اے تھر گئے حواس لیکن نہ ہوس
رسوا مجھے کو بکو لئے پھرتی ہے
اے جذب منافع کی ہوس درد میں
ہم پیر ہوئے مگر تدری بو نہ گئی
ذنداں گئے آنکھیں گئیں اور عمر گئی
مٹا دیا ہوس جاہ نے مجھے ہے ہے
بھولے سے بھی دنیا کی تجھے چاہ نہ ہو
سر تھر پیٹخ پیٹخ کے مرجائے گا
شہرت کی ہوس کمال نادانی ہے
دنیا میں رہے گا نام اللہ کا بس
ساز و ساماں کا شوق ہے لاحال
جب نظر کی تجھے بندہ دنیا پایا
ہوس کی ابتدا اے بواہوس ماوٹنی سے ہے
کہاں گنجائش اس میں ذکر حق کی اور طاعت کی
ہوس عزت کی بھی اذبسکہ دامنگیر رہتی ہے
رسائی ہو تجھے حکام بالا دست کے در تک
مٹا تارہ و گدا کا فرق جب دونوں کو موت آئی
ہوس دنیاے دوں میں عزت و شہرت کی ہوس
ترا جو کام ہے مضمحل ہے اس میں نام کی خواہش
ترے علم و لیاقت میں ہے مضمحل نام کی خواہش
نہ سامان مکاں پر بواہوس ہے اکتفا تجھ کو
مگر جتنے تعلق تو نے دنیا میں بڑھائے ہیں
ایکلی جان تیری اور یہ خیل و خدم غافل
تجھے اے بواہوس پوشاک میں بھی ہے ہوسکاری
ہوس کہتی ہے جوڑے اور بھی درکار ہیں تجھ کو
تجھے لینا ہے کیا اے بواہوس پوشاک عمدہ سے
ہوس رہتی ہے تجھ کو یہ کہ جب خاصہ چنا جا
چنی ہوں نعمتیں دنیا کی نایاب و گراں قیمت
مستوی اور مفرح اور مرغین ہو جو کھانا ہو
مگر انساں ہے تو اے بواہوس یا ہے گدھا گھوڑا
جہاں کی نعمتیں کھا کر شکم تیرا نہیں بھرتا
خود پانی میں نے ذلت غیروں کی کیا شکایت

چشم و دندان و گوش ہیں دور از کار
نیشہ ہے ایسا کہ نہیں اس میں خمار
ہر سمت برنگ بولے پھرتی ہے
پھر نہیں بلکہ تولے پھرتی ہے
دل سے تری عادت نہ گئی خو نہ گئی
لیکن نہ گئی تو اے ہوس تو نہ گئی
میں بے نشان ہوا نام اور نشان کے لئے
دل میں ایسا خیال شد نہ ہو
جنگل ہے ہوس ابھی تو گمراہ نہ ہو
کس کی رہی یاد کس کی رہ جانی ہے
باقی جو شے ہے ہر وہ فانی ہے
اس کی جانب کبھی نہ کر دل مائل
بندہ حق نہیں تو اے سگُ نیا ہرگز
ولے یہ مبتدا ہے وہ نہیں جس کی خبر کچھ بھی
بھری رہتی ہے تیرے دلیں خواہش مال و دولت کی
برائے عزت و شہرت ہے جو تیر تیری ہے
ہوس اے بواہوس یہ زیرِ چرخ پیر تیری ہے
ہوس اس پر بھی عزت کی ہے تو تقصیر تیری ہے
کہ عزت ہے تو رب العزت و جبروت کی طاعت
تقاضائے ہوس ہے یہ ہے گر اکسیر تیری ہے
سر مغرور میں تیرے غرور علم ہے داخل
ہوس کہتی ہے سماں اور بھی درکار تھا تجھ کو
رہیگا فکر بھی اننا ہی ہر اک بات کا تجھ کو
اکیلا دم ترا اور اس پہ یہ چون و چرا تجھ کو
تردورات دن رہتا ہے خاطر کو بہت بھاری
بھری ہے گرچہ پوشاکوں سے الماری کی الماری
عبث ہے تیری خود بینی عبث ہے خوشی داری
ہمک جائے بس اسکی بوئے خوش ہو گھر کا گھر تیرا
نہ دل سے ہر اک ہماں ہو کھا کر مدح گو تیرا
دماغ خشک کو بھی تر کرے حلوا اے تر تیرا
خیال اس طرح جو شام و سحر کھانے میں ہو تیرا
مگر دوزخ ہے معدہ الاماں والحدر تیرا
کرتی نہیں ہے کس کو یاں خوار و زار خواہش

ہو
 بہر عروج ٹھوکریا کھائی ہیں خلق کی
 بنایا گیا غبار رہ کاررواں مجھے
 اہل ہوس کا کس شے میں ہے
 اللہ بس ہے باقی ہوس ہے
 سخت برشتہ آرزو میں بہت
 سیم و عاج نے مارا
 ہوس سیم نہیں ہوتا تراز بیمار ہوس
 کبھی اچھا نہیں لگتا ازار ہوس
 جان لیتا ہے تراز جاہاں ہے
 آبرودار کی تیز کی تو خواہاں ہوس
 بندہ تیرا جو بنا بس وہ ہوا غار ہوس
 نیک و بد میں نہیں کچھ فرق نظر آتا ہے
 تو بنا دیتی ہے جب بخود و شر ہوس
 اپنے طالب کی تو کر دیتی ہے مٹی برباد
 آرمایا ہے تجھے تو ہے تیرے کار ہوس
 ہوتی جاتی ہیں خطاؤں پر خطائیں چہم
 گنہگار بڑا تیرا طلب گار ہوس
 خاک بھی ہاتھ نہ آئے گا ہوس تیرے
 خاک میں تجھ کو ملا دے گی یہ بیکار ہوس
 خاک ہوتے ہیں یہاں دامن و زہد و تقویٰ
 چاک ہوئے ہیں یہاں رہ پڑا ہوس
 خالق

یاد خدا

یاد خدا

دیکھ سکتے ہیں خدا کو جو نہ جھوٹے
وہ اچھے بھلے گئے جہاں سے
کس طرح بھولوں اسے جس کا تقلید چاہی
یاد کرتے رہو خاطر سے بھلاؤ نہ
ایک عالم کو بھلاؤ نہ بھلاؤں تو یہی
یاد میں اس کی دو عالم کی زندگی میں
مبارک ہے وہی دم گزر جائے
خدا کی یاد میں جو دم گزر جائے
کہہ اللہ ہی اللہ تراب اور بیدار گوی
جز نام خدا اور ہے سب بیدار گوی
جی خدا پر وہی گاہ
جو دو عالم سے دل اٹھا لیجے
نواب کا مگر ہے سب درست ہو جائیں
جو لو لگا لگاے خداوند کار ساز کے ساتھ
زینب ار اس سے نہ ہو غافل کبھی
جاگو اس کی یاد میں یا مومنین
نام اس کا ہے جج کو ورد زبان
دل میں ہے چاہے آگے کیا کہنے
حق چلیں اس کا نہ ہو کوئی تراب
ذکر و فکر اس کا ہے اکثر رہے

تراب

خالق ارض و سما سے یہی ہر دم ہے دعا
چشم طالع یا قناعت بھرتی ہے یا خاک گور
ایدل اسیر دام ہوا و ہوس نہ ہو
آبرو کو خاک کرتی ہے ہوائے سیم وزر
یوں بھری ہے دل آدم میں ہوس سرتا پا
نہ جائے عمر ہوا و ہوس میں کیوں ہدم

نخم ہو دام میں تیرے نہ گرفتار ہوس
جیتے جی موقوف کب ہوتی ہے انساں کی ہوس
غفلت میں باد ہمنفساں یک نفس نہ ہو
بو تہ گل آگ میں جلتی ہے حرص زر اٹھا
جس طرح تخم نہاں ہووے ثمر کے اندر
کہ ہے ازل سے بشر احتیاج کا پتلا

نخم
واسطی
وقار
ہر چند
ہدم

یاد خدا

رہے ہر دم میں ہر دم یاد تیری
یاد خدا ہے باعث تسخیر چار حد
کون ہیں جن کو فراموش ہے دنیا میں خدا
خدا کی یاد ہے لازم کہ ہو درستی دل
یارب ترا ہی ذکر یہاں جب نہ تب رہے
ہو گھڑی یاد میں تری کٹ جائے
بعض اوقات کو کر فکر معیشت میں صرف
غافل نہ اسکی یاد سے انساں رہے کبھی
خدا کی یاد جوانی میں غافل کر لو
ہے وقت صبح کر لو یاد حق سونا ہے تربت میں
اللہ سے کو لگا لے دنیا کے چھوڑ جھکڑے
خدا سے تم دل ملاؤ اپنا زبان کو پھر ملاؤ دل سے
غفلت دنیا کی جب دباے دل کو
مرد کو چاہئے قائم رہے ایمان کے ساتھ
آہی جاتا ہے زندگی میں اکثر وقت
نہ چھوٹے کفر میں بھی وضع ایمان
افسردہ کی یاد میں ان کو گزار تو
امجد تاکے وساوس شیطانی
سرگشتگی میں بھی طائر قبلہ نما
ترا ہی دھیان ہے دل میں ہر دم
اندوہ فراق جب کٹا ہے
نہ جس میں ہو ذکر اس کا بختا ورا
واقعی اس جہان فانی میں
دم غنیمت ہے عورت کوئی دم غافل نہ ہو

جدھر دیکھوں اُدھر بس تو ہی تو ہو
یکسو ہو دل ترا تو طے چار سو سے نفیس
ہم کسی کام میں ہوں دھیان اُدھر رہتا ہے
مکان بغیر مرمت خراب رہتا ہے
ہر دم کے ساتھ اک حرکت زیر لب رہے
وہی آٹھوں پہر کی پونجی ہے
وقت پر یاد خداوند تعالیٰ بھی کر
مسجد ہو بتکدہ ہو ویا خانقاہ ہو
وگرنہ وقت فضیلت تمام ہوتا ہے
اٹھو اب چھوڑ دو آرام بھولوں کے چھپر کھٹ کا
کیا کیا کرے گا بندے تھوڑی سی زندگی میں
تو دیکھ لو گے کہ پر اثر ہے زبان سے جو نکل رہا ہے
خالق کا کرو خیال تبکیر پڑھو
تا دم مرگ رہے یاد خدا جان کے ساتھ
کرنا پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ
کہ ہے ہر حال میں یاد خدا فرض
جو چار دن ہیں زندگی متعار کے
کب تک رہے دل سفینہ طوفانی
کرتا نہیں اللہ سے روگردانی
ترا ہی نام لیا کرتے ہیں
برسوں ترا نام جب رٹا ہے
سخن ایسا بس لب پہ لانا ہے منع
یاد حق پائدار ہے نصرت
یاد ہی میں اس کی گزرے کاش ہر دم ہر نفس

آصف
امیر
انش
احمدی
اشک
آتش
اکبر
سمعیل
افسر
امجد
انجم
بجر
بخاؤ
تراب

بشک اسی کا ہوگا یہاں خاتمہ بخیر	غافل نہ یاد حق سے جو وقت اخیر ہو	ترا ب	یاد خدا
ترا ب اس شخص کو ہم نیک خوش اوقات کہتے ہیں	خدا کی یاد میں جس کی کئے اوقات ہموارہ	"	مرکام کرنا چاہئے لے کر خدا کا نام
معتبر زندگی وہی جو ترا ب	یاد پروردگار میں گزرے	"	سب کام میں دلا ہے مقدم خدا کی یاد
اس کو جنت میں کہو سیدھا چلا جائے ترا ب	جو کوئی دنیا سے اسکی یاد میں مشغول جائے	"	دنیا میں خوش ہو سہل انوں عقبے کے مشکلات
باوجود کاروبار غفلت اس عالم کے بیچ	یاد حق کرتا رہے ذرات کوئی تب جائے	"	کرتی ہے دل سے دور ہر اک غم خدا کی یاد
ترا ب اللہ کہتے مرگیا جو	اسی نے خاتمہ بالآخر پایا	"	فعل انبیاء کا ہے ہو بہت کم خدا کی یاد
ترا ب اس کو یکدم نہ تو بھول جانا	بھروسا ہے پیری میں کیا زندگی کا	"	زنیہا پست سے ہو دست بکار اور دل ببار
ہو وہ کیونکر کوئی دم غافل ترا ب	جس کو مشق ذکر پاس انفاں ہے	"	کرتے تھے یوں رسول مکرم عام میں
خاتمہ بالآخر اگر چاہو تو یہ تدبیر ہے	آمد رفت نفس میں ذکر ہو جاری کرو	"	جو عاشقان خاص ہیں اشتغال عام میں
چاہے کچھ ہو یا نہ ہو دین و دنیا سے ترا ب	مرتے جیتے ہمدم اپنا اللہ ہی اللہ ہو	ترکی	جائے نہ ان کی یاد سے ان فرشتہ خصال ہو
پھر ہے کیا اس کو کسی خاص سے اور عام سے کام	رات دن جس کو کہ اللہ کے ہونا م سے کام	"	مقبول ہو ولی ہو فرشتہ اگر جم وجود میں
غفلت میں گرچہ عہد جوانی ہوا بسر	ترکی نہ چھوڑ پر دم پیری خدا کا شوق	جلیل	دل میں بشر کے جائے رکوع و سجود میں
ذکر حبیب سے کبھی غفلت نہ ہو جلیل	چلتا رہے یہ کام بھی جب تک زباں چلے	"	مصروف ہیں قیام و رقام خدا کی یاد
دو کام ایک دل سے خلاف اصول ہے	کیونکر بتوں کی چاہ ہو یاد خدا کے ساتھ	"	مخلوق جگہ کرتی ہے مصطفیٰ پر خاک کے
حاصل عمر ہے دم بھر ہے اگر دل کیسو	ہائے وہ دل جو تری یاد میں ذرات رہے	"	گردن جھکا رہا ہے ہونہن غم خدا کی یاد
آیا یہ لب پہ اور گیا درد دل مرا	اکسیر سے ہیں بڑھکے ترے نام کے خواں	جوی	کرتا ہے چرخ ہو ہونہن شب زندہ دار ہے
خدا کی یاد دل میں ہو تو بس ہے	سوا اسکے جو کچھ ہے وہ ہوس ہے	جوش	کرتا ہے بجی بصورت شب زندہ دار ہے
خدا یاد آگیا اسے دل ہجوم یاس و حسرت میں	نظر آیا ہمیں وحدت کا جلوہ عین کثرت میں	حیرت	اور ماہ روز نماز ہے خوش و خوش میں
دل لگا حق سے نہ ہو مائل گل و گلزار پر	دیکھتا ہے کیا تو حیرت باغ و بشاں کی طرف	"	کرتا ہے رعدا بر ہے خوش و خوش میں
خدا یا وقت پرش نام تیرا ہی رہے جاری	زباں دکھلاے مجھ کو ہمت مردانہ تربت میں	"	نالان ہے رعدا بر ہے خوش و خوش میں
گر بن پڑے تو یا حقیقی کو خوشش کرو	حیرت یہ ہیں جہان کے سب کاروبار ہیچ	"	کرتا ہے وہ بدیدہ پر غم خدا کی یاد
اب کسی شے میں نہیں راحت جاں طاقت دل	ہاں اگر ہے تو یہ تاثیر ترے نام میں ہے	حمید	
میں نے کی گلشن امکاں کی بہت سیرے دوست	پتے پتے کو ترے ذکر میں شغل دیکھا	ذاکر	
وہی لب ہیں ذاکر کہ ہے ذکر جن پر	وہی دل ہے جس میں تری جستجو ہے	راہن	
پڑتی ہے جب مصیبت اے راسخ	یاد باری زیادہ ہوتی ہے	"	
پڑھوں میں نزع میں تسبیح تیرے نام کی یارب	عدم نناؤں کے پھیر میں ہو دم شماری کا	سودا	
محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش	کھو چکا سب کچھ وہ جس نے تجھ کو پایا ہو ٹیگا	"	
اباب دین و دنیوی کب تھا خیال میں	تیرا ہی دھیان تا بدم واپس رہا	سخن	
معدوم سلسلہ ہو ہر اک رسم و راء کا	گر ورد دل ہو اسم مکرم آلہ کا	سعید	
تن میں جب تک ہے مری جان تمنا ہے یہی	ذکر میں تیرے رہوں مجھ ہمہ تن من کر	"	
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دلیں تو نہیں	کس کام کی زباں جو تری گفتگو نہیں	"	
ہے باعث نجات دو عالم خدا کی یاد	موت و حیات میں ہے مسلم خدا کی یاد	"	
بندوں پہ فرض عین ہے ہر دم خدا کی یاد	کرنا ضرور چاہئے پیہم خدا کی یاد	"	

عاشق

عالم

عزیز

علی

یاد خدا
 نام ترا دل پہ ہے کس
 غفلت میں بھی تو ہم سے بھلا یا نہیں جانا
 عاشق توں کے عشق میں کوئی بہت ہی عمر
 تھوڑی سی عمر یاد میں حق کے گزارے
 دیکھو کعبہ و کلیا یہ سب بھی ہیں معدوم
 آرمی وہ ہے کہ دل کرتا یاد ہوں میں
 خدا کی دل سے آباد ہوں میں
 کہیں کرتا گھر دل ہٹا عالم
 جب سے دنیا سے روئی ہے
 یاد پروردگار دونی ہے
 عیش میں عالم نہیں رہتا خیال
 سچ تو ہے بہت یاد خدا آتی ہے
 یہ مصیبت میں بہت یاد ہے دل میں
 زبان پہ ہے ترا نام یاد ہے حال اپنا
 جو قال اٹھ پیر ہے وہی ہے معروف
 زبان و کام اسی کام میں رہے
 ہر وقت شغل رہا تیرے نام کی رشتہ کا
 ہمیشہ شغل رہا تیرے نام کی رشتہ کا
 اے علی احمد خدا کو یاد کر دنیا کو چھوڑ
 راہ میں تو اپنے کانٹے کس لئے بونے لگا
 الہی روح جب میری نفس سے تن کے باہر ہو
 ہو تیری یاد دل میں سکون طیب زبان پہ ہو

ہیں فرط ذوق و شوق سے اشجار و جد میں
 حاصل اگر ہو چشم بصیرت نظر پڑے
 خالی نہیں ہے یاد سے کوئی غرض دلا
 دیو لعین دل میں اٹھاتا ہے وسوسے
 سیر دل کی اگر چہ ہو منظور
 نہ کر زاہد خیال حور جنت
 اللہ اللہ زبان پر ہوگا
 رابطہ سب سے چھوڑا ہے تیرے
 تیرے تجھے لازم ہے کہ رہ یاد خدا میں
 شاد رکھ دل کو یاد خالق سے
 تو ایک دم بھی نہ شغل خدا سے غافل ہو
 خدا سے نہیں جن کو سید محبت
 لو لگا اپنے خدا سے کہ ملے تجھ کو نجات
 اسکو ہی تم نہ ڈھونڈو ماویٰ ہے جو سمجھوں کا
 ہو ملائک سے فزوں کیونکہ نہ انکا مرتبہ
 رہے ورد زباں بس نام تیرا اے مرے خالق
 صدق دل سے نام رب شائق کے لب پر تھارے
 دل میں کرتا ہے اثر ذکر خدا اے برحق
 یاد میں ایزد حق کے نہ جو انساں نہ رہے
 غافل از یاد خدا جو کوئی انساں نہ رہے
 نفس گرم تیری یاد میں ہے
 دم میں جب تک دم ہے اسکا نام ہے ورد زباں
 فکر دنیا سے دنی کی تم کو طاہر اس قدر
 ذکر کرنا چاہئے دل سے مدام اللہ کا
 فی الحقیقت ہے زباں سے زیادہ پاک و صاف
 خدا کی یاد میں بے خود ہے جو شخص
 بے غرض کہنے کو بہتر ہے جہاں نہیں ہونگے پر
 گریاد ہے اس کی تو وہ ہر جا پہ ہے ہر وقت
 گریاد سے غافل نہ ہو عورت ہے ہماری
 سوائے یاد خدا کچھ نہ ذکر ہو عاشق
 تیرے ہی نام پاک سے پاکیزہ ہے زباں
 اس سے بہتر ہی نہیں کوئی عمل تسخیر کا
 جس کا دل معمور ہو ہر دم خدا کی یاد سے

کرتے ہیں جھوم جھوم کے باہم خدا کی یاد
 کرتے ہیں کوہ و کاہ و برویم خدا کی یاد
 کرتے ہیں جن۔ ملک بنی آدم خدا کی یاد
 بیٹھے ہیں بندے کرنے کو جدم خدا کی یاد
 ذکر حق سے نہ منہ پھرا ہرگز
 خدا کی یاد میں اپنا لگا دل
 دغدغہ کیا ہے حشر کا مجھ کو
 چاہئے یاد ذوالجلال سے ربط
 گو زندہ جاوید ہو لیکن ہے قضا شرط
 پھر نہ بھٹکے گا پاس رنج و ملال
 کہ دل میں نور ہو مہر نیر کی صورت
 وہی اپنی بازی کو ہارے ہوئے ہیں
 شفق اچھا نہیں دنیا میں لگتا دل کا
 ہاں تم اسی کو پوچھو ملجا ہے جو جسموں کا
 دھیان جن بندوں کو رہتا ہے خدا کی یاد کا
 جو نکلے جان شائق تن سے اور ہو وقت حلت کا
 حکم حق سے قصد جب سوئے عدم کرنے لگا
 اہل ایماں کو نہ ہو کیونکہ عبادت سے حظ
 اسے غفلت کا کسی طرح سے پایاں نہ ہے
 وہ کبھی پیش خود مندیشیاں نہ رہے
 شعلہ زن صورت شرار اپنا
 جس نے مشیت خاک سے بندہ کو انساں کر دیا
 عہد پیری میں مناسب ہے خدا کی یاد بھی
 اس نگینہ کے لئے زیبا ہے نام اللہ کا
 دل سے میں اس واسطے لیتا ہوں نام اللہ کا
 اسے کچھ فکر بیش و کم نہ ہوگا
 بے غرض وہ ہے کہ یاد خدا جو بے غرض
 گر بھول گیا چہرہ زماں میں نہ مکاں میں
 غافل ہوں تو یارب تری عظمت نہیں جاتی
 زبان چلتی ہے دل جب تک اختیار میں ہے
 تیرے ہی نام پاک سے شیریں دہن ہوا
 سچے دل سے نام لینا چاہئے اللہ کا
 اسکی آنکھوں میں سدا جلوہ ہے بیت اللہ کا

سعد
 سالک
 سراج
 سید
 شفق
 شرم
 شائق
 شہید
 لہار
 عاشق

ہے مستفید نعمت دارین سے خدا	جس بندہ کو ہے ورد خدا کے کلام کا	خدا	یاد خدا
حافظ ہے خدا مرا چپ و راس	ہر وقت ہے ورد سورہ ناس	~	~
دنیا ہے محض ہیچ ہر اک چیز خام ہے	پکی ہے تیری یاد سدا تیرا نام ہے	~	~
مصرف اک زمانہ ہے فسق و فجور میں	خاصان حق کو حق سے صدا اشتعال ہے	~	~
سر میں ترا خیال ہے دل میں ہے تیری یاد	تیرے سوا کسی کو نہیں جانتے ہیں ہم	فروع	~
نفس کا فر ہے بغل میں رام کر	یاد اے بندے خدا کا نام کر	فوق	~
خدا غفور ہے بخشے گا یاد حق کر لے	یہ عمر پھر نہیں اے قطب جا کے آنے کی	قطب	~
دنیا میں ہر طرح سے ہوں گرچہ پھنسا ہوا	لیکن میں تیری یاد نہ بھولا کسی طرح	قربان	~
ہو خاک وہ دل جو نہ کرے یاد الہی	پھنس جائے وہ طائر جو نہ لے نام خدا کا	قدر	~
بہکے نہ وقت نزع ترے نام کے لئے	گو یا زباں ملی ہے اسی کام کے لئے	ماہ	~
ملاوت بخش کام جاں ہے تو شیریں بیاں کیا	مزا لیتی ہے تیرا نام لے لے کر زباں کیا	~	~
جس میں کہ ذکر خیر ترا نام کو نہیں	کب وہ دہن ہے کام کا کبہ زباں پسند	مصطفیٰ	~
فراغت میں بتوں کی صورت دلخواہ یاد آئے	پڑے جب کچھ مصیبت تب ہمیں اللہ یاد آئے	مضطر	~
جس کے دل میں ایک تیری یاد ہے	دونوں عالم سے وہی آزاد ہے	~	~
دل وہ مانگدہ ہے جس میں نہ ہو یاد تری	گھر وہ سخا نہ ہے جس میں نہ ہو پیر چا تیرا	~	~
نفس کی آمد و شد ذکر حق سے گرنہ ہو خالی	تو بس منزل پہ پہنچا دے یہی گھوڑا سواری کا	~	~
تری ہی تھی یاد تھی خوشی جب	تری ہی ہے یاد رنج ہے اب	~	~
بھلایا میں نے نہ تجھ کو یا رب	نہ تو بھی دل سے بھلا دے مجھ کو	~	~
ہے راہ مسلوک کا نہ رہرو کوئی	کرتا ہے ہزاروں میں تک و دو کوئی	~	~
فرست ہی نہیں خدا کے بندوں کو تہر	کب حق سے لگاتا ہے بھلا کو کوئی	~	~
فرست شہوات کی ہے گندوں کے لئے	فرست ہے ہر طرح کے دھندوں کیلئے	~	~
یاں بیٹھ کے کچھ یاد خدا بھی کر لے	فرست یہ کہاں خدا کے بندوں کیلئے	~	~
مٹا ہے کمانے اور کھانے کو وقت	مٹا ہے تفرج کا زمانہ کو وقت	~	~
اللہ سے تہر کو لگانے کے لئے	مٹا ہے مگر کسی یگانے کو وقت	~	~
اسے تہر بہت گزر چکی عمر رواں	تھوڑی سی رہی اسکو بھی گزراں ناداں	~	~
جو دم جاتا ہے پھر نہیں آتا ہے	کر لو یاد خدا کہ پھر وقت کہاں	~	~
ہے بند علائق نے کیسے فرصت دی	فرست نہ ملی اور ملے گی نہ کبھی	~	~
جس طرح سے ہو یاد خدا بھی کر لے	اسے تہر خبر نہیں کسی کو کل کی	~	~
تبلیغ میں مصروف ہیں مرغان سحر	اور وجد میں جھومتے ہیں جنگل کے شجر	~	~
ہے صبح کا وقت یاد حق کر اے تہر	کیا اینڈ رہا ہے تو پڑا بستر پر	~	~
اے تہر خدا نے تجھے انسان کیا	رحمت سے ہر اک طرح کا سامان دیا	~	~
افسوس صد افسوس کہ تو نے نہ کبھی	بھولے سے خدا کا نام نادان لیا	~	~
اچھی وہ زباں ہے جو کرے ذکر خدا	اچھا وہ کان جو سنے ذکر خدا	~	~

یاد رفتگان
یاران گزشتہ کی کہانی رہی جرات
ساتھ اپنے جو کھاتے تھے انھیں خاک کے کیا
ہم اس طرح رہے یاران رفتگان سے دور
غریب جوں کوئی رہ جائے کاررواں سے دور
یاران رفتہ بات کا دیتے نہیں جواب
کیا کہد یا قضا نے کہ خاموش ہو گئے
غیر یاران رفتہ کی نہیں معلوم ہوتی ہے
ارادہ ہے کہ بھیجوں قاصد عمر گزریاں کو
ہیں تو بیستی ہے جیتے جا اے گزشتہ دور
نجانے کیا گزرتی ہوگی مردوں پرزاروں میں
آہ وہ وہ لوگ جو دیتے تھے خبریں غیب کی
دُھندل تھے پھرتے ہیں انکو لوگ وہ کیا ہو گئے
تغیر چھوٹے ہوئے دوست یاد آتے ہیں
عدم کو جانے کی کس طرح آرزو نہ کریں
دنیا میں آسمان نہیں ہے یار میں نہیں
جو چلی ہے انھیں کا پیہب نہیں
نہ پھر ملک عدم سے کوئی یار اے
جانا ہے ان کی خبر لینے کو ناچار مجھے
پہننے ہوئے ہیں وہاں جا کے غنیمتیں
ہماری کچھ نہیں یاران رفتگان کو خبر
کہوئے

جرات
جلیں
جیت
دور
سویہ
سود
غمت

اے ولی از بسکہ اسکی یاد میں ہے محو دل
دو جگ ہوئے ہیں دل سوں فراموش اے ولی
نہیں منصب و جاگیر ہے نہیں زور و طیفہ
یاد سے دل ہے شاد جاں محفوظ
بھروسہ کچھ نہیں دنیا میں دم کی آمد و شد کا
سونے میں ورد نام ترا عمر بھر رہا
چھوڑو بتوں کا ذکر کرو یاد حق کی ہوش
خدا کا نام ہر ہر کی زباں پر کب ہو غافل
چاہئے جو دم کہ نکلے گزرے یاد یار میں
کچھ کرو یاد الہی ہم دم
ہمیشہ دل میں مرے اپنی یاد رکھ یارب
رہ تو یاد یار میں غافل نہیں اسمیں زباں
یاد میں اللہ کی رہ تا بن آئے تجھ سے سب
دل سب طرف سے پھیر کے رکھے خدا کی یاد
لو میں رہ اسکی کرتا ہو دل کو غافل روشنی
یوں نہ رہ غفلت میں ہم دم نام اسکا ورد رکھ
بھولا ہر چند تو کیوں یاد الہی دل سے

یاد رفتگان

چل بے جو کہ تھے جانے والے
یاران گزشتہ کا پتا ہی نہیں ملتا
کیا کیا حبیب راہی ملک عدم ہوئے
تامل سے جو دیکھا برگہائے غنچہ دل کو
لے دور فلک جینے کا مجھے اب لطف نہ رہا
یاران بزم دہر میں کیا کیا تپاک تھا
ہم بعد رفتگان کے چلے یوں جہان سے
اے ہمر ہو کدھر کو گئے آہ تم بغیر
بتائیں کیا نہ پوچھو ہمنشین کھوئے ہوئے کیوں ہیں
وائے حسرت تراث بار دگر
ہم سے پیچھے جو یہاں آئے تھے وہ آگے گئے
اہل حق اگلے زمانہ میں ہزاروں تھے تراث
جو یا پڑا ہے قبر میں تو کس کے واسطے

غیر کے خطرے سے نس دن ہے فراموشی مجھے
رکھتے ہیں جب سوں یاد سرنگ کی من میں ہم
ہر روز ترا نام و طیفہ ہے ولی کوٹ
ذکر سے ہے ترے زباں محفوظ
یہ چند انفاس اے دل یاد خالق میں بسر کرد
غفلت میں بھی نہ تجھ سے کبھی بے خبر رہا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا
یہ کچھ ایسا نہیں ہے کام مشکل نہیں ہوتا
دیکھ غفلت سے نکلائے نہ ہم دم دم کہیں
ضائع کرتے ہو تم اوقات عبث
ترے ہی نام کا بس نقش اس نگیں پہ رہے
عمر اپنی راہیں غفلت میں کھونا فائدہ
جب پڑے اکیر میں مس تب کہیں ہزار بنے
منکا تو دل کا پھیر لے دانا ادھر ادھر
جان کے مانند ہے فانوس کے تن میں چراغ
چلتے پھرتے بیٹھتے اور اٹھتے سوتے جاگتے
کیا ہے بہر عبادت تجھے انساں پیدا

اب نہیں پھر کے وہ آنے والے
گم ہو گیا یہ قافلہ منزل سے نکل کر
کا شانہ عدم میں ہوئی انجمن درست
نظر میں پھر گئیں سب صحبتیں یاران یکدل کی
جب ہم نفس اپنے اٹھ گئے سب جینے کا مزا باقی نہ رہا
لیکن جب اٹھ گئے تو نہ بار دگر لے
جس طرح ساتھیوں سے مسافر چھٹا ہوا
نالوں ہیں جس کاررواں سے ہم
وہ پچھلی صحبتیں اگلا زمانہ یاد کرتے ہیں
پھر نہ آئے جو کوئی یاں سے گئے
رہ گئے یاں سب سے پیچھے ہائے مہاجروم
اس زمانہ میں خدا والے نہایت کم ہیں
سب قافلے روانہ ملک عدم ہوئے

<p>یاد رفتگان ان کے لائف کی سوانح ہے نہایت دلنشین بعض نے لکھا ہے خود اور بعض کا اور نے حال مصلح قوم اور جنرل اور مدبر اور حکیم ابن تصنیف اہل ایجاد اہل حال اور اہل حال ہیں نظر میں میری ان کے واقعات زندگی اور رہ رہ کر طبیعت میں ہے آتا یہ خیال کاش میری زندگی بھی یوں ہی صرف تحصیل کمال میری بہت بھی ہو یوں ہی صرف تحصیل کمال جید تھا محض اتفاقی نہ رہا مغل نہ رہی وہ اور ساقی نہ رہا بزم دنیا سے اٹھ گئے یوں احباب دنیا میں نشان پا بھی باقی نہ رہا وہ ہمنشین کہاں آیا اور یہاں کہاں وہ بھگ منزل کو وہ سدھارے اور تکتے رہ گئے اب ان کے نام ہیں اور یہاں اپنے دست نام آہ آنکھ دھیان میں اب بپنی ہیں کہیں بزم یاد آنکی غول کے آنسو جھک کر لاری ہے رہ رہ کے میرے دل پہ بجی گرا رہی ہے آنکھوں میں میری اب تک نظر خود ہی چھپا دکھلا دے اسے ماری مجھ کو وہی تراش اگلا ورق</p>	<p>سوز شہید شرم شائق ظفر عزیز عاشق قدر قائم ماہ ممنون محب مصحفی مہر</p> <p>واہ ملتے ہی نہیں دشت کے آواروں کو سرخانے انکے بہت میں بیٹھا بہت میں انکو پکار آیا جائے فریاد ہے یاران کہن کا مذکور ایسے گئے زمیں پہ کسی کا پتا نہیں عبث ہے ڈھونڈنا انکو نہ پائنگناں بھول ہمنشین ارباب عالم کی یہ صحبت دیکھ کر بھیجا نہیں کسی نے بھی لکھ کر عدم سے خط باقی ہے نشان کس کا ہم کس کا نشان ٹھونڈ ہیں رہتے ہیں کس حال میں ملک عدم کے آدمی حنایات والے مدارات والے جو ڈھونڈھے تو کہیں انکے نشان پائے نہیں جلتے ہے اس میں تمھاری ہی بھلائی صاحب لو سر پہ نہ ناحق کے گنہ بھی صاحب دیکھ کر کون سواد عدم آباد آیا ہو گئے اگلے زمانہ میں سخنداں کیسے کیا کیا نہ ہوئے اپنے عزیز و رفقا خاک آگے بڑھے وہ قافلہ سالار کی طرح یہ اپنے سامنے رکھا ہے جام جم خیالوں کا ہوں گرد کاررواں سے بس اب کاررواں خواب اے ہمران پیش قدم تم کدھر گئے دیکھتے نظروں کے اپنی اک خدائی کیا ہوئی اے ماہ اٹھے اہل کمالات جہاں سے یہ دل اور اس قدر صدمہ بھلا کس کس کا غم کیجے حوصلہ ہی اب نہیں ان کو نئی ایجاد کا کس طرح ہم ان قافلہ والوں کو پکاریں یہ نہیں معلوم وہ کیا ہو گئے قافلہ یاروں کا سفر کر گیا معلوم بھی ہوا نہ کدھر کاررواں گئے منزل پہ میرے ماتھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں تھا جن سے لطف زیست وہ بسیار مر گئے بن بنکے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں کیا چپ پڑے ہیں مجلس ماتم کی سیر کر یا کہ جن کی زندگانی تھی نمونہ اور مثال</p>	<p>کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوے یاروں کو رفیق خواب عدم سے چونکے نہ ایسے مدھوش ہو رہے ہیں حسرت آباد جہاں صورت حیرت ہے شہید یاران رفتگان کا پتہ کس سے پوچھئے سدھارے جو عدم کو نام اپنا چھوڑ کر شائق صحبت ایام گزشتہ کی مجھے آتی ہے یاد یاران رفتگان کا کھلے حال کس طرح جو پہلے تھے یار اپنے اب انکو کہاں ڈھونڈ ہیں جو گیا پھر نہ آیا آہ کس سے پوچھئے کہاں ہیں وہ اگلی ملاقات والے گئے یارب وہ لوگ اگلے کہاں پائے نہیں جاتے لو نام گزشتگان بہ نیکی صاحب ہر نیک و بد خلق کا مالک ہے خدا پوچھئے کس سے کہ یاران گزشتہ ہے کہاں ناز کیا کرتے ہو بکواس پہ اپنے عاشق کیونکر نہ جلاتا ہیں داغ غم احباب اچھے جو تھے وہ پہلے ہی دنیا سے چل بسے ہماری آنکھ میں ہیں صورتیں یاران رفتہ کی چھایا ہے دل پہ رنج و غبار گزشتگان بھٹکا ہوں پہروں یاں میں اکیلا ہزار سست روئے اس ٹکدہ میں آج کس کس کو یہاں نے آتش مغفور ہیں نے حضرت ناسخ بھری آتی ہے چھاتی یاد میں یاران رفتہ کی اٹھ گئے موجد رہے باقی لکھروں کے فقیر یاران عدم سنتے نہیں بات کسی کی مجلس ہستی میں جو آئے تھے یار موتے ہی ہم رہ گئے افسوس ہائے یاران رفتہ ہم سے منہ اپنا چھپا گئے روتا پھروں نہ کیونکر میں قافلہ میں ہر سو اب جیکے کیا کروں گا میں تنہا کہ مصحفی کیا مصحفی میں روؤں یاروں کی صحبتوں کو آسودگان خاک کے عالم کی سیر کر برگزیدہ دہر میں جو جو ہوئے اہل کمال</p>
--	---	---

مسلم	دکھلا دے اے مصور تو مجھ کو پھر وہ نقشا	اگلا ورق الٹ دے اک بار پھر زمانہ
..	اور جن کا چلنا پھرنا آنکھوں میں پھر رہا ہے	وہ صورتیں دکھا دے دل جو ڈھونڈتا ہے
..	گم کردہ کاررواں ہوں منزل کی رہ لگا دے	اے موت مجھ کو بچھڑے یاروں سے تو ملا دے
..	بستے ہیں کس نگر میں وہ ہم صغیر کچھ کہہ	اے خضر رہ بتا دے اے دستگیر کچھ کہہ
نظر	اٹھ گئے دنیا سے کتنے ہی رفیق و دوست دار	صحبت یاران ہمدم ہو گئی خواب و خیال
نظم	نشان نقش قدم خاک رفتگاں میں نہیں	جو چل بے کہیں اٹکا پتہ نہیں ملتا
..	میں اب غبار سر رگزر سے پوچھتا ہوں	ملا نہ نقش قدم سے تو رہروؤں کا پتہ
نصیر	حیراں ہے چشم نقش قدم انتظار میں	ہرگز مراجعت نہ عدم رفتگاں نے کی
..	نقش پائے رفتگاں کا کیا کوئی پائے کہیں	ہاتھ دھو بیٹھے نہ جب تک ندگی سے تبت تک
..	یاں سے گیا ہے آہ جو جا کر نہیں پھرا	کیا جانے کیا عدم میں تماشا ہے جو وہاں
..	مرغان ہم آواز تم آواز سنا دو	مدت ہوئی میں کنج قفس میں ہوں تڑپتا
..	طے شاید سراغ نقش پائے رفتگاں آگے	نصیر اس رگزر میں جستجو کہ بیٹھے مت تھک کر
..	یاران رفتگان کی نہیں کچھ خبر مجھے	کیا جانے اب کدھر وہ گئے حیف اے نصیر
..	ملک عدم کی راہ میں سارے بچھڑ گئے	یاران رفتگاں کی خبر پوچھ مت نصیر
نواب	دے رنج او آسماں کیسے کیسے	مرے اٹھ گئے مہرباں کیسے کیسے
..	ڈھونڈھتی رہتی ہیں ہر دم مری ہر سو آنکھیں	جن میں آنکھوں میں مروت تھی کہاں ہیں وہ لوگ
وقار	چلے گئے وہ مجھے چھوڑ کر کہاں تنہا	کھلا نہ خاک نہ کچھ احوال رفتگان عدم
ہمد	رت پھر گئی ہوا پھری موسم پلٹ گیا	یاران رفتہ پھر نہ پھرے گرچہ ہمدم آہ
..	جو ہم ہیں بیٹھے سو اکدن ہمیں بھی جانا ہے	جہاں سے اٹھ گیا کیا یار و آشنا ہمدم
..	آہ ان کے پاس سے کوئی ادھر آتا نہیں	کس طرح ہمدم طے یاران رفتہ کی خبر
..	نہیں ملتی خبر کچھ ہو گیا کیا آہ یاروں کو	گئے میر عدم کو جو نہ آئے پھر کے ہستی میں
..	یاروں کا کوچ ہووے اور اپنا مقام ہو	چل دیجے یاں سے آپ بھی ہمدم یہ کیا ہے لطف
..	گزشتوں کا نہیں ہمدم سراغ مجلس میں	جہاں میں جائے انھوں کی ہے اب تلک خالی
..	یار جو آئے تھے سو چل نکلے	چل ہی دیکھے اب آپ بھی ہمدم
غریب	رہ گیا میں کف افسوس کے ملنے کے لئے	اٹھ گئے سیکڑوں اس بزم جہاں سے احباب

متر

صحّت نامہ کتاب ہذا

صفحہ	متن	حاشیہ	غلط	صحیح	صفحہ	متن	حاشیہ	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۱	۱۰	۰	ناظر طفلی	منظور محتاجی	۶۸	۱۸	۰	ناظر طفلی	حال طفلی
۱	۰	۱۶	یا قافلہ دران قافلہ	ہے نہ طبعیات	۷۲	۰	۱۳	یا قافلہ دران قافلہ	یا قافلہ در قافلہ ان
۲	۲	۰	سولہ ہے	ہو	۷۸	۲۳	۰	سولہ ہے	سوا ہے
۲	۰	۱۵	بخیلوں کا	مصیبت کبھی	۰	۲۶	۰	بخیلوں کا	بخیلوں کے
۱۶	۵	۰	رہتی ہے سب	تو ہی موجد	۸۹	۹	۰	رہتی ہے سب	رہتی ہے سب
۰	۲۲	۰	صورت ارشیا	ہر سو میں	۱۰۳	۷	۰	صورت ارشیا	صورت اشیا
۰	۲۵	۰	الہی اس میں جہاں	قمر کو مالہ	۱۰۶	۲۵	۰	الہی اس میں جہاں	الہی اس جہاں
۰	۲۸	۰	قوسی	اور کی	۱۱۱	۹	۰	قوسی	قوی
۱۰	۳۳	۰	مس ہے	نہا ہے کبریائی	۰	۰	۲۰	مس ہے	مثل ہے
۲۰	۲۳	۰	پند و نصیحت	کیونکہ بحر	۱۱۲	۰	۱	پند و نصیحت	پند و نصیحت
۰	۰	۱۸	جھوٹے بہانے	ایک نگار	۰	۰	۱۲	جھوٹے بہانے	نہ جھوٹے بہانے
۲۲	۱	۰	کڑی منزل ہے	مکان میں	۱۱۴	۱۳	۰	کڑی منزل ہے	کڑی منزل ہے
۰	۷	۰	مضربو	روشن ماہ ہے	۱۱۵	۱۱	۰	مضربو	مضربو
۲۳	۹	۰	زبان کو ہے	جھکتی ہے یہ ہے	۱۱۷	۴	۰	زبان کو ہے	زبان کو ہے
۰	۲۳	۰	کش سے جوانی	ہم ہیں	۱۱۸	۱۷	۰	کش سے جوانی	کش سے جوانی
۲۵	۲۱	۰	بس اب اٹھو	تحت اثر تے ملک	۰	۰	۱۶	بس اب اٹھو	بس اب اٹھو
۳۲	۰	۱	کرتا ہے	اعلیٰ براسفلون کو ہے	۱۲۰	۱۶	۰	کرتا ہے	کرتا ہے
۳۶	۲۳	۰	اب کہ	اُن کی خوشامد	۰	۰	۰	اب کہ	اب کہ
۳۹	۲۵	۰	وہ گیا شباب	نہ درمان ملک	۱۲۱	۰	۱۶	وہ گیا شباب	وہ گیا شباب
۴۰	۵	۰	آب و آتش سے ہے	کروں گانہ میں التجب	۱۲۲	۱۸	۰	آب و آتش سے ہے	آب و آتش سے ہے
۴۰	۱۲	۰	ہم جانیں گے	زمزمہ الامان	۱۲۳	۰	۱۱	ہم جانیں گے	ہم جانیں گے
۴۲	۰	۱	خلاق سے جدا	افسردہ دلی	۱۲۵	۰	۰	خلاق سے جدا	خلاق سے جدا
۰	۶	۰	نہ پھلے گا	نصیب وہ ہے	۰	۲۲	۰	نہ پھلے گا	نہ پھلے گا
۰	۷	۰	زندگانی پر	یالا	۱۲۶	۰	۳	زندگانی پر	زندگانی پر
۰	۷	۰	قصہ ہے	دیکھیں سحر کی شب	۱۲۷	۲	۰	قصہ ہے	قصہ ہے
۴۳	۳۲	۰	روکے دریا	نشود نما سے	۱۲۸	۲۰	۰	روکے دریا	روکے دریا
۴۴	۳۰	۰	رخنہ دیوار	خرد نیک	۱۷۰	۷	۰	رخنہ دیوار	رخنہ دیوار
۴۷	۰	۷	سمجھو اے ساتی	سماوارض	۱۷۳	۲۲	۰	سمجھو اے ساتی	سمجھو اے ساتی
۰	۱۹	۰	باج	ذوالمنن	۱۸۰	۱۰	۰	باج	باج
۵۳	۰	۷	اہل عالم لے	جلوہ گر	۱۸۳	۰	۶	اہل عالم لے	اہل عالم سے

۱۸۶	۰	۱۸	الارض	دلاوضع	۲۸۳	۲۹	خدا یاد میں	خدا کی یاد میں
۱۸۷	۱۵	۰	دارشد	دارشد	۲۸۳	۱۹	نہ گزار	نہ گزرا
۱۸۸	۲۶	۰	چلے ہیں چال	چلتے ہیں چال	۲۸۵	۱۴	زندگانی کا	زندگی کا
۱۸۹	۷	۰	بدتر باہین یہ	بدتر ہیں یہ	۲۸۶	۲۸	دنیا کا نظر بھر کے	دنیا کا نظر بھر کے
۱۸۹	۰	۱۸	سفر ہو جائے گا	سفر ہو جائے گا	۳۲	۰	یہ جو دم کی	یہ جو دم کی
۱۹۰	۱۷	۰	ہے بڑا	ہے بڑا	۲۸۷	۱۰	جناب کی صورت	جناب کی صورت
۱۹۱	۲۳	۰	منہ میں دو دوزبانیں	منہ میں ہیں دو زبانیں	۲۲	۰	آدمی اس سے	آدمی غم سے
۱۹۲	۰	۲۰	خفا تر ہے	خفا ہوتا ہے	۲۴	۰	اس بنا سے ہستی	اس بنا سے ہستی
۱۹۳	۱۲	۰	تو غافل	تو غافل	۰	۰	جو کی طرح جلکر	جو کی طرح جلکر
۱۹۴	۱۵	۰	ریگ صحرا	ریگ صحرا کو	۱۸	۰	میں جیتا ہوں	جیتا ہوں
۱۹۵	۲۵	۰	دیکھو دنیا کی	دیکھ دنیا کی	۲۸۸	۴	گور ہستی ہے	گور ہستی ہے
۱۹۶	۱	۰	فکرات	فکرات	۲۲	۰	یہ نمائش شراب	یہ نمائش شراب
۱۹۷	۲	۰	دار اور	دار اور	۲۷	۰	اپنی ہستی	اپنی ہستی
۱۹۸	۲۷	۰	دونے کی	دونے کی	۳۲	۰	اعتبار ہے کیا	اعتبار کیا
۱۹۹	۲۵	۰	چین لے کس کو	چین دے کس کو	۲۹	۰	یہ مشکل	یہ مشکل
۲۰۰	۹	۰	جو دنیا ہے	جو دنیا سے	۲۹۲	۴	مردہ ہے	مردہ ہے
۲۰۱	۳	۰	جانب ہے یوں	جانب سے یوں	۲۹۵	۳۳	اس کچھ نفع	اس کچھ نفع
۲۰۲	۳۲	۰	واشہر ہوئی	واشد ہوئی	۲۹۶	۱۹	جوں میاں	جوں میاں
۲۰۳	۳۰	۰	سکر و شکوہ ہے مو	شکر و شکوہ ہے سو	۲۹۸	۱۲	وقت قدرت نے	وقت قدرت نے
۲۰۴	۴	۰	طلہ در حیل	طلہ در حیل	۰	۰	کوشش غرض	کوشش غرض
۲۰۵	۴	۰	پیوند ہوا تو یہ ہے	پیوند ہو تو یہ ہے	۳۰۰	۱۰	انجام میں	انجام کا
۲۰۶	۴	۰	جن کو	جن کی	۳۰۱	۴	مفت خوروں کی	مفت خور کی
۲۰۷	۳۲	۰	اصل کا سامان	اصل کا سامان	۰	۲۱	کہنے و تو	کہنا ہو تو
۲۰۸	۱۱	۰	گہے غم کا ہے	گہے غم کا ہے	۳۰۳	۱۶	زبانوں کی	زبانوں کی
۲۰۹	۲	۰	داغ دل میں ہے	داغ دل میں ہے	۰	۲۶	نفس دشمن	نفس کی دشمن
۲۱۰	۱۲	۰	مریدی اہل کسب	مریدی اہل کسب	۰	۳۲	پہلے یسا کو	پہلے حیا کو
۲۱۱	۹	۰	خدا را اُن سے خدا	خدا را اُن سے خدا	۳۰۴	۲۱	رہتی ہے نہ آبرو	رہتی نہ آبرو ہے
۲۱۲	۱۲	۰	عالم یہ	عالم یہ	۰	۳۰	یونہی اسے دمام	یونہی اسے دمام
۲۱۳	۸	۰	ہو عیش میں	ہو عیش میں	۳۰۶	۱۲	راستہ ہوتا نہیں	راستہ ہوتا نہیں
۲۱۴	۲۰	۰	ہوتا ہے یا برا ہوتا ہے	ہوتا ہے یا برا ہوتا ہے	۰	۱۴	بلائیں	بلائیں
۲۱۵	۱۳	۰	رزاق مجھے	رزاق مجھے	۰	۱۴	زماں نہیں	زباں نہیں
۲۱۶	۶	۰	جہان سے	یہاں سے	۰	۲۰	اکٹی زمانہ الٹا	اکٹی زمانہ الٹا
۲۱۷	۱۷	۰	راز ازل	روز ازل	۳۰۷	۳	دولت دنیا	دولت دنیا
۲۱۸	۹	۰	رازق نان صبح	رازق نان صبح	۰	۱۲	جو تھا آشنا	جو تھا آشنا
۲۱۹	۲۳	۰	کٹ جاتی ہے	کٹ جاتی ہے	۰	۲۵	وہ ہم سے رسیدہ ہے	وہ ہم سے رسیدہ ہے
۲۲۰	۳۲	۰	ہاتھ پاؤں	ہاتھ پاؤں	۰	۲۹	گلشن کو اتم سام کیا	گلشن کو اتم سام کیا
۲۲۱	۲۲	۰	ہو وہ	ہو وہ	۳۰۸	۳۲	اس چمن میں رنگ	اس چمن میں رنگ

آئینہ کی باعث	آئینہ سہی باعث	۲	۳۲۱	گردہ ناں کہ دوتا	گردہ ناں کہ دوتا	۳۳	۳۰۷
کدورت وہن نہ کیوں	کدورت نہ کیوں	۱۶	۳۲۲	اس زمانے میں	ایسا زمانے میں	۱۱	۳۰۸
چور شمع طور کا	چور شمع طور کا	۰	۳۲۳	نظر آتا ہے کسے	نظر آتا ہے کسے	۱۹	۳۰۹
خبر مجھے	خبر مجھے	۰	۳۲۴	اس زمانے میں ہے عنقا	اس زمانے میں ہے عنقا	۰	۳۱۰
خونخوار ہوں کو صفائی	خونخوار ہوں کو صفائی	۱۷	۳۲۵	بوئے وفادارنگ	بوئے وفادارنگ	۲۷	۳۱۱
گہر بھی خنجر	گہر بھی خنجر	۱۹	۳۲۶	گلہ نہ کیجئے	گلہ نہ کیجئے	۲۲	۳۱۲
ان سے محروم	ان سے محروم	۲۲	۳۲۷	مقلون ہے	مقلون ہے	۱۹	۳۱۳
جو بدشمار ہیں	جو بدشمار ہیں	۳	۳۲۸	دکھاتا ہے	دکھاتا ہے	۲۰	۳۱۴
طمع کا مضبوط	طمع کا مضبوط	۹	۳۲۹	صبر کی تلخی کی	صبر کی تلخی کی	۳۱	۳۱۵
تحت الثری	تحت الثری	۱۰	۳۳۰	چاہے اگر اہل	چاہے اگر اہل	۳۱	۳۱۶
مطلب ہے	مطلب ہے	۲۲	۳۳۱	تمنیشنی اعلیٰ	تمنیشنی سے اعلیٰ	۳	۳۱۷
شیشہ لبریز	شیشہ کا لبریز	۱۷	۳۳۲	رکھو کام	رکھو کام	۱۶	۳۱۸
جو حال ہے	جو حال سے	۱۳	۳۳۳	محتاج کو فیاض	فیاض کو محتاج	۳	۳۱۹
جب طمع	جب طمع	۱۰	۳۳۴	دیندار سے	دینہ سے	۵	۳۲۰
جرم ہے	جرم ہے	۱۲	۳۳۵	کہہ بیجا صل نہیں	کہہ نہیں	۲	۳۲۱
دل پہچانہ کوئی	دل پہچانہ کوئی	۱۶	۳۳۶	اے یار تو	اے یار تو	۲۵	۳۲۲
ربط پیکان	ربط پیکان	۰	۳۳۷	نہ غافل ہو	نہ غافل ہو	۱۲	۳۲۳
صید خوش	صید خوش	۲۰	۳۳۸	یہ دنیا کا میلہ	یہ دنیا کا میلہ	۱۸	۳۲۴
ناتوانوں کا	ناتوانوں	۱۷	۳۳۹	دشمن کی صحبت میں	دشمن کی صحبت میں	۱۹	۳۲۵
کہ مکافات	کہ مکافات	۱۰	۳۴۰	روشن دل	روشن دل	۲۲	۳۲۶
بے جرم و خطا	بے جرم و خطا	۰	۳۴۱	جہانیاں سے	جہانیاں سے	۰	۳۲۷
نہ زہار توڑے	نہ زہار توڑے	۰	۳۴۲	کمان کو	کمان کو	۲	۳۲۸
ظلم پیری میں	ظلم پیری میں	۱۱	۳۴۳	محراب	محراب	۱۹	۳۲۹
کرے ملتیں	کرے ملتیں	۳۱	۳۴۴	کب سے ہے	کب سے ہے	۲۷	۳۳۰
نخل باردار کی شاخ	نخل باردار کی شاخ	۲۰	۳۴۵	اٹکا جھاڑ کب	اٹکا جھاڑ کب	۱۰	۳۳۱
ادبے جزا کی	ادبے جزا کی	۰	۳۴۶	ہرگز دید کے	ہرگز دید کے	۱۱	۳۳۲
کر عبادت میں بسر	کر عبادت میں بسر	۳	۳۴۷	منہ یہ کہتا ہے	منہ یہ کہتا ہے	۱۸	۳۳۳
رکھ بالائے	رکھ بالائے	۳	۳۴۸	عرض	عرض	۳۰	۳۳۴
واہ صبر	واہ صبر	۱۵	۳۴۹	مشکوہ کا	مشکوہ کا	۳۳	۳۳۵
نعت نہیں	نعت نہیں	۲۲	۳۵۰	اس کا نور ہے	اس کا نور ہے	۲	۳۳۶
دن برات دسو سے	دن برات دسو سے	۳۱	۳۵۱	میرے لئے بھی غبار	میرے لئے بھی غبار	۱۳	۳۳۷
اس کو خدا کے لئے	اس کو خدا کے لئے	۳۲	۳۵۲	بنا کر آدمی	بنا کر آدمی	۲۱	۳۳۸
ہے شرف کیا	ہے شرف کیا	۲	۳۵۳	قلب تو خود بینی	قلب تو خود بینی	۳۰	۳۳۹
ہو تو سجود ہے	ہو تو سجود ہے	۶	۳۵۴	عمر بھر دھلایا	عمر بھر دھلایا	۳۱	۳۴۰
ہے واجب الوجود	ہے واجب الوجود	۱۳	۳۵۵	اے سراج	ای سراج	۳	۳۴۱
کام دیں گے قبر تک	کام دیں گے قبر تک	۱۵	۳۵۶	کدورت	کدورت	۷	۳۴۲
فکر بیش و کم	فکر بیش و کم	۱۶	۳۵۷	سایا ہے	سایا ہے	۳	۳۴۳

۳۳۶	۲	۰	کی حسن عمل	۳۵۶	۷	۰	مثل صبار سیدہ ہے	مثل صبار میدہ ہے
۰	۲	۰	لندگی دائمی	۳۶۰	۱۱	۰	روز قی نشین	روز قی نشین
۰	۷	۰	رفت عزیز	۰	۳۰	۰	بہ مشکل گرد	بہ مشکل گرد
۰	۲۰	۰	سستی ہے جو کہ	۳۶۱	۱۷	۰	تو کی جس سے	تو نے کی جس سے
۲	۰	۰	ایک سونہ ہے	۰	۲۵	۰	دنیا میں اے رو کے	دنیا میں اے رو کے
۰	۲۵	۰	کا اب مجھ	۰	۲۸	۰	ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار	ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار
۰	۳۰	۰	عبرت سے دنیا	۳۶۲	۶	۰	کہ جیسے گوند گئی	کہ جیسے گوند گئی
۰	۸	۳۳۹	قیصر و مغفور کے	۳۶۳	۱۵	۰	عمر سب کھوئی یوں نہیں	عمر سب کھوئی یوں نہیں
۰	۱۶	۰	لے گئی کیمینوں کو	۰	۱۱	۰	رو کے کوئی	رو کے کوئی
۰	۳۱	۰	مقبر سے	۳۶۵	۹	۰	عجبت ہوتے ناداں	عجبت ہوتے میں ناداں
۰	۱۱	۳۴۰	جیتے سب شان بھی	۰	۵	۰	اپنے دم نہ رکھ	اپنے دم کا نہ رکھ
۰	۲۸	۰	غیرت ستا باں	۳۶۶	۲۹	۰	ستاتا ہے	ستاتا ہے
۵	۰	۰	ادا پر چن نثار	۳۶۹	۹	۰	منہ چھپانا	منہ چھپانا
۱۱	۰	۰	دم پھر مثل	۳۷۰	۱۷	۰	ہیں ہم تم سے دور	ہیں ہم تم سے دور
۱۲	۰	۰	جس چن شور	۳۷۱	۲	۰	کہ سبز گلستان	کہ سبز بلغ گلستان
۰	۱۷	۳۴۱	اس پہ ہوں	۰	۵	۰	ادھر آئی ادھر	ادھر آئی ادھر
۰	۷	۳۴۲	غول سے ہر طاق	۰	۱۰	۰	تو ام زبک	تو ام زبک
۰	۱۰	۰	نظر عبرت نے	۳۷۳	۲	۰	نہ اس کا	نہ اس کا
۰	۱۹	۰	اُن کے شان	۰	۵	۰	دست نہر میں	دست نہر میں
۰	۲۲	۰	ہر گام پر	۰	۲۹	۰	نہر نے رنگ	نہر نے رنگ
۰	۲۵	۰	نہ نفرت باقی	۳۷۴	۶	۰	کہتا ہو	کہتا ہو
۰	۲۸	۰	سو تے ہیں وہ گور	۳۷۵	۱	۰	نعمت اپنے واسطے	نعمت ہے اپنے واسطے
۰	۲۹	۰	گاب بکھیرا	۰	۳	۰	ہنر دیکھ چلے	ہنر دیکھ چلے
۲	۰	۰	بے نشانی نے نہ رکھا	۰	۸	۰	اہل نہر میں جتنے	اہل نہر میں جتنے
۰	۱۱	۳۴۳	اے اشک	۳۷۷	۱۱	۰	بار و خود ہیں کا	بار و خود ہیں کا
۰	۱۷	۳۴۵	ہے طوفان	۰	۲۵	۰	اتنا ہوا ہے کبر	اتنا ہوا ہے کبر
۰	۳۲	۳۴۷	مبانی ج	۰	۳۲	۰	جو نفرت نہ ہو	جو نفرت نہ ہو
۰	۲۹	۳۴۹	لو تم کوئی	۰	۲۲	۳۷۸	اٹھا دیتا ہے	اٹھا دیتا ہے
۰	۳۱	۰	کے سکندر	۰	۳۱	۰	نود و لتوں مغرور	نود و لتوں مغرور
۰	۲۲	۳۵۱	کیوں پھرے	۰	۱۸	۳۸۰	دنیا کے اختتام پر	دنیا کے اختتام پر
۰	۳۱	۳۵۲	کچھ ہو تو	۰	۲۸	۰	جلاؤ کا رتبہ	جلاؤ کا رتبہ
۰	۳۱	۰	ہستی تو	۰	۹	۳۸۱	اکڑے نہ اس قدر	اکڑے نہ اس قدر
۰	۲	۳۵۴	قاشا گاہ	۰	۱۱	۳۸۲	یہ اہل کبر لئے	یہ اہل کبر لئے
۰	۲۹	۰	آئے دور سے	۰	۳	۳۸۶	کوئی بیکیسی کی	کوئی بیکیسی کی
۰	۲	۳۵۵	سعدی وہ عرفی	۰	۵	۰	قدرت سے	قدرت سے
۰	۱۶	۰	بھول جاؤ	۰	۲۳	۰	ایسے غربت زدہ	ایسے غربت زدہ
۰	۱۷	۰	کیا چڑھ گئی ہو	۰	۱۵	۰	جائے بھولے وطن	جائے بھولے سے وطن

رحمت یہ خدا کی	رحمت یہ خدا کی	۴	۴۰۷	ہے علم مثل	ہے علم مثل	۲	۳۸۷
رنہراں	رنہراں	۱۶	۴۰۸	کام وہ کر کے رہے	کام وہ کر کے رہے	۱۲	۳۸۸
اگر سا یہ جہاں	اگر سا یہ جہاں	۳۰	۴۰۹	توبہ کرنی ہے	توبہ کرتی ہے	۱۱	۳۸۹
جو جنت پر	جو جنت پر	۲۱	۴۱۰	دل ہوشیار میں	دل ہوشیار	۱۲	۳۹۰
روشن دلوں	روشن دلوں	۲۶	۴۱۱	دنیا سے فانی	دنیا سے فانی	۲۵	۳۹۱
جزا کے بعد	جزا کے بعد	۱۵	۴۱۲	عبرت سے ذرا	عبرت سے ذرا	۹	۳۹۲
اُسے بار سمجھ کر	اُسے بار سمجھ کر	۲۶	۴۱۳	موت ہو گئے سفید	موت ہو گئے سفید	۱۲	۳۹۳
لاؤ گلیم نہیں	لاؤ گلیم نہیں	۳۰	۴۱۴	غنیمت سمجھو	غنیمت سمجھو	۱۳	۳۹۴
گدا جہاں میں ہم	گدا جہاں میں	۸	۴۱۵	بھی زندوں میں	بھی زندوں میں	۲۷	۳۹۵
غنی میں فقر میں	غنی میں فقر میں	۵	۴۱۶	دیکھ عورت کی	دیکھ عورت کی	۸	۳۹۶
کیوں رکھتا ہے	کیوں رکھتا ہے	۱۲	۴۱۷	تجھ پہ مستی ہے	تجھ پہ مستی ہے	۲۰	۳۹۷
مکراں	مکراں	۲۶	۴۱۸	تو میں اگلی	تو میں اگلی	۱۵	۳۹۸
دولت فقر سے	دولت فقر سے	۲۶	۴۱۹	رہتے ہیں کیس برسوں	رہتے ہیں کیس برسوں	۲۲	۳۹۹
وطن گرد آلود	وطن گرد آلود	۳۱	۴۲۰	تو نہ جیتا	تو نہ جیتا	۳۰	۴۰۰
دنیا سے کنارہ کر	دنیا سے کنارہ کر	۱۶	۴۲۱	اپنا بار کرتے ہیں	اپنا بار کرتے ہیں	۸	۴۰۱
اپنی ٹٹی سے	اپنی ٹٹی سے	۲۳	۴۲۲	خرفوں سے	خرفوں سے	۱۷	۴۰۲
کاسہ مغفور	کاسہ مغفور	۱۲	۴۲۳	اٹھ اب بھی خواب	اٹھ اب بھی خواب	۲۵	۴۰۳
ہو دوزانو	ہو دوزانو	۴	۴۲۴	غفلت سے اے سوتا ہے	غفلت سے اے سوتا ہے	۱۹	۴۰۴
دعا سے بد نے	دعا سے بد نے	۴	۴۲۵	پڑے سوتے ہو	پڑے سوتے ہو	۱۱	۴۰۵
جھوٹی گواہی	جھوٹی گواہی	۱۶	۴۲۶	نہ ابھرجوں	نہ ابھرجوں	۱۲	۴۰۶
بچوں نہ فقر کی	بچوں نہ فقر کی	۸	۴۲۷	مگر غفلت رہی	مگر غفلت رہی	۵	۴۰۷
مڑہ کچھ توحید کا	مڑہ کچھ توحید کا	۲۱	۴۲۸	آخر کو مرنے ہے	آخر کو مرنے ہے	۲۲	۴۰۸
یوں تو درویش	یوں تو درویش	۲۲	۴۲۹	میں کبھی کا مری بھی رہتا	میں کبھی کا مری بھی رہتا	۲۸	۴۱۰
ہو لبسا ہوا	ہو لبسا ہوا	۲۳	۴۳۰	عمر اپنی یوں نہیں	عمر اپنی یوں نہیں	۷	۴۱۱
اُٹو ہو گیا	اُٹو ہو گیا	۱۲	۴۳۱	نہ صبر جی کہ	نہ صبر جی کہ	۷	۴۱۲
اقبال کو توبے بقا	اقبال کو توبے بقا	۲۸	۴۳۲	نہ فرار	نہ فرار	۲۷	۴۱۳
گدا انی کا طالب ہوں	گدا انی کا طالب ہوں	۷	۴۳۳	کیا فضل و فیض ہیں	کیا فضل و فیض ہیں	۱۷	۴۱۴
نہ مانگوں تاج	نہ مانگوں تاج	۷	۴۳۴	گر خدا پوچھے	گر خدا پوچھے	۳	۴۱۵
کھو لیوت	کھو لیوت	۲۷	۴۳۵	کشتی کو نہ کرے	کشتی کو نہ کرے	۱۲	۴۱۶
ریشک ہم کرتے ہیں	ریشک ہم کرتے ہیں	۱۹	۴۳۶	میں ہے نہ دامان	میں ہے نہ دامان	۳	۴۱۷
گدڑی میں استغنا	گدڑی میں استغنا	۸	۴۳۷	آسرا تراب	آسرا تراب	۳	۴۱۸
دل پر ہمارے	دل پر ہمارے	۳	۴۳۸	دھلانے	دھلانے	۱۱	۴۱۹
دل کو لگے	دل کو لگے	۶	۴۳۹	یوم سعادت	یوم سعادت	۱۷	۴۲۰
تری کبریائی کا	تری کبریائی کا	۷	۴۴۰	پھر تو اے شائق	پھر تو اے شائق	۱۸	۴۲۱
شاہی ملک	شاہی ملک	۲۵	۴۴۱	بخشنے کا وہ حساب	بخشنے کا وہ حساب	۱۵	۴۲۲
وضع پر ہیں	وضع پر ہیں	۳۳	۴۴۲	جوش سے بحر	جوش سے بحر	۱۷	۴۲۳
فقیری میں میطع	فقیری میں میطع	۱۷	۴۴۳	یہاں تو رکھ	یہاں تو رکھ	۱۷	۴۲۴

۲۲۱	۰	۴	فقری	فخری	۴۳۲	۰	۱۳	تیرے سے کیوں	تیرے ہاتھ سے کب
۲۲۲	۱۲	۰	سوخلہ	سوئے خلد	۴۳۳	۲۱	۰	دنیا ہے	دیا ہے
۲۲۳	۲	۰	کہ کسی روح	کہ کیسی روح	۰	۳۰	۰	دور فلک کے	دور فلک نے
۰	۸	۰	فکر دنیا سے	فکر دنیا ہے	۰	۳۳	۰	دم تو چسپ	ایک دم تو چسپ
۰	۸	۰	فکر کو دور	فکر کو دور	۴۳۴	۳	۰	ہے تنگدل	ہے تنگدلی
۰	۲۹	۰	نرا لپا چاہنے والا	ترا چاہنے والا	۰	۵	۰	دور روزہ کی	دور روزہ کی
۲۲۴	۱۰	۰	ہوں یا رب	ہوں میں یا رب	۰	۲۹	۰	کوزہ گرہ	کوزہ گرہ ہے یہ
۰	۳۱	۰	رضائے شیوہ	رضائے شیوہ	۰	۳۱	۰	دو میں دیکھی الفت	دو میں دیکھی جو الفت
۰	۰	۱۲	باور سمجھے	باور سمجھے	۰	۳۲	۰	اس کا بدا بھی	اس کا بد لہ بھی
۲۲۵	۱۳	۰	وہ حجم ہو گیا	وہ جسم ہو گیا	۴۳۵	۲	۰	کا تو فلک	کا تو فلک
۰	۱۶	۰	فقیر آزاد و غم	فقیر آزاد و غم	۰	۱۱	۰	کام بھی کبھی	کام بھی کبھی
۰	۲۸	۰	سر مغفور کا	سر مغفور کا	۰	۱۸	۰	کیوں ہوئے و فراغ	کیوں ہوئے و فراغ
۲۲۶	۲	۰	نیت میں جو	نیت میں جو	۰	۲۲	۰	فلک پر بھی	فلک پر بھی
۰	۱۶	۰	امکان عشق	مالکان عشق	۴۳۵	۲۲	۰	اس کا گر پڑا	اس کا گر پڑا
۰	۱۶	۰	دربار میں	دریا میں	۰	۲۳	۰	اپنا گلہ	اپنا گلہ
۰	۲۵	۰	باوت	بادشہ	۰	۲۶	۰	بیداد ہے	بیداد ہے
۰	۰	۱۲	دنیا سے	دنیا سے	۰	۰	۰	روندنا	روندنا
۰	۳۳	۰	جہاں میں سے	جہاں میں سے	۰	۲	۰	فلک سے لب اپنا	فلک سے لب اپنا
۲۲۷	۵	۰	نہ ہو زہار	نہ زہار	۰	۳	۰	جو ہوشمار ہے	جو ہوشیار ہے
۰	۱۳	۰	رہ گئی	رہ گئی	۰	۹	۰	سیہ بختوں سے تو چرخ	سیہ بختوں سے ہے چرخ
۰	۱۹	۰	یہ گنوا نہ	یہ گنوا نہ	۴۳۶	۰	۰	شکستہ نہ کماں	شکستہ نہ کماں
۰	۲۵	۰	عمر ضائع کرنا بیجا	عمر ضائع کرنا بیجا	۰	۰	۰	نوجوانوں سے	نوجوانوں سے
۲۲۸	۲	۰	تھے بھولے ہواں	تھے جو بھولے ہوئے	۰	۱۱	۰	محتاج مرد سو گئے	محتاج مرد ہو گئے
۰	۵	۰	یہ نہ آشنا	یہ نا آشنا	۰	۲	۰	ساعت ہے یہاں	ساعت ہے یہاں
۰	۰	۱۰	تیرے ظلم	تیرے ظلم	۴۳۷	۴۹	۰	فنا حباب	فنا مثل حباب
۰	۰	۱۸	چسپ سے کسے	چسپ سے کیسے	۴۳۸	۱	۰	میں ہم	میں ہے
۲۲۹	۳	۰	مضر نہیں	مضر نہیں	۰	۸	۰	توانا نہ ناتوان	توانا نہ ناتوان
۰	۰	۰	فلک سے کیا گو کہے	فلک سے کیا کوئی رکھے	۰	۲۱	۰	گور لب	گور سب
۰	۱۲	۰	تمنا تجھے	تمنا تجھے	۴۳۹	۳	۰	آہ ہمیں	آہ معین
۰	۱۶	۰	اس بندو لے	اس بندو لے	۰	۲۸	۰	شراب ہم لیکے	شراب ہم لیکے
۰	۲۵	۰	زوالوں کا	زوالوں کا	۴۴۰	۰	۰	مصحفی کا نشان	مصحفی کا نشان
۰	۲۳	۰	مہمان ہوا	مہمان ہو	۴۴۳	۱۱	۰	کل جیسے	کل جسے
۲۲۹	۰	۲	برادر دش	برادر گردش	۰	۲۶	۰	مشت زریں ہے	مشت زریں ہے
۴۳۰	۲۰	۰	داں ستم	وہاں ستم	۰	۳۳	۰	نہ بال بھی	نہ بال بھی
۰	۲۷	۰	فلک نہ اہل	فلک نا اہل	۰	۱۸	۰	کس کو دخل	کس کو دخل
۴۳۱	۱۵	۰	ستم ناکشیدہ	ستم ناکشیدہ	۴۴۲	۱	۰	تخت وافر	تخت وافر
۴۳۲	۱۹	۰	تر پیر ہن	ترا پیر ہن	۰	۳	۰	مکہ شگفتہ	مکہ شگفتہ

دوبارہ نہ کیا	دوبارہ نہ کیا	۲۵	۲۸۱	۲۵	۲۸۱
کہیں جھومٹ	کہیں جھومٹ	۰	۰	۰	۰
موسے کافروں	موسے کافروں	۰	۲۸۲	۰	۲۸۲
فروزال	فروزال	۰	۲۸۳	۰	۲۸۳
دولت میں پور ہے	دولت میں پور ہے	۰	۲۸۴	۰	۲۸۴
افلاک اس کے	افلاک اس کے	۱۵	۲۸۵	۱۵	۲۸۵
یہ کشف و تر	یہ کشف و تر	۰	۰	۰	۰
انگریزی	انگریزی	۰	۲۸۸	۰	۲۸۸
زنگ زنگ	زنگ زنگ	۱	۲۹۲	۱	۲۹۲
کسی اتنی	کسی اتنی	۰	۲۹۳	۰	۲۹۳
کر اس صانع	کر اس صانع	۰	۲۹۴	۰	۲۹۴
چاہے وہ جس کو	چاہے وہ جس کو	۱۰	۲۹۵	۱۰	۲۹۵
قدر و ادا	قدر و ادا	۱۶	۰	۱۶	۰
مثل زر	مثل زر	۰	۲۹۶	۰	۲۹۶
تو نصیبے کا سکندر	تو نصیبے کا سکندر	۶	۰	۶	۰
خضر رہبر	خضر رہبر	۱۹	۲۹۹	۱۹	۲۹۹
ہو تکیہ	ہو تکیہ	۰	۵۰۰	۰	۵۰۰
بش مہر دماہ	بش مہر دماہ	۱۱	۵۰۱	۱۱	۵۰۱
تقدیر	تقدیر	۰	۵۰۲	۰	۵۰۲
تقدیر	تقدیر	۰	۵۰۳	۰	۵۰۳
کتاب ہے	کتاب ہے	۰	۲۶	۰	۲۶
خاک	خاک	۰	۵۰۴	۰	۵۰۴
جو قفل	جو قفل	۰	۵۰۵	۰	۵۰۵
جامہ گل	جامہ گل	۹	۵۰۶	۹	۵۰۶
فرمایہ	فرمایہ	۰	۵۰۷	۰	۵۰۷
کچھ بھی ہے	کچھ بھی ہے	۰	۳۱	۰	۳۱
عیب سے	عیب سے	۰	۵۰۸	۰	۵۰۸
کرم سے ظہور	کرم سے ظہور	۰	۵۰۹	۰	۵۰۹
مجھے دے	مجھے دے	۰	۱۲	۰	۱۲
یاں سے دھوئے	یاں سے دھوئے	۰	۲۳	۰	۲۳
رہتے ہیں عالم سے	رہتے ہیں عالم سے	۰	۲۵	۰	۲۵
خاک میں	خاک میں	۰	۵۱۰	۰	۵۱۰
فراق میں	فراق میں	۰	۲۶	۰	۲۶
مکان کی طرح	مکان کی طرح	۰	۵۱۱	۰	۵۱۱
دنیا سے	دنیا سے	۰	۱۳	۰	۱۳
نہیں ہے کوئی دلسوز	نہیں ہے کوئی دلسوز	۱۶	۵۱۲	۱۶	۵۱۲
گر طلب ہے	گر طلب ہے	۰	۵۱۸	۰	۵۱۸

تو ہر فرم
جستجو ہے
اُس نے دکھا

لا دلا

غضب ادا

جانا ہے

رہتا ہے

شاہ اغراض

الآن

چراغ دشمن کیا

دہم دو کی

تواحد فرشت

کیونکر نہ بولے

غریباں

اسی آنکھوں

تم اور کب

خوشی میں

جگہ مجھ سے

دبانی کہتے

ہم ہر جگہ دیکھتے

لامکان

سخن توحید سے

ہے یہ رلامکان

یہ تیرا تو دہم

کوئی کوئی

جا

رہنا ہے

شاہ اغراض

الآن

چراغ دشمن میں کیا

دہم دو کی

تواحد فرشت

کیونکر نہ بولے

عریاں

انہیں آنکھوں

تم دور کب

خوشی میں

جگہ تجھ سے

ابانی کہتے

ہم ہر جگہ دیکھتے

لامکان

توحید سے

ہے یار لامکان

یہ تیرا تو دہم

کوئی کوئی

سنگ خاتم	سنگ حاتم	۰	۲۵	۵۴۶	وہی شہود ہے				
نقش جو ہے	نقش وہ ہے	۰	۱۹	۵۴۷	لقائے				
آکے ساحل پر	دیکھو ساحل پر	۰	۲	۵۴۸	آینا				
باقی خلش	باقی قلش	۰	۲۵	۵۴۹	سجھا دیا				
ہے نفس	ہے نقش	۰	۳۳	۵۵۰	آپ دور تھا				
نفس امارہ	نفس	۳	۰	۵۵۱	کثرت میں روز				
لباس دوست میر	لباس دوست	۴	۰	۵۵۲	اب اک جہاں سے				
اکسیر کی ہوس	اکسیر کی ہوں ہے	۰	۱۰	۵۵۳	مفلس قلاش				
دل کو خراب	دل کو خواب	۳	۰	۵۵۴	طاعت نہ یاد				
نفس کشتہ	نفس شیطان	۹	۰	۵۵۵	نہ سب ہیں				
سکندر محفوظ	سکندر محفوظ	۰	۲	۵۵۶	طعنہ زن				
سے حاصل ہے کیا	سے حاصل کیا	۰	۲۶	۵۵۷	ایسی بڑی				
لطف اور کرم کر دے	لطف اور کر دے	۰	۲۸	۵۵۸	بستی میں رہتے ہیں				
نبی ہی نہ گئی	نبی ہی نہ گئی	۱	۰	۵۵۹	افعی کے دانت				
آتے ہی نہیں	آتے ہیں نہیں	۰	۲۳	۵۶۰	قضا سے				
دم غنیمت یہاں	دم غنیمت کیا یہاں	۴	۰	۵۶۱	کوئی کہتا ہے				
تو ہوتی	نہ ہوتی	۶	۰	۵۶۲	کاتب اعمال				
نقشہ خیر القروں	نقشہ حیر القروں	۰	۳۲	۵۶۳	ایک روز وہی				
کبھی ہو گا نہ دل	کبھی نہ دل	۰	۱۲	۵۶۴	نہ رہا جب				
مہر تو	مہر کو	۰	۲۴	۵۶۵	صورت اجل کی				
یا خدا	یا حق	۷	۰	۵۶۶	نہیں میں سمجھا				
جان محفوظ	جان محفوظ	۰	۴	۵۶۷	بنا ہے				
ملا نہ نقش قدم	ملا نہ نقش قدم	۷	۰	۵۶۸					

KASHMIR UNIVERSITY

Iqbal Library

Acc. No.

309525

Dated

25-1-93

ALLAMA IQBAL LIBRARY



309525

DE



**ALLAMA
IQBAL LIBRARY**

**UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN**